خُذُو الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَ سَالِمٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

قرآن مجید کو چار اصحاب سے حاصل کرو جو عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب ہیں (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھ مفتی رضی اللہ عنہم

تالیف محمد فیاض چشتی

پروگریسو بکس

Marfat.com

خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ سَالِمٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

قرآن مجید کو چار اصحاب سے حاصل کرو جو عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب ہیں (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

چھ مفتی رضی اللہ عنہم

تالیف

محمد فیاض چشتی

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار ○ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

Marfat.com

جملع حقوق الطبع محفوظ للناشر
جملہ حقوق ناشر محفوظ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھ مفتی رضی اللہ عنہم

تالیف محمد فیاض چشتی

بار اول	جون 2018
پرنٹرز	آصف صدیق، پرنٹرز
سرورق	النافع گرافکس 0333-4951246
تعداد	600/-
ناشر	چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	/= روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0322-8836778

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ٥ غزنی سٹریٹ
اُردو بازار ٥ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

Marfat.com

فہرست

❖ حمد باری تعالیٰ	12
❖ نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	13
❖ انتساب	14
❖ تقریظ	15
❖ مقدمہ	17
❖ فتوی کیا ہے؟	24
❖ فتوی کا تاریخی پس منظر	25
❖ فتوی اور مفتی کی اہمیت وذمہ داری	27
❖ فقہ کا موضوع	29
❖ صحابی کی تعریف	33
❖ صحابی کی اصطلاحی تعریف	34
❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دربار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں	35
❖ قرآن مجید میں مقام صحابہ	36
❖ احادیث پاک میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام	38
❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق امت مسلمہ کو ہدایت	39
❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد	40
❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ	41
❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ	42
❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سراپا ادب اور پیکر تقویٰ	44

Marfat.com

❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کفر و گناہوں سے محفوظ رہنا 44
❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عبادت کے خوگر اور رحمدل تھے 45
❖ ہر مشکل کا حل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع میں ہے 46

1- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

❖ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تعارف 49
❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایمان اسلام کی تقویت کا باعث 52
❖ شراب نوش کی شرعی سزا 68
❖ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ہجرت 74
❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غزوات میں شرکت 75
❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت 78
❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات 78
❖ عراق و ایران 78
❖ خمس کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو گئے 79
❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت 79
❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیتیں 80
❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نظام حکومت 81
❖ دوران خلافت عدالت میں پیشی 81
❖ بیت المال کا مثالی اور با قاعدہ نظام 83
❖ ذرائع آمدن کے استعمال کا قانون 83
❖ فاروقی جذبہ خدمت خلق 85
❖ عہدہ قضاء کی ابتداء 88
❖ جج کا کردار 89
❖ عہد فاروقی میں نئے شہروں کا قیام 90

Marfat.com

❖ قحط اور ہنگامی حالات میں عوام کی خدمت 92
❖ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایثار 93
❖ امیر المومنین کا تقرر۔۔۔انتخابی کمیٹی 95
❖ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تاثرات 96
❖ تجہیز و تکفین 97
❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت 97
❖ اہل بیت سے محبت و پیار 98

2۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آغوش مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں 101
❖ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام رکھا 102
❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ایمان لانا 102
❖ وادی خیبر 104
❖ فاتح قلعہ ناعم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم 105
❖ ایک سجدہ کئے بغیر جنت میں داخل ہونے والا خوش نصیب حبشی 109
❖ مبارک ہو تمہارے بھائی کا قاتل مر گیا 111
❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شادی 116
❖ شادی کے لئے ضروری سامان کی خریداری 116
❖ حضرت فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا جہیز 117
❖ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تقریب 117
❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دعوت ولیمہ 117
❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اولاد 118
❖ سرایا بنی سعد 118
❖ یمن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تعیناتی 118

Marfat.com

❖ قبیلہ طے کا بت	118
❖ یمن کے قاضی	119
❖ سب سے بڑے قاضی	119
❖ غدیر خم	119
❖ شہادت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	120
❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر	122
❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی مدت خلافت	122
❖ مقام علم و فضل	123
❖ جاں نثاری و امانت داری	123
❖ حضور نبی اکرم ﷺ کی حسنِ کفالت	124
❖ ہمت و شجاعت کے پیکر	125
❖ قوت اجتہاد	126
❖ انوکھا فیصلہ	127
❖ رزق کہاں سے آئے گا	128
❖ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ پسند فرمایا	128
❖ مشہور زمانہ فیصلہ	129
❖ اسلامی تاریخ کا فیصلہ	130
❖ گمنام قتل کا پتہ لگالیا	130
❖ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا	131
❖ ترک قرأت خلف الامام	131
❖ آمین آہستہ کہنا	132
❖ ترک رفع یدین	132
❖ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے	134

Marfat.com

3- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوست 139
- حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک تعارف 140
- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور علم قرآن 141
- قرآن وسنت کا علم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر ختم ہوجاتا ہے 141
- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ 141
- رازدان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 153
- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب 154
- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک 155
- حضرت عبداللہ بن مسعود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں 156
- چار شخصیات سے قرآن سیکھو 159
- میری دعا قبول ہوگئی 160
- عادات واخلاق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب 160
- خادم مصطفیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ 161
- حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سیرت 161
- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی غزوہ بدر میں شرکت 167
- غزوۂ بدر 168
- غزوۂ بدر کے اسباب 169
- حملہ کی تیاری 169
- ابوسفیان کا حزم واحتیاط 170
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ 170
- اللہ کی مدد اور جنگ 171
- اہل بدر کی تعداد 171

Marfat.com

❖ بدری فرشتے 174
❖ شہدائے بدر 174
❖ حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ 174
❖ حضرت عمیر ذوالشمالین رضی اللہ عنہ 175
❖ حضرت صفوان بن وہب رضی اللہ عنہ 175
❖ حضرت عاقل رضی اللہ عنہ 176
❖ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ 176
❖ حضرت مجمع بن صالح رضی اللہ عنہ 176
❖ حضرت سعد بن خثیمہ انصاری رضی اللہ عنہ 177
❖ حضرت بشر انصاری رضی اللہ عنہ 177
❖ حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ 177
❖ حضرت یزید بن حارث رضی اللہ عنہ 177
❖ حضرت رافع رضی اللہ عنہ 178
❖ حضرت حارث یا حارثہ رضی اللہ عنہ 178
❖ حضرت عوف رضی اللہ عنہ 179
❖ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور معوذ رضی اللہ عنہ 179
❖ اہل بدر کے فضائل 180
❖ خواص و برکات 180
❖ اسمائے گرامی حضرات بدریین مہاجرین رضی اللہ عنہم اجمعین 181
❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وصال 189
❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ 190
❖ فقیہ امت کی احتیاط 191
❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث 191

Marfat.com

❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انداز خطاب 201
❖ کوفہ حدیث وفقہ کی تعلیم کا مرکز 203
❖ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب اشیاء سے محبت 204
❖ نعلین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 205
❖ آثار شریفہ سے برکت حاصل کرنا 209
❖ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو جہل 212
❖ ابو جہل کا قتل 213
❖ امیہ بن خلف کا قتل 214
❖ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا عہدِ صحابہ میں اجتہاد اور خدمت افتاء 214
❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا روایتی وثقاہتی معیار 215
❖ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی کوفہ میں تعلیمی خدمات کا فیضان 216
❖ ایک ظرف جو علم سے بھرا ہوا 216
❖ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کا فقہی مقام 217
❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ کی نظر میں 217

4- سید القراء سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

❖ نام ونسب 219
❖ ابتدائی حالات 219
❖ قبول اسلام 220
❖ مواخات 220
❖ غزوات میں شریک 220
❖ تدوین قرآن 220
❖ وصال 221
❖ فضائل ومناقب 221

Marfat.com

❖ مقام فقہ واجتہاد 222
❖ تراویح کے متعلق آپ کا اجتہاد 223
❖ وفات حسرت آیات 225
❖ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ احادیث بخاری کی روشنی میں 240
❖ سورۃ لم یکن الذین کی تخصیص 242
❖ نماز تراویح کے پہلے امام 243
❖ حضرت عمر اور حضرت ابی بن کعب کے مابین تنازع 244
❖ دوران خلافت عدالت میں پیشی 244

5-حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

❖ نام ونسب 246
❖ ولادت باسعادت 246
❖ بچپن سے ہی قرآن سے محبت وتعلق 246
❖ فضائل ومناقب 247
❖ علمی حیثیت 247
❖ فقہی مقام 248
❖ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی وفات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تاثرات 249
❖ نام ونسب اور ابتدائی حالات 250
❖ قبول اسلام 250
❖ غزوات میں شرکت 250
❖ قرآن کا علم 251
❖ امارت مدینہ منورہ 252
❖ وفات 252
❖ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تعارف 252

Marfat.com

❖ ولادت باسعادت 253

❖ بچپن سے ہی قرآن سے محبت وتعلق 253

فضائل ومناقب 254

❖ علمی حیثیت 254

❖ فقہی مقام 255

❖ وفات حسرت آیات اور تاثرات صحابہ 256

❖ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب 258

6 حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

❖ فتنہ 268

❖ فتنہ کی اقسام 268

❖ فتنہ کا ذکر قرآن میں 269

❖ فتنہ کا ذکر حدیث میں 271

❖ فتنۂ دجال 279

❖ علامات دجال 280

❖ دجال کے فتنے 281

❖ اپنے آپ کو فتنوں سے بچاؤ! 282

❖ فتنوں کے ڈر سے موت کی آرزو 283

❖ فتنوں کے وقت علیحدگی 283

❖ جب فتنے نہ ہوں 284

❖ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما 286

❖ ایک عجیب قصہ 288

❖ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خوش الحانی 288

❖❖❖❖❖

Marfat.com

حمد باری تعالیٰ

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطاء کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل، شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیِ دیدارِ حُسنِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحبِ کوثر شہِ جود و سخا کا ساتھ ہو

یا الٰہی گرمیِ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں
عیب پوشِ خلق ستارِ خطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی رنگ لائیں جب مری بے باکیاں
اُن کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے آمین ربّنا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب رضا خوابِ گراں سے سر اُٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو

❖❖❖❖❖

Marfat.com

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کونین میں یوں جلوہ نما کوئی نہیں ہے
اللہ کے بعد اُنؐ سے بڑا کوئی نہیں ہے

مانگو تو ذرا اُنؐ کے توسط سے کبھی کچھ
مقبول نہ ہو ایسی دُعا کوئی نہیں ہے

کام آئی سرِ حشر، محمدؐ کی شفاعت
سب کہتے ہیں جا تیری خطا کوئی نہیں ہے

ہر چند نبی عیسیٰؑ و موسیٰؑ بھی ہیں، لیکن
محبوبِ خدا، اُنؐ کے سوا کوئی نہیں ہے

اللہ نے سو حُسن دیئے نوعِ بشر کو
یوں نور کے سانچے میں ڈھلا کوئی نہیں ہے

دل اُنؐ کا ہے، اس دل میں وہی جلوہ فگن ہیں
اب اُنؐ کے علاوہ بخدا کوئی نہیں ہے

اُمّت میں ہوں اُنؐ کی جو ہیں رحمتِ عالم
کیوں حشر کا ڈر ہو، میرا کیا کوئی نہیں ہے؟

اس دور پہ اے ختمِ رُسلؐ چشمِ کرم ہو
رہزن ہیں بہت، راہنما کوئی نہیں ہے

پڑھتے رہو دن رات نصیرؔ اُنؐ کا وظیفہ
ایسا عملِ ردِّ بلا کوئی نہیں ہے

Marfat.com

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اپنے والدین اور جگر گوشہ ضیاء الامت، عکس ضیاء الامت صاحبزادہ والاشاہ پیر ڈاکٹر محمد ابوالحسن الازہری صاحب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جن کی دعاؤں اور شفقتوں سے بندۂ ناچیز ان نفوس قدسیہ جن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان چار سے قرآن سیکھو کی حیات طیبہ اور ان نفوس قدسیہ کے شاگردوں پر گفتگو کرنے کے قابل ہوا ہوں۔

❖❖❖❖❖

Marfat.com

تقریظ

حضرت علامہ محمد فیاض چشتی پاکستان کے ممتاز محقق بااعتماد مورخ اور صاحب طرز ادیب ہیں، علمی حلقے ان کی نگارشات کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ طلباء وعلماء بڑے شوق سے ان کی تصنیفات کا مطالعہ کرتے ہیں، لیکن ''حضور ﷺ کے چھ مفتی'' لکھ کر انہوں نے اپنے آپ کو زندہ وجاوید بنادیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے وہ عظیم ہستیاں ہیں جو نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے ہیں۔

سیرت نگاری ہمارے درخشاں ماضی کا ایک قیمتی باب خلفائے راشدین، شہداء، عاشقان مصطفیٰ ﷺ، محدثین، اہل بیت اطہار کے چشم وچراغ، علماء واولیاء۔ الغرض ہر زمانے کے سیرت نگاروں نے زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے ملت کے قابل قدر افراد کے علمی وعملی، تحقیقی وتخلیقی کارناموں کو اپنے اسفارِ جلیلہ میں بڑی امانت اور سلیقہ سے محفوظ کرلیا ہے تاکہ آنے والے نسلیں اپنے اسلاف کے زرین کارہائے نمایاں کو بھی یاد رکھیں اور اپنے مضمحل قوی اور افسردہ ذہنی صلاحیتوں کو ان سے تازہ خون مہیا کر کے نئی زندگی سے بہرہ وہ کرتی رہیں تاکہ وہ رزم گاہ حیات میں اپنا ملی ومذہبی فریضہ نہایت احسن طریق سے سرانجام دے سکیں۔

ان ذخائر سیرت میں سے ''حضور ﷺ کے چھ مفتی'' کی شان نرالی ہے اس کا مطالعہ اطاعت پیغمبر اور محبت رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ حقائق کے نور سے منتشر اذہان کو حقیقت آشنا بناتا ہے۔

اس کتاب میں رسول کریم ﷺ سے فیضاب یاب ہوکر دنیا کو فیضیاب کرنے والی مقدس ہستیوں کے حالات زندگی کے درخشاں پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

Marfat.com

علامہ محمد فیاض چشتی کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہری میں فتویٰ دیا کرتے تھے ان چھ کے حالات زندگی کو یکجا کر دیا ہے تا کہ تشنگان علم ان مقدس ہستیوں کی سیرت کے مختلف پہلوؤں سے روشنی حاصل کر کے قرآن وحدیث کے انوار وتجلیات کو اپنے دامن میں سمیٹ سکیں۔

ان مقدس ہستیوں میں حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کی اس کاوش کو مقبول عام بنائے اور سیرت مصطفیٰ ﷺ، سیرت صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم کے طالب علموں کے لئے راہنمائی کا سبب بنائے، آمین ثم آمین۔

طالب دعا
احقر
خادم حسین مان معصومی

Marfat.com

مقدمہ

الحمد لله رب العالمی والصلوٰۃ والسلام علی رسوله الکریم اما بعد
سلام علی من اتبع الهدی وسلام علی من قال یا رسول الله ﷺ
اما بعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم ①بسم الله الرحمن الرحیم(
)وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُم طَائِفَةٌ
لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ○
عَنْ مَسْرُوقٍ ذَكَرَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ لَا أَزَالُ
أُحِبُّهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ
مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَسَالِمٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ○صدق
الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

سب تعریفیں اس بزرگ و برتر خلاق عالم کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا ہے اور درود لامحدود سید عالم ﷺ کی ذات اقدس ہے جو باعث وجہ تخلیق کائنات ہے اور جس ذات مقدسہ کے وجود مسعود کا صدقہ اور جس کی پیروی کرنے سے جنت کی اعلیٰ نعمتوں کا حصول ممکن ہوتا ہے اور جس کی پیروی راہِ حق کے مسافروں کے باعث تسکین واطمینان ہے۔اور یہ کے جس مقدس ہستی کی سیرت طیبہ پر عمل کرنے والے دنیا کے امام بنے اور آج بھی تاریخ ان کے کارہائے نمایاں سے بھری پڑی ہے۔آپ ﷺ کے اخلاق کریمہ اور اعلیٰ تربیت نے عرب کے لوگوں کو دنیا میں وہ مقام ومرتبہ عطا فرمایا جو آج تک کسی کے حصہ میں نہیں آیا ان نفوس قدسیہ نے ہر میدان

Marfat.com

میں اعلیٰ اخلاق وکردار کا عملی نمونہ پیش کرکے دنیا کو باورکرایا کہ حضور ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرانسان دنیاوآخرت کی معراج حاصل کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرما کراسے کرہ ارضی پر بسایا۔غالباً اس میں حکمت یہ تھی کہ نسل انسانی جب زمیں پر پھلے پھولے تو جہاں ان کے باہمی معاملات وتعلقات آگے بڑھیں وہاں یہ مختلف قوموں، برادریوں اور قبائل سے پہچانے جائیں۔مگران کے باہمی روابط کیسے ہوں؟ باہمی مخالفت کی صورت پیدا ہوتو اس کا حل کیا ہو؟ جرائم اگر ہوں تو ان سے کیسے نمٹا جائے؟ اوراگر کوئی ان سے نمٹتا ہے یاان کا حل پیش کرتا ہے تو وہ کون ہو؟ گویا انسانی معاشرے کو پرامن بنانے اور چلانے کے لئے ایک پورا انظام ہو۔ورنہ طاقتور کمزور کو کھاجائے گا۔اور ظالم اپنے ظلم سے باز نہیں آئے گا۔انسانیت کے نام پر انسان ماردیئے جائیں گے۔

❖ انسان اگرخود قانون کو بنائے تو اس کے بنائے ہوئے قانون میں سب سے بڑا سقم ہی یہ ہوگا کہ وہ اسے کمزوروں کے لئے بنائے مگر اپنے لئے نہیں۔اس کے مزاج کی تیزی، تبدیلی، خواہشات اور زیادتی وغلبے کا جذبہ ہی غیر متوازن قانون سازی کرائے گا۔جس سے عدل وانصاف یاامن وسکون کی توقع نہیں کی جاسکتی۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان قوانین کوخود بنایا کیونکہ اللہ تعالیٰ انسان کا خالق ہے اسے علم ہے کہ انسان کا مزاج کیا ہے؟ اورکون سا قانون یانظام اس کے لئے مناسب ہے۔

چنانچہ اس کی تخلیق کے ساتھ ہی اسے چندقوانین کی پابندی سے آگاہ کردیا۔اور خیر وشر کی معرفت بھی دے دی۔اور سمجھادیا کہ زمینی فساد کی ابتدا ان قوانین کوتوڑنے سے ہی ہوگی۔تاریخ انسانی گواہ ہے کہ جہاں انسان نے اللہ تعالیٰ کی ہدایات کوترک کیا یا اس نظام سے غفلت برتی۔تاریکی اور ظلمت نے وہاں بسیرا کرلیا اور باہمی کشمکش میں اضافہ ہی ہوتا

Marfat.com

چلا گیا۔اس لئے ایسے نظام کو اس نے خود ہی نظامِ جاہلیت کا نام دیا۔

أفحكم الجاهلية يبغون ومن أحسن من الله حكماً لقوم يوقنون

کیا لوگ زمانہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں۔اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لئے حکم میں اللہ سے بڑھ کر کون بہتر ہوسکتا ہے۔

❖ صحیح عقیدہ، صحیح عبادات اور صحیح معاملات ہی صحیح قوانین ہیں۔جو خالق کے انعام کا شکر کرنا سکھاتے اور بھائی بندوں کے حقوق ادا کرنے کا درس دیتے ہیں۔جس میں کسی کے ساتھ ظلم وزیادتی کی گنجائش نہیں۔یہ سب قوانین اسلامی شریعت میں ہیں جو جدید وقدیم کو اپنے اندر سموتے اور بوقت ضرورت آگاہ بھی کرتے رہتے ہیں۔اور یہی فقہ اسلامی ہے۔معاشی مسائل جن میں کاروبار، تجارت اور ملازمت جیسے اہم امور ہیں ان میں فقہ اسلامی کیا راہنمائی کرتی ہے؟ اس سے بھی اسے واقف ہونا ہے۔والدین، اولاد کی اور اولاد والدین کی ذمہ داریوں سے کس حد تک عہدہ برآ ہوسکتے ہیں؟ ان سے آگاہی بھی ہر شخص کی ضرورت ہے۔ذاتی طور پر بچپن، جوانی اور بڑھاپا کے مراحل کس خوش اسلوبی سے طے کئے جائیں؟ فقہ اسلامی یہاں بھی اپنی مکمل معلومات سے سرفراز کرتی ہے۔رشتہ دار، احباب، ہمسائے، ہم جلیس، مسافر، اپنے پرائے اور مسلم وغیر مسلم کے ساتھ کس طرح معاملات نبھانے ہیں؟ ان کی آگاہی سے بھی فقہ اسلامی بخل نہیں کرتی۔

❖ کچھ مسائل ایسے ہیں جن کا سیکھنا فرض عین ہے یعنی ہر آدمی کے لئے لازم ہے کہ وہ ان مسائل کو سیکھے اور جانے اور کچھ مسائل ایسے ہیں جن کا سیکھنا فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے یعنی اگر کچھ لوگوں نے سیکھ لئے تو وہ تمام کی طرف سے کفایت کر جائیں گے جیسے تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ وغیرہ۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

مَنۡ یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیۡرًا یُفَقِّهۡهُ فِی الدِّیۡنِ۔

جس سے اللہ بھلائی کا ارادہ فرمانا چاہیں تو اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتے ہیں۔

❖ اس لئے تمام ضروری معاملات جن میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں شامل ہیں وہ اور عبادات کا شرعی طریقہ و کیفیت دونوں معلوم ہونے چاہئیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

طَلَبُ الۡعِلۡمِ فَرِیۡضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسۡلِمٍ۔

ہر مسلمان پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ ضرورت پڑنے سے قبل ہی اسے سیکھنا ضروری ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

مَالَا یَتِمُّ الۡوَاجِبُ اِلَّا بِہٖ فَھُوَ وَاجِبٌ۔

جو چیز واجب کی تکمیل کے لئے ناگزیر ہو وہ بھی واجب ہے۔

کے تحت ایسا کرنا ناگزیر ہے۔ اس لئے تمام عبادات کی تیاری پہلے سے ہوتا کہ وقت وجوب اسے ادا کیا جا سکے۔ جیسے اقامت صلاۃ، جمعہ کی حاضری کے لئے کوشش اور تیاری وغیرہ۔ ایسے فوری اور واجب اعمال کی ادائیگی کی کیفیت سیکھنا بھی ضروری ہے۔ اگر وہ عمل تاخیر سے کرنے کا ہو تو اس کا علم بھی تاخیر سے سیکھا جا سکتا ہے۔ جیسے حج وعمرہ یا قربانی وغیرہ۔

❖ ہر عمل کرتے وقت یہ ٹھوس یقین ہونا چاہئے کہ وہ قرآن وسنت کے عین مطابق ہے اور قابل اجر وثواب بھی ہے یا نہیں؟ یا جو کچھ کیا جا رہا ہے آیا یہ جائز اور مباح بھی ہے یا نہیں؟ کیا حرام تو نہیں؟ مسلمان اسی علم کو اپنی زندگی کا راہنما بناتا ہے۔ مگر کیسے؟ اس کے لئے ضروری ہے کہ ان شرعی مسائل کو جاننے کے لئے ہر وقت چوکنا رہے اور قرآن وحدیث کے مطالعے کا عادی بھی بنے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنی آیات کا علم

Marfat.com

انہی کونوازتا ہے جواس کی جستجو میں رہتے ہیں۔اور وہ اہل فقہ ہیں جو سب سے بڑی خیر کے حامل ہوجاتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَیُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ، وَالْفِقْهُ بِالتَّفَقُّهِ، وَمَنْ یُرِدِ اللهُ بِهِ خَیْرًا یُفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ، وَإِنَّمَا یَخْشَی اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ، وَلَنْ تَزَالَ اُمَّةٌ مِنْ اُمَّتِی عَلَی الْحَقِّ ظَاهِرِیْنَ عَلَی النَّاسِ لاَ یُبَالُوْنَ مَنْ خَالَفَهُمْ، وَلاَ مَنْ نَاوَأَهُمْ حَتّٰی یَأْتِیَ أَمْرُاللهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ۔ (الفقیہ والمتفقہ ۱،۷۹)

لوگو: علم سیکھنے سکھانے کا نام ہے اور فقہ دین کی گہری سمجھ کا، جس سے اللہ تعالیٰ خیر وبھلائی چاہتا ہواسے پھر دین کا گہرا فہم عطا کر دیتے ہیں، بلاشبہ اللہ کے بندوں میں علماء ہی ہیں جواس کا ڈر رکھتے ہیں، میری امت میں ایک گروہ دیگر لوگوں پر حق کی بنیاد پر غالب رہے گا جو ان کی مخالفت کرے گا انہیں اس کی پروانہیں ہوگی اور نہ ہی ان کی جو ان کے ساتھ دشمنی کرے گا یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آجائے گا اور وہ کامیاب وکامران ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَاَنْ أَجْلِسَ فَأَتَفَقَّهَ سَاعَةً أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ إِحْیَاءِ اللَّیْلِ بِلاَ فِقْهٍ۔

اگر میں ایک گھڑی بیٹھ کر فقہ حاصل کرلوں یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے میں ساری رات بغیر کسی فقہ کے گزار دوں۔

- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بازار میں دوکاندار کے بیع وشراء کے علم کا متحان لیتے اگر وہ کامیاب ہوتا تو درست ورنہ اسے فرماتے: بند کرو یہ دھندا، اور جاؤ پہلے بیع وشراء کے مسائل سیکھو تا کہ تم حلال وحرام میں تمیز کرسکو۔ورنہ حرام میں پڑے رہو گے۔
- حضرت امام عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ علم فقہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: آدمی کے پاس اگر مال نہ ہوتو اس کے لئے زکاۃ کا علم سیکھنا واجب نہیں۔لیکن اس

Marfat.com

کے پاس اگر دوسو درہم آجائیں تو زکاۃ کے مسائل کا جاننا اس کے لئے فرض ہوگا تاکہ اسے علم ہو کہ زکوۃ کتنی مقدار میں نکالے، کب نکالے؟ اور کسے دے وغیرہ۔ وہ تاجر حضرات سے اکثر فرمایا کرتے: بھلے لوگو! تجارت سے قبل خرید وفروخت کے شرعی مسائل۔۔اسلامی فقہ۔۔کوضرور سیکھ لو۔لاعلمی کی وجہ سے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم سود میں ہی پھنستے چلے جاؤ۔

❖ امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ اس آیت "بما کنتم تعلمون الکتب وبما کنتم تدرسون" (آل عمران:۷۹) کی تفسیر میں فرمایا کرتے: یہی تو وہ مجالس ہیں جن میں دین کا گہرا علم یعنی فقہ لوگ حاصل کرتے ہیں۔

❖ امام عطاء بن رباح الخراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

مَجَالِسُ الذِّكْرِ هِيَ مَجَالِسُ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ كَيْفَ تَشْتَرِي وَتَبِيْعُ، وَتُصَلِّيْ وَتَصُوْمُ، وَتَنْكِحُ وَتُطَلِّقُ، وَتَحُجُّ وَأَشْبَاهُ هَذَا۔

ذکر کی مجالس دراصل حلال وحرام کی مجلسیں ہوا کرتی ہیں یعنی تم کیسے خریدو اور کیسے بیچو، کیسے نماز پڑھو اور کیسے روزے رکھو، کیسے شادی کرو اور کیسے طلاق دو اور کیسے تم حج کرو۔

یہی وہ حلقے ومجالس ہیں جنہیں جنت کے باغات کہا گیا ہے۔کیونکہ ان میں صرف قرآن وسنت کی بات ہوتی ہے۔

❖ نیز معاشرے کی ایک اہم ضرورت صحیح علماء وفقہاء کی بھی ہے۔ارشاد باری ہے۔

"وما كان المؤمنون لينفروا كافة فلولا نفر من كل فرقة طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم لعلهم يحذرون" التوبہ:۱۲۲

اہل ایمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ سب کے سب جہاد کیلئے نکل کھڑے ہوں بلکہ مسلمانوں کی ہر بستی وطبقہ میں سے کیوں نہیں ایک جماعت نکلتی جو دین میں تفقہ حاصل کرے۔اور جب وہ واپس پلٹے تو اپنی قوم کو ڈرائے شاید کہ وہ برائی سے بچے۔

Marfat.com

یہ آیت درج ذیل ہدایات دے رہی ہے:

- ❖ علم دین کا سیکھنا اور اس میں تفقہ حاصل کرنا امت مسلمہ کے بعض افراد پر اس طرح ضروری ہے جس طرح جہاد، دفاع وطن اور سرزمین کی ضروری ہے۔
- ❖ جس طرح قوم ووطن کے دفاع کے لئے طاقت اسلحہ اور مجاہدین کی ضرورت ہے اسی طرح دین اسلام کے لئے ایسے افراد کا ہونا ضروری ہے جو اس کا دفاع دلائل اور براہین سے کریں۔ مسلمان قوم کی بقاء اور عروج کے لئے یہ علم بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔
- ❖ آیات جہاد اور قتال کے بالکل درمیان اس آیت کو بیان کرنا معجزہ ہے جس کا انکشاف زمانہ حال میں ہو چکا ہے کیونکہ آج بہ نسبت اسلحہ کے فراوانی کے علم اور وار سٹریجی جانے اور کئے بغیر جنگیں لڑنا بیکار ہے۔
- ❖ اس آیت میں اہل ایمان کے دو ذمہ دار گروپ بتائے گئے ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کرنے والا اور دوسرا تفقہ فی الدین والا۔ تاکہ کچھ مومن جہاد فی سبیل اللہ کی تیاریوں میں لگے رہیں اور کچھ دین میں صحیح فقہ وفہم حاصل کرنے میں لگ جائیں۔ اس طرح اسلام کی عظمت وشان کی نگرانی مجاہدین کریں گے اور شریعت کی پاسبانی طلبہ دین۔ جس طرح مجاہد کا خیال حکومت کرتی ہے تاکہ وہ قوی وصحتمند اور ذہین رہے اسی طرح پاسداران شریعت کا خیال بھی حکومت کرے گی تاکہ وہ بھی دین کے ابلاغ میں قوی وصحتمند اور ہوشیار رہیں۔
- ❖ اس آیت میں لفظ فقہ سے مراد قرآن وحدیث کا علم ہی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہی تھی جو دین فہمی کا ایک منبع ومصدر تھی۔ رہا انذار، تو اسے آپ ﷺ یا تو قرآن کریم سے کرتے یا حدیث مبارک سے۔ اس لئے فقیہ کے لئے قرآن کے ساتھ صحیح وحسن حدیث کا علم ہونا بھی شرط ہے۔

Marfat.com

❖ "فقہ" علوم اسلامیہ میں سب سے زیادہ وسیع اور دقیق علم ہے۔ یہ ایک طرف قرآن و علوم قرآن، حدیث و متعلقات حدیث، اقوال صحابہ، اجتہادات فقہاء، جزئیات و فروع، مرجوح و غیر مرجوح اور امت کی واقعی ضروریات کے ادراک کے ساتھ زمانے کے بدلتے حالات کے تناظر میں دین کی روح کو ملحوظ رکھ کر تطبیق دینے کا نام ہے۔ دوسری طرف فقہ ایسا علم ہے جو طہارت و نظافت کے جزوی مسائل سے لے کر عبادات، معاملات، معاشرت، آداب و اخلاق اور ان تمام امور کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے، جن کا تعلق حلال و حرام اور اباحت و حرمت سے ہے۔

❖ فتاوی کا میدان فقہ سے زیادہ وسیع ہے؛ اس لیے کہ فتاوی میں ایمانیات و عقائد، فرق و ملل، تاریخ و سیرت، تصوف و سلوک، اخلاق و آداب، عبادات و معاملات، معاشرت و سیاسیات کے ساتھ قدیم و جدید مسائل کا حل، اصولی و فروعی مسائل کی تشریح و تطبیق وغیرہ جیسے امور بھی شامل ہوتے ہیں۔

فتوی کیا ہے؟

❖ فتوی کے لغوی معنی ہیں: کسی سوال کا جواب دینا، سوال خواہ شرعی یا غیر شرعی؛ لیکن بعد میں فتوی شرعی حکم معلوم کرنے کے معنی میں خاص ہوگیا۔ قرآن و حدیث میں فتوی، افتاء، استفتاء کے الفاظ متعدد مواقع پر وارد ہوئے ہیں۔ قرآن پاک میں سورہ یوسف آیت نمبر ۴۱، ۴۲، ۴۳، سورہ نمل آیت نمبر ۲۷ میں یہ الفاظ مطلق جواب حاصل کرنے کے لیے استعمال ہوئے ہیں، جب کہ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۲۷،۱۷۶ میں شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے اس کا استعمال ہوا ہے۔ مسند احمد کی حدیث ۱۷۳۱۳ (الاثم ما حاك في صدرك وان أفتاك الناس عنه) اور مسند دارمی کی حدیث ۱۵۹ (أجرؤكم على الفتيا أجرؤكم على النار) میں بھی فتوی کا لفظ مذکور ہے۔

❖ شریعت کی اصطلاح میں زندگی کے کسی بھی شعبہ سے متعلق پیش آمدہ مسائل میں دینی

Marfat.com

رہنمائی کا نام فتویٰ ہے، بالفاظِ دیگر کسی بھی مسلمان کو کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہو تو اس کے استفسار پر قرآن و حدیث اور ان سے اخذ کیے ہوئے اصول و تشریحات کی روشنی میں علمائے دین اور مفتیانِ کرام جو حکمِ شرعی بتاتے ہیں، اسی کا نام فتوی ہے۔

- ❖ فتوی کسی عالم یا مفتی کی ذاتی رائے کا نام نہیں کہ جس پر عمل کرنا ضروری نہ ہو؛ بلکہ فتوی قرآن و سنت کی تشریح کا نام ہے، جو ایک مسلمان کے لیے واجب العمل اور لائقِ تقلید ہے۔
- ❖ فقہاءِ دین بھی حقیقت حال کو جان کر اپنی دینی بصیرت سے بہرہ مند ہوں اور انذار کا ہنر اپنے درس و تدریس کے دوران آزمائیں۔ یہ بھی ایک ذمہ داری ہے جو اس آیت کی رو سے اللہ تعالیٰ نے فقہاءِ دین کو دی ہے۔
- ❖ افضل یہی ہے کہ فقہ اسلامی کو حاصل کرنے والے ذہین افراد ہوں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيْهٍ، وَرُبَّ حَامِلُ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ۔

بہت سے فقہ کے حامل غیر فقیہ یعنی ناسمجھ ہوتے ہیں اور کچھ ایسے بھی جو فقہ کو ایسے شخص کو منتقل کر دیتے ہیں جو اس حامل سے بھی زیادہ فقیہ اور سمجھ دار ہوتے ہیں۔

اس لئے امام شافعیؒ فرمایا کرتے:

كُلُّ الْعُلُومِ سِوَى الْقُرآنِ مَشْغَلَةٌ إِلاَّ الْحَدِيثُ وَعِلْمُ الْفِقْهِ فِي الدِّيْنِ الْعِلْمُ مَا كَانَ فِيهِ قَالَ حَدَّثَنَا وَمَا سِوَى ذَاكَ وَسْوَاسُ الشَّيَاطِينِ

قرآن و حدیث اور علم فقہ کے علاوہ باقی سب علوم ایک شغل ہیں۔ علم وہی ہے جس میں قال حدثنا ہو اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ شیطانی وساوس ہیں۔

فتوی کا تاریخی پس منظر

- ❖ دورِ رسالت مآب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود مفتی الثقلین تھے اور منصب

Marfat.com

افتاء پر فائز تھے۔آپ وحی کے ذریعہ اللہ تعالی کی طرف سے فتوی دیا کرتے تھے۔ آپ کے فتاوی (احادیث) کا مجموعہ،شریعتِ اسلامیہ کا دوسرا ماخذ ہے۔ہر مسلمان کے لیے اس پر عمل ضروری ہے اوراس سے سرِ مو انحراف کی اجازت نہیں۔آپ نے فتاوی کے ذریعہ ہر باب میں رہ نمائی کی ہے۔عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات وآداب وغیرہ میں آپ کے فتاوی مشعلِ راہ ہیں۔آپ کے عہدِ زریں میں کوئی دوسرا فتوی دینے والا نہیں تھا؛ البتہ آپ کبھی کبھی کسی صحابی کو کسی دور دراز علاقہ میں مفتی بنا کر بھیجتے تو وہ منصب افتاء وقضا پر فائز ہوتے اور لوگوں کی رہ نمائی کرتے۔ جیسے حضرت معاذ بن جبل ا کو آپ نے یمن بھیجا اور انھیں قرآن وحدیث اور قیاس واجتہاد کے ذریعہ فتوی دینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

❖ آپ کے بعد فتوی کی ذمہ داری کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے سنبھالا اور احسن طریقے سے انجام دیا۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو فتوی دیا کرتے تھے،اس کی مجموعی تعداد ایک سو تیس سے بھی زائد ہے،جن میں مرد بھی شامل ہیں اور عورتیں بھی؛ البتہ زیادہ فتوی دینے والے سات تھے: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ،حضرت علی رضی اللہ عنہ،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا،حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ،حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ،حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔

❖ اس کے بعد تعلیم وتربیت اور فقہ وفتوی کا سلسلہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے شاگردوں نے سنبھالا اور دل وجان سے اس کی حفاظت کر کے اسے اگلی نسلوں تک منتقل کیا۔صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں فتوحات ہوئیں، اسی وجہ سے وہ دور دراز علاقوں میں پھیل گئے؛ چناں چہ ہر جگہ ان کے شاگرد تیار ہوئے۔مدینہ میں حضرات سعید بن المسیب،عروۃ بن زبیر،عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ، قاسم بن محمد،سلیمان بن یسار،

Marfat.com

خارجہ بن زید، ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف رحمہم اللہ تعالی۔ ان حضرات کو فقہائے مدینہ یا فقہائے سبعہ کہا جاتا تھا۔ مکہ مکرمہ میں عطاء بن ابی رباح، عبدالملک بن جریج، علی بن ابی طلحہ۔ کوفہ میں ابراہیم نخعی، علقمہ، عامر بن شراحیل شعبی، بصرہ میں حسن بصری، یمن میں طاؤس بن کیسان، شام میں مکحول وغیرہ (رحمهم الله رحمة واسعة)۔ ان حضرات کے فتاوی مصنفات، سنن اور مسندات وغیرہ میں موجود ہیں۔

❖ امام ابوحنیفہ تابعین میں سے ہیں۔ آپ کی پیدائش کے وقت متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوفہ میں موجود تھے۔ آپ نے آٹھ صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت بھی فرمائی۔

(ردالمحتار، ج ۱، ص ۱۴۹)

❖ آپ استنباطِ مسائل میں حد درجہ احتیاط فرماتے تھے۔ آپ کے پاس علمائے کرام کی ایک جماعت جمع ہوتی اور اس میں ہر فن کے ماہرین ہوتے تھے، جو اپنے علم و فن میں کامل رسوخ کے ساتھ خدا ترسی، فرض شناسی وغیرہ اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔ خود امام صاحب اس جماعت کے صدر کی حیثیت سے شریک ہوتے۔ کوئی مسئلہ پیش آتا تو سب مل کر بحث و مباحثہ اور غور و خوض کرتے۔ جب سب علماء ایک بات پر متفق ہو جاتے تو امام ابوحنیفہ اپنے تلمیذِ خاص امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیتے کہ اس کو فلاں باب میں لکھ لو۔ اللہ تعالی نے آپ کو ایسے لائق شاگرد عطا فرمائے کہ جنھوں نے آپ کے علوم کو دنیا کے چاروں اطراف میں پھیلا دیا۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق یہ تعداد چار ہزار تک ہے؛ چناں چہ خلفائے عباسیہ کے دور سے لے کر گذشتہ صدی کے شروع ہونے تک اکثر اسلامی ممالک میں فقہِ حنفی قانونی شکل میں نافذ و رائج رہا۔

فتوی اور مفتی کی اہمیت و ذمہ داری

ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ قطعی حکم ملا ہے کہ اپنے قول و عمل (جس کو وہ

Marfat.com

انجام دینا چاہتا ہے) کے متعلق اگر اسے نہیں معلوم کہ خدائی قانون (شریعت) کہاں تک اس کی اجازت دیتا ہے، اور اجازت کی صورت میں اس کے کیا حدود و شرائط ہیں تو اپنے عقلی گھوڑے دوڑانے کے بجائے اس کے لیے لازم ہے کہ قانونِ الٰہی کے ان واقف کاروں و تجربہ کاروں سے رجوع کرے جن کو مسلم سماج میں اعتماد حاصل ہے، ان سے اپنے مسئلہ کی نوعیت بتلا کر حکمِ شرعی معلوم کر لے جس کو "استفتاء" کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں (سورۃ النساء ۵۹ اور ۸۳) اولو الامر کی طرف مراجعت اور ان کی اطاعت کو واجب اور ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ایک تفسیر کے مطابق اولو الامر سے مراد حضرات علماء و فقہاء ہیں۔ علامہ ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے حضرات جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہم سے نقل کیا ہے کہ اولوا الامر سے مراد علماء و فقہاء ہیں۔

(احکام القرآن)

اسی طرح بعض دیگر آیات سے بھی علماء کی اتباع اور شرعی احکام کو معلوم کرنے کے لیے ان کی طرف مراجعت کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے: فَاسْأَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ "سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم کو معلوم نہیں" (سورۃ النحل 43)۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ "اور راہ چل اس کی جو رجوع ہوا میری طرف" (سورۃ لقمان ۱۵)

❖ لہٰذا ان آیات کی روشنی میں علمائے کرام نے لکھا ہے کہ عام مسلمان پر ضروری ہے کہ جب کسی معاملہ میں دینی رہ نمائی مطلوب ہو تو حکمِ خداوندی معلوم کرنے کے لیے مفتیانِ کرام کی طرف رجوع کریں؛ جیسا کہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درپیش دینی معاملات میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے تھے اور جس طرح حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں دیگر صحابہ و تابعین فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم سے دینی مسائل میں رہ نمائی حاصل کرتے تھے۔

Marfat.com

❖ فتوی دینے کا منصب بہت اہم اور نازک ہے۔ فقہائے کرام اور مفتیان عظام کی وہ جماعت جنھوں نے خود کو استنباطِ احکام، استخراجِ مسائل کے لیے مختص کیا اور حلال و حرام کو معلوم کرنے کے لیے قواعد وضوابط مرتب کیے، وہ انبیائے کرام کے حقیقی وارث ہیں۔ (اَلعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الأَنبِيَاءِ)۔ (ترمذی)

❖ مفتی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی ذاتی زندگی میں متقی، پرہیز گار اور شریعت کا پابند ہو، ہر قابلِ ذکر مدرسہ فتویٰ دینے کے لیے ایسے ہی عالم کا انتخاب کرتا ہے، جو مذکورہ بالا صفات کا حامل ہوتا ہے۔ مفتی جو کچھ بھی فتویٰ دیتا ہے، اس میں پوری دیانت ملحوظ رکھتا ہے، وہ بحیثیت نائبِ رسول حکم شرعی کی نشاندہی کرنے والا ہوتا ہے۔ مفتی فتویٰ صادر کر کے کوئی نیا قانون نہیں بناتا، نہ وہ اس کی ذاتی رائے ہوتی ہے؛ بلکہ وہ تو صرف قانون اسلامی کی مقرر دفعہ کو بتلاتا ہے یا وضاحت کرتا ہے جو دفعات اپنے موقع پر کتب فقہ وفتاویٰ میں قرآن وحدیث سے ثابت ہوتی ہے؛ اس لیے اسلام کے جس قانون کو مفتی بتلاتا ہے، اس کا قرآن وحدیث اور کتب فقہ سے ثابت ہونا کافی ہے لہٰذا اگر کوئی شخص مستند فتوے پر طعن کرتا ہے تو درحقیقت وہ قانونِ اسلام کو نشانہ بنا رہا ہے۔

فقہ کا موضوع

فقہ کا موضوع مکلف یعنی بالغ، عاقل مسلمان کے افعال ہیں۔ جن کے کرنے یا نہ کرنے کا مطالبہ اس سے کیا گیا ہے۔ ان افعال کی حقیقت کیا ہے؟ فقہ اسلامی ہی اسے متعین کرتی ہے۔ مثلاً: ایک بالغ، عاقل مسلمان کے لئے نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا اور والدین کے ساتھ احسان کرنا فرض ہے اسی طرح غصب کرنا، چوری وملاوٹ کرنا یا والدین کے ساتھ بدسلوکی کرنا حرام کام ہیں۔ یا یہ ناپسند کیا گیا ہے جسے مکروہ کہتے ہیں کہ وہ بکثرت سوال یا مال ضائع کرے یا یاوہ گوئی کرے۔ یا وہ کام کرے جو مستحب وپسندیدہ ہے جیسے:

Marfat.com

فرض نماز کے بعد سنت یا نفل پڑھنا۔ یا یہ کام مباح ہے جس میں کرنے نہ کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے جیسے سیب کھانا، چائے پینا۔ یہی فقہ کا موضوع ہے۔

❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کو ایک انمول دولت سمجھتے تھے اور آپ کے فراق کو سب بڑی محرومی تصور کرتے تھے اور مضطرب ہو کر رویا کرتے تھے۔

زیر نظر کتاب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھ اصحاب کا تذکرہ مقصود ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں بھی فتویٰ دیا کرتے تھے اور وہ حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضی، حضرت عبداللہ ابن مسعود،، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہم ہیں ان میں سے ہر ایک جداگانہ حیثیت اور جداگانہ فضیلت کا حامل ہے ان کے تفصیل کو ان کے حالات کے زندگی کے ساتھ آئے گی۔

❖ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو آنکھیں محض اس لیے عزیز تھیں کہ ان کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوتا تھا' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الاداب المفرد میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک صحابی کی آنکھیں جاتی رہیں، لوگ عیادت کو آئے' انہوں نے کہا ان آنکھوں سے مقصود تو صرف رسول اللہ کا دیدار تھا۔ شواہد النبوۃ میں علامہ جامی علیہ الرحمن نے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وفاتِ کی خبر مؤذن رسول حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے سنی تو وہ اس قدر غمزدہ ہوئے کہ نابینا ہونے کی دعا مانگنے لگے کہ میرے حبیب کے بعد یہ دنیا میرے لیے قابل دید نہ رہی انہیں کے درشن کے لیے یہ نین تھے! آپ اسی وقت نابینا ہو گئے، لوگوں نے کہا تم نے یہ دعاء کیوں مانگی؟ فرمایا: لذت نگاہ تو آنکھوں میں ہے، مگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب میری آنکھیں کسی کے دیدار کا ذوق نہیں رکھتیں۔

❖ عشق زبانی دعویٰ کا نام نہیں بلکہ وہ ایک جذبہ ہے جو عاشق کو اپنے محبوب پر ہر شئے کو

Marfat.com

نثار کرنے پر ابھارتا ہے۔ عشق رسول ایک ایسی چاشنی ہے جو بھی اسے چکھ لیتا ہے۔ کفار کے روح فرسا مظالم' جلادانہ بے رحمی وسفاکی' دنیا بھر کی اذیتیں اس کے پائے استقامت کو متزلزل نہیں کر سکتے۔ عشق رسول کا مزہ پوچھنا ہو تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے دل سے پوچھئے جنہوں نے عشق کی راہ میں کیسے کیسے صدمات سہے، ریگستان عرب کی سخت تپتی ریت پر انہیں بار بار لٹایا جاتا اور ان کے اس سینہ پر جس میں محبت رسول کے ہزاروں چراغ جل رہے تھے کفار مکہ کی جانب سے وزنی پتھر رکھا جاتا اور ان پر کوڑے برسائے جاتے پھر بھی وہ محبتِ رسول ﷺ کے دامن کو نہیں چھوڑتے اور زبان حال سے یہ اعلان کرتے جاتے تھے:

میں مصطفی کے جامِ محبت کا مست ہوں
یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے
ظلم پر ظلم سہہ کر یہ بولے بلال' ظالمو یہ تمہارا غلط ہے خیال
دامن مصطفی ہاتھ سے چھوڑ دیں' اتنا کمزور ایماں ہمارا نہیں

❖ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے شریک حال حضرت عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر کو آگ کے دہکتے ہوئے انگاروں پر پیٹھ کے بل لٹایا جاتا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ سرور کائنات ﷺ اس دردناک منظر کو دیکھ کر فرماتے ہیں۔۔۔: یا نار کونی بردا و سلاما علی عمار کما کنت علی ابراھیم۔

اے آگ! عمار پر ایسی ٹھنڈی وسلامتی والی ہو جا جیسا کہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی (صفۃ الصفوۃ طبقات ابن سعد) آگ کے شعلے ماند پڑ جاتے ہیں۔

مکہ کی دھرتی پر اسلام کی پہلی شہیدہ حضرت بی بی سمیہ رضی اللہ عنہا کے خون کا ایک ایک قطرہ عشق حقیقی کی گواہی دے رہا ہے، حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کی جلی ہوئی پیٹھ یہ اعلان کرتی:

Marfat.com

اشک غم پیتے رہے دادِ وفا دیتے رہے
ہم چراغوں کی طرح جل کر ضیاء دیتے رہے

❖ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت عشق کی یہ تعریف کرتی ہے کہ عاشق وہ ہے جو ضرورت پڑنے پر راہ عشق میں اپنی جان نچھاور کرنے کو باعث افتخار سمجھے اور محبوب کا نام لیتے لیتے اپنی جان دیدے۔ جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر لٹکا کر لوہے کی کیل ٹھونک دی گئی۔ اس عاشق جاں نثار کے آخری کلمات یہ تھے: یا اللہ! کوئی ایسا شخص ہوتا جو تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرا آخری سلام پہنچا دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ تمنا پوری فرمائی، خبیب رضی اللہ عنہ کے مقام سولی سے سینکڑوں میل دُور مدینہ منورہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں اچانک کہتے ہیں وعلیك السلام یا خبیب رضی اللہ عنہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ خدا نے خبیب رضی اللہ عنہ کا سلام مجھے پہنچا دیا ہے۔ اس روایت کو علامہ جامی علیہ الرحمہ نے بھی شواہد النبوۃ میں نقل فرمایا ہے۔

❖ عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ روح پرور مناظر و واقعات ایک مومن کے لئے سامان ہدایت ہیں خصوصاً آج کے اس دور میں جب کہ مال اور متاع دنیا کی محبت غفریت بن کر انسانیت کے قلب و دماغ پر مسلط ہو چکی ہے۔ عاشقانِ رسول کی زندگیاں ہی ایک مومن کی روح و قلب کو تازگی بخشتی ہیں۔ اگر تاریخ عالم میں عشق و محبت کا کوئی حسین باب ہے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا باب ہے جنھوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا، مگر عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوہر آبدار کو داغدار ہونے نہ دیا۔ مارے گئے' آگ میں جلائے گئے قتل کئے گئے' سولی پر لٹائے گئے مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن کو نہیں چھوڑا، مگر عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت کو اپنے دل کی تجوری سے لٹانا گوارا نہیں کیا۔ ان کی زندگیاں یہ اعلان کر رہی ہیں:

Marfat.com

آتش عشق نبی ﷺ میں جل کے سکھ پانے کا نام
زندگی ہے آپ پر قربان ہوجانے کا نام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرز حیات ہم سے مطالبہ کر رہی ہے:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کرے

عشق نبی ﷺ کا یہ مضمون ہر زمانے میں لکھا جاتا رہا' لکھا جارہا ہے اور لکھا جاتا رہے گا' مگر آخر کار ہر کاتب کا قلم زبان حال سے کہتا:

ورق تمام ہوا اور ذکر باقی ہے
سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

سرور کون ومکان ﷺ سے عشق ومحبت کی داستیں رقم کرنے والے خوش نصیبوں میں یہ حضرات جو نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہری میں فتویٰ دیا کرتے تھے انہوں نے دین اسلام کے لئے کون سی مشکلات ہیں جو نہیں جھیلیں مگر ان کے پائے استقلال میں زرہ برابر بھی لغزش نہیں آئی زیر نظر کتاب میں ہم ان نفوس قدسیہ کے عشق ومحبت کی داستان رقم کرنے کی سعی کر رہے ہیں تو سب پہلے عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ جن خوش نصیبوں میں حضور سرور کون ومکان ﷺ کی زیارت سے اپنے قلوب واذہان کو منور فرما کر ایسا رتبہ پایا جو بعد میں کسی کو نہ مل سکا اور نہ مل سکے گا ان سے قبل صحابی رسول ﷺ کے بارے میں عرض کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

صحابی کی تعریف

صحابی وہ شخص جس نے بحالتِ ایمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر وفات پائی، اگرچہ درمیاں میں ارتداد پیش آ گیا ہو۔ (النخبۃ الفکر، ص:ص ۸۱)

صحابی لفظ واحد ہے، اس کی جمع صحابہ ہے۔ مذکر کے لئے صحابی کی اصطلاح استعمال

Marfat.com

کی جاتی ہے جبکہ مؤنث واحد کے لئے صحابیہ اور جمع کے لئے صحابیات کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

صحابی کی اصطلاحی تعریف

صحابی کے اصل معنی ساتھی اور رفیق کے ہیں؛ لیکن یہ اسلام کی ایک مستقل اور اہم اصطلاح ہے۔

اصطلاحی طور پر صحابی کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جنہوں نے بحالت ایمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور ایمان ہی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے ہوں۔ (القاموس الفقہی، باب حرف الصاد: ج ۱، ص ۲۰۷)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ برگزیدہ جماعت کے ذریعہ اسلام کا تعارف بھی کرادیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور سنت کو عام کیا گیا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو الگ رکھ کر ان کو عام انسانوں کی طرح خاطی و عاصی تصور کر کے غیر معتبر قرار دیا جائے گا تو اسلام کی پوری عمارت ہی منہدم ہو جائے گی نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت معتبر رہے گی نہ قرآن اور اس کی تفسیر اور حدیث کا اعتبار باقی رہے گا کیونکہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ من جانب اللہ ہم کو عطاء کیا ہے وہ ہم تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی معرفت پہنچا ہے خود معلم انسانیت رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جاں نثار اطاعت شعار صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اوّل اوّل، زبان رسالت سے اللہ تعالیٰ کی آیات کو ادا ہوتے سنا تھا اور کلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سماعت کی تھی پھر دونوں کو دیانت وامانت کے ساتھ اسی لب ولہجہ اور مفہوم ومعانی کے ساتھ محفوظ رکھا اور بحکم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو دوسروں تک پہنچایا کیونکہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تبلیغ کا مکلف بنایا تھا اور فرمایا.. بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃً (بخاری و مسلم) میری جانب سے لوگوں کو پہنچا دو اگرچہ ایک آیت ہی ہو۔

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دربار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درسگاہ نبوت میں حاضری کا مکلف ایک خاص حکم کے ذریعہ بنایا تھا کہ ہر وقت ایک بااعتماد جماعت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اسلام سیکھنے کیلئے حاضر رہے اس لئے کہ کب کوئی آسمانی حکم اور شریعت کا کوئی قانون عطا کیا جائے، لہٰذا ایک جماعت کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری لازمی تھی اور ان کو بھی حکم تھا کہ جو حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں موجود نہیں ہیں ان تک ان نئے احکام اور آیات کو پہنچائیں۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (سورہ توبہ:۱۲۲)

اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت وعقیدت کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی محبت نہیں ہوسکتی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کئے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کا تصور محال ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس انداز میں زندگی گزاری ہے وہ عین اسلام اور اتباع سنت ہے اور ان کے ایمان کے کمال وجمال، عقیدہ کی پختگی، اعمال کی صحت و اچھائی اور صلاح وتقویٰ کی عمدگی کی سند خود رب العالمین نے ان کو عطا کی ہے اور معلم انسانیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول پاک سے اپنے جاں نثاروں کی تعریف وتوصیف اور ان کی پیروی کو ہدایت وسعادت قرار دیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی انسان تھے ان سے بھی بہت سے مواقع پر بشری تقاضوں کے تحت لغزشیں ہوئی ہیں لیکن لغزشوں، خطاؤں،

Marfat.com

گناہوں کو معاف کرنے والی ذات اللہ کی ہے اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اضطراری، اجتہادی خطاؤں کو صرف مِعاف ہی نہیں کیا بلکہ اس معافی نامہ کو قرآن کریم کی آیات میں نازل فرما کر قیامت تک کیلئے ان نفوس قدسیہ پر تنقید وتبصرہ اور جرح وتعدیل کا دروازہ بند کردیا اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے ایمان کی صداقت اور اپنی پسندیدگی کی سند بھی بخشی ہے اس کے بعد بھی اگر کوئی فرد یا جماعت صحابہ کرام پر نقد وتبصرہ کی مرتکب ہوتی ہے تو اس کو علماء حق نے نفس پرست اور گمراہ قرار دیا ہے ایسے افراد اور جماعت سے قطع تعلق ہی میں خیر اور ایمان کی حفاظت ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت (خواہ کبار صحابہ ہوں یا صغار صحابہ رضی اللہ عنہم) عدول ہے اس پر ہمارے ائمہ سلف اور علماء خلف کا یقین وایمان ہے۔ قرآن کریم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق آیات پر ایک نظر ڈالئے پھر ان کے مقام ومرتبہ کی بلندیوں کا اندازہ لگایئے اس کے بعد بھی اگر کسی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص کی جرأت کی ہے تو اس کی بدبختی پر کفِ افسوس ملئے۔

قرآن مجید میں مقام صحابہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام اور ان کی حیثیت کو خود اللہ تعالی نے بیان فرمایا ہے، جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ صحابہ کرام اللہ کی منتخب کردہ ایک جماعت ہیں، ان کی صفات کا تذکرہ گزشتہ انبیاء کی کتابوں میں بھی بیان کیا گیا ہے، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں، اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنت کی خوشخبری بھی سنادی:

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ

پھر وارث بنایا ہم نے کتاب کا ان لوگوں کو جن کا ہم نے اپنے بندوں میں سے انتخاب کیا.. الخ۔

Marfat.com

''الکتاب'' یعنی قرآن مجید کے پہلے وارث بالیقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جن کے بارے میں آیتِ مبارکہ گواہی دیتی ہے کہ وہ اللہ کے منتخب بندے ہیں؛ پھر بعض مقامات پر ان منتخب بندوں کو سلامِ خداوندی سے بھی نوازا گیا، ارشاد ہے:

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى آللّٰهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ

اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ فرما دیجئے کہ تعریفات سب اللہ کے لیے ہیں اور سلام ہو ان بندوں پر جن کو اللہ نے منتخب فرمایا۔

حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اور سفیان ثوری سے روایت ہے کہ اس آیت میں منتخب بندوں سے مراد ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ'' ہیں۔ (التفسیر المظہری: ۷/ ۱۲۴)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دل ہیں، تم انہیں دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں (غرض) اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں، ان کی علامتیں سجدہ کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں، یہ ہیں ان کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں... الخ۔ (الفتح: ۲۹)

اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ اُن کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی زبردست کامیابی ہے۔ (التوبہ: ۱۰۰)

اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت عطا فرمائی اور ایمان کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا، کفر و فسق (گناہِ کبیرہ) عصیان (گناہِ صغیرہ) سے تم کو نفرت عطا کی، ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل و انعام سے راہِ راست پر ہیں۔ (الحجرات: ۷)

Marfat.com

ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان کو اپنے فیضِ غیب سے مضبوطی عطا فرمائی۔ (المجادلہ:۲۲)

احادیث پاک میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام

زبانِ رسالت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منتخب ہونے کی خوشخبری دی گئی، جن میں سے چند احادیث کا ترجمہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ سِوَی النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَقَالَ فِیْ اَصْحَابِیْ کُلُّھُمْ خَیْرٌ۔ (مجمع الزوائد:۱۰/۱۶)

اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کے بعد ساری دنیا سے میرے صحابہ کو منتخب فرمایا اور فرمایا: میرے سب ہی صحابہ بھلائی والے ہیں۔

"اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَ لِیْ اَصْحَابِیْ الخ"۔ (الفتح الکبیر ج:۳۲۲۴)

اللہ نے میرا انتخاب فرمایا اور میرے لیے میرے صحابہ کا انتخاب فرمایا۔

"خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ"۔ (بخاری: ح ۲۴۴۸)

لوگوں میں بہترین میرے قرن والے ہیں؛ پھر وہ جو ان کے بعد ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے: "قرنی" سے مراد صحابہ ہیں، نیز بخاری میں باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (کتاب الفضائل ۷/۳) میں ہے: بُعِثْتُ فِیْ خَیْرِ الْقُرُوْنِ بَنِیْ آدَمَ۔ ابن آدم کے سب سے بہتر لوگوں کے درمیان مجھے بھیجا گیا ہے۔

اسی لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امت کے سب سے افضل افراد تھے، جو دل کے اعتبار سے بہت نیک، علم کے لحاظ سے

Marfat.com

سب سے پختہ اور تکلفات کے اعتبار سے سب سے زیادہ دور رہنے والے تھے۔

(رزین، مشکوٰۃ:۱/۳۲)

حافظ ابن عبدالبر نے ''الاستیعاب'' اور علامہ سفارینی نے ''شرح الدرۃ المضیئہ'' میں لکھا ہے کہ جمہورِ امت کی رائے کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ہیں۔ (مقدمۃ الاستیعاب تحت الاصابۃ:۱/۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق امت مسلمہ کو ہدایت

قرآن کریم میں اور احادیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح وثناء کی گئی اور ان کو جنت کی بشارت دی گئی اور اسی کے ساتھ امت کو ان کے ادب واحترام اور ان کی اقتداء کا حکم بھی دیا گیا ہے، ان میں سے کسی کو برا کہنے پر سخت وعید بھی فرمائی ہے، ان کی محبت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، ان سے بغض کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض قرار دیا گیا ہے:

''خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ''۔

(مسلم:ح ۴۶۰۰)

میرے عہد کے مسلمان بہترین مسلمان ہیں پھر ان کے بعد آنے والے پھر ان کے بعد آنے والے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ۔

(مسلم:ح ۴۶۱۰)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا نہ کہو؛ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرو تو وہ ان کے ایک مد بلکہ اس کے نصف خرچ کرنے کے

Marfat.com

برابر بھی نہیں ہوسکتا۔

ایک اور روایت میں آپ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهَ اللهَ فِي أَصْحَابِي اللهَ اللهَ فِيْ أَصْحَابِي لَاتَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ وَمَنْ آذَى اللهَ يُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ۔

(ترمذی: ح ۳۷۹۷)

لوگو! میرے صحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے بعد ان کو نشانہ نہ بناؤ، جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے درحقیقت مجھ سے بغض رکھا، جس نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو اذیت پہچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی اور جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی قریب ہے کہ اللہ تعالی اس کو پکڑ لے۔ سعید بن زید سے مروی ہے: خدا کی قسم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہونا جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہوجائے غیر صحابہ سے ہر شخص کی عمر بھر کی عبادت وعمل سے بہتر ہے اگرچہ اس کو عمر نوح (علیہ السلام) عطا ہوجائے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد

ابوزرعہ رازی کا قول ہے کہ آپ کی وفات کے وقت جن لوگوں نے آپ کو دیکھا اور آپ سے حدیث سنی ان کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ (تجرید: ۳)

Marfat.com

جن میں مرد اور عورت دونوں شامل تھے اور ان میں ہر ایک نے آپ سے روایت کی تھی۔ (مقدمہ اصابہ:۳)

ابن فتحون نے ذیل استیعاب میں اس قول کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ابوزرعہ نے یہ تعداد صرف ان لوگوں کی بتائی ہے جو رواۃ حدیث میں تھے، لیکن ان کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جو تعداد ہوگی وہ اس سے کہیں زیادہ ہوگی۔ (مقدمہ اصابہ:۳)

بہر حال اکابر صحابہ کے نام ان کی تعداد اور ان کے حالات تو ہم کو صحیح طور پر معلوم ہیں، لیکن ان کے علاوہ ہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحیح تعداد نہیں بتا سکتے، اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ خود صحابہ کے زمانہ میں مشاغل دینیہ نے صحابہ کو یہ موقع نہ دیا کہ وہ اپنی تعداد کو محفوظ رکھیں۔ (مقدمہ اسد الغابہ:۳)

اس کے علاوہ اکثر صحابہ صحرا نشین بدوی تھے، اس لیے ایسی حالت میں ان کا گمنام رہنا ضروری تھا۔ (مقدمہ اصابہ:۴)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر نبی کو اس کی امت میں سے سات نقیب دیئے گئے تھے اور مجھے چودہ (۱۴) دیئے گئے ہیں جو یہ ہیں: (۱) حضرت علی المرتضی (۲) حضرت امام حسن (۳) حضرت امام حسین (۴) حضرت جعفر (۵) حضرت حمزہ (۶) حضرت ابوبکر صدیق (۷) حضرت عمر فاروق (۸) حضرت مصعب بن عمیر (۹) حضرت بلال (۱۰) حضرت سلمان فارسی (۱۱) حضرت عمار (۱۲) حضرت عبداللہ بن مسعود (۱۳) حضرت مقداد (۱۴) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم۔ (ترمذی، مستدرک عن علی بن ابی طالب)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مبارک زمانہ ابتدائے بعثت سے شروع ہو کر پہلی صدی کے آخر تک ختم ہو گیا اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معجزانہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

Marfat.com

فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةٍ لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ۔ (بخاری:۵۶۶)

جو لوگ آج روئے زمین پر موجود ہیں ان میں سے سو سال کے بعد کوئی باقی نہ رہے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عین دین کی بنیاد ہیں، دین کے اول پھیلانے والے ہیں، انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دین حاصل کیا اور ہم لوگوں تک پہنچایا، یہ وہ مبارک جماعت ہے کہ جس کو اللہ جل شانہ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت کے لیے چنا اور اس بات کی مستحق ہے کہ اس مبارک جماعت کو نمونہ بنا کر اس کا اتباع کیا جائے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جسے دین کی راہ اختیار کرنی ہے تو ان کی راہ اختیار کرے جو اس دنیا سے گزر چکے ہیں اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ ہیں جو اس امت کا افضل ترین طبقہ ہے قلوب ان کے پاک تھے، علم ان کا گہرا تھا، تکلف اور بناوٹ ان کے اندر نہیں تھی، اللہ جل شانہ نے انھیں اپنے نبی کی صحبت اور دین کی اشاعت کے لیے چنا تھا، اس لیے ان کی فضیلت کو پہچانو ان کے نقش قدم پر چلو اور طاقت بھر ان کے اخلاق اور ان کی سیرتوں کو مضبوط پکڑو، اس لیے کہ وہی ہدایت کے راستے ہیں۔ (مشکوٰۃ: ج ۱۹۳)

انسان کے فرائض میں سب سے مقدم اور سب سے اہم فرض یہ ہے کہ اخلاق انسانی کی اصلاح کی جائے، علم اور فن، تہذیب وتمدن، صنعت وحرفت تمام چیزیں دنیا میں آئیں اور آتی رہیں گی؛ لیکن انسانیت کو تہذیب سے آراستہ کرنا بہت ضروری تھا اس لیے دنیا میں جب سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو بھیجا گیا تو اسی ذمہ داری کے ساتھ بھیجا گیا پھر ان کے بعد آنے والے بڑے بڑے پیغمبر اسی سلسلے کو یعنی تہذیب نفوس کو آگے بڑھاتے رہے اس کے بعد سب سے آخر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام کمالات کا مجموعہ بنا کر بھیجا گیا

Marfat.com

اور پھر اعلان کر دیا گیا کہ

:اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔(المائدہ:۳)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کر لیا۔

اب انسانوں کے اخلاق سدھارنے کے لیے قیامت تک کوئی نیا نبی آنے والا نہیں ہے، اگر کوئی انسان نبی کریم ﷺ کے اخلاق کا مطالعہ کرنا چاہے یا آپ کی تربیت کا انداز دیکھنا چاہے، آپ کے اقوال وافعال اور اعمال کا نمونہ دیکھنا چاہے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت ہے، صحابہ کرام کی زندگیوں کا مطالعہ ایمانی کیفیت کو بڑھاتا ہے، زندگی کے اصول سکھاتا ہے، عقائد، عبادات، معاشرت اور معاملات انسان کے درست ہوتے ہیں، سنت اور بدعت کی پہچان ہوتی ہے۔ اس زمانے کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ صحابہ کرام کی مقدس زندگی کو دنیا کے سامنے اس طرح پیش کیا جائے جس سے لوگوں میں شوق عمل پیدا ہو اور اس مثال کو پیش نظر رکھ کر لوگ خود بخود اپنے عقائد و اعمال کی طرف مائل ہوں۔ (ترمذی)

جناب نبی کریم ﷺ کی پاک زندگی کو پہچاننے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی زندگی معیار ہو سکتی ہے کیونکہ یہی وہ مقدس جماعت ہے جس نے براہ راست حضور اکرم ﷺ سے استفادہ کیا اور آپ کی نبوت کی روشنی بغیر کسی پردہ اور بغیر کسی واسطے کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر پڑی ان میں جو ایمان کی حرارت اور نورانی کیفیت تھی وہ بعد والوں کو میسر آنا ممکن نہ تھی، اس لیے قرآن کریم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت کی تقدیس وتعریف فرمائی ہے اور جماعت صحابہ کو مجموعی طور پر ''رضی اللہ عنھم و رضو عنہ'' فرمایا یعنی

Marfat.com

اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم راستہ پانے والے اور راستہ دکھانے والے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں کسی ایک کی بھی تنقیص وتحقیر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص وتحقیر ہے کیونکہ یہ صحبت نبوت کی تنقیص وتحقیر ہے اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ان کو میرے بعد ہدف ملامت نا بنالینا۔ پس جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی۔ اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سراپا ادب اور پیکر تقویٰ

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُم عِندَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اِمْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُم لِلتَّقْوٰی لَھُم مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ۔

(سورہ الحجرات: ۳)

بیشک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے خالص کر دیا ہے ان لوگوں کیلئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کفر و گناہوں سے محفوظ رہنا

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرَّاشِدُوْنَ

(سورۃ الحجرات: ۷)

اور جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اگر بہت سے کاموں میں تمہاری بات مان لیا کریں تو تم پر مشکل پڑے لیکن اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کی (تحصیل) کو تمہارے دلوں میں
مرغوب کر دیا اور کفر و فسق اور عصیان سے تم کو نفرت دیدی ایسے ہی
لوگ اللہ کے فضل اور انعام سے راہ راست پر ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عبادت کے خوگر اور رحمدل تھے

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَه اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِنَ اللهِ وَرِضْوَاناً سِيْمَاهُم فِي وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (سورہ فتح:۲۹)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں اور اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں ان کی (عبدیت) کے آثار سجدوں کی تاثیر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔

قرآن مجید کی بہت سی آیتوں میں اس کی تصریحات ہیں جن میں چند آیات اسی سورۃ میں آچکی ہیں:

لَقَدْ رَضِيَ اللهُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اور، اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا۔

انکے علاوہ بہت سی آیات میں یہ مضمون مذکور ہے:

يَوْمَ لاَ يُخْزِي اللهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْ مَعَه وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اِتَّبَعَهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرَ

اور سورہ حدید میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا ہے:

Marfat.com

وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى

یعنی ان سب سے اللہ تعالیٰ نے حسنیٰ کا وعدہ کیا ہے پھر سورہ انبیاء میں حسنیٰ کے متعلق فرمایا انَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنا الْحُسْنٰى اولئك عَنهَا مُبْعَدُوْنَ یعنی جن لوگوں کیلئے ہماری طرف سے حسنیٰ کا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے وہ جہنم کی آگ سے دور رکھے جائیں گے۔

ہر مشکل کا حل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع میں ہے

آج ہم مسلمانوں کو عالمگیر سطح پر مشکلات کا سامنا ہے ہر محاذ پر ناکامی اور پسپائی ہے دشمنان اسلام متحد اور اسلام کو مٹانے پر متفق ہیں مسلمانوں پر طرح طرح سے الزامات اور بہتان تراشی ہو رہی، پوری دنیا میں اسلام کے تصور کو خراب کرنے اور مسلمانوں کو بدنام کرنے میں میڈیا سرگرم ہے یورپ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کی لہر چل رہی ہے ہم ایک خطرناک اور نازک دور سے گزر رہے ہیں ان حالات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثالی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے ان پاکیزہ نفوس کو بھی ان حالات کا سامنا تھا بلکہ بعض اعتبار سے آج کے حالات سے زیادہ خطرناک صورتِ حال تھی مکہ میں ابتلاء و آزمائش کے شدید دور سے گزرتے تھے تعداد بھی کم تھی اور وسائل بھی نہیں، حدیبیہ میں یہودیوں اور منافقوں کی فتنہ انگیزیاں اور سازشیں تھیں، مشرکین مکہ کے حملے اور یہودی قبائل سے لڑائیاں تھیں پھر دائرہ وسیع ہوا تو قیصر روم اور کسریٰ کے خطرناک عزائم تھے ان سب حالات کا مقابلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس حکمت عملی اور صبر و استقامت سے کیا وہی تاریخ ہم کو دہرانی پڑے گی، اس لئے ضروری ہے کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ کریں ان کو اپنا رہنما و مقتدا جان کر اِس محبت و عقیدت سے ان کی پیروی کریں کہ ان کا ہر عمل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمارے لئے معیار حق اور مشعل راہ ہیں ان کی شان میں کسی قسم کی گستاخی گوارہ نہیں ان کی عظمت شان کی بلندیوں تک کسی کی رسائی نہیں عصر حاضر میں ان حضرات کی پیروی گذشتہ صدیوں کے مقابلہ میں

Marfat.com

زیادہ ضروری اور اہم ہے اور کامیابی کا تصور اس کے بغیر ممکن نہیں۔

ہر مسلمان کو اپنے دل و دماغ میں یہ بات راسخ کر لینی چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس اصلِ دین اور آپ ﷺ سے محبت شرطِ ایمان ہے۔ جس دل میں آپ ﷺ کی محبت نہیں، وہ ویران ہے۔ مطالع المسرات میں ہے کہ حضور ﷺ سے محبت، رب العزت سے محبت کے لیے شرط اول ہے۔ ہر ذی شعور انسان پر یہ بات عیاں ہے کہ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں محبت رسول ﷺ کا غلبہ رہا، تب تک عزت و تمکنت اور فتح و عروج ان کا مقدر رہی اور سرکش اقوام ان کے زیر نگیں رہیں۔ لیکن جب یہ تعلق اور رشتہ کمزور ہوا تو مسلمانوں کا عروج، زوال میں تبدیل ہو گیا۔ حتیٰ کہ آج مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''جس نے میری محبت کا دعویٰ کیا اسے چاہیے کہ وہ آپ ﷺ کی اتباع کرے''۔

رسول اکرم ﷺ کے جاں نثاروں کا عمل یہی رہا ہے۔

نبی کریم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔'' (صحیح البخاری)

ایک بار رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں سچا مومن کب بنوں گا؟''

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تو جب اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا''

اُس نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! میری محبت اللہ تعالیٰ سے کب ہوگی؟''

آپ ﷺ نے فرمایا ''جب تو اس کے رسول ﷺ سے محبت کرے گا'' صحابی نے عرض کیا ''اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے میری محبت کب ہوگی؟''

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جب تو ان کے طریقے پر چلے گا، اور ان کی سنت کی پیروی کرے گا، اور ان سے محبت کرنے والوں کے ساتھ محبت کرے گا اور ان سے بغض رکھنے والوں کے ساتھ بغض رکھے گا، اور کسی سے محبت کرے تو ان کی وجہ سے کرے، اور اگر کسی سے عداوت رکھے تو ان کی وجہ سے رکھے۔''

خاکپائے درچشت
علامہ مفتی محمد فیاض چشتی

❖❖❖❖❖

Marfat.com

1-حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تعارف

حضرت عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن عبداللہ بن رزاح ابن عدی بن کعب بن لوئی بن غالب قرشی عدوی، ابوحفص امیر المومنین رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام. حنتمہ ایک قول کے مطابق حیثمہ یہ زیادہ مشہور ہے اور صحیح پہلا نام ہے؛ حنتمہ بنت ہاشم ابن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم، حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی کنیت ابوحفص رکھی حضرت حفصہ آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سب سے بڑی ہیں، آپ کا لقب فاروق ہے بالاتفاق، کہا گیا ہے کہ یہ پہلا لقب ہے جو حضور نبی کریم ﷺ نے عطا فرمایا، اسے ابن سعد نے حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

(عمدۃ القاری: ج۱۶، ص۲۶۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے (خواب میں) خود کو جنت میں دیکھا تو وہاں ابوطلحہ کی بیوی رمیصا کو دیکھا اور میں نے چلنے کی آہٹ سنی تو میں نے پوچھا یہ کس کے قدموں کی آواز ہے؟ جواب ملا یہ بلال ہے اور میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک نوجوان عورت تھی میں نے پوچھا یہ کس کا مکان ہے؟

فَقَالَ عمر بأمی وَأبی یَا رَسُول الله أعلیك أغار؟

جواب ملا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا میں نے ارادہ کیا کہ اندر داخل ہو کر اسے دیکھوں لیکن تمہاری غیرت یاد آ گئی۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان یارسول اللہ ﷺ! کیا میں آپ ﷺ سے غیرت کروں گا؟ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا کہ خود کو جنت میں دیکھا تو وہاں ایک مکان کے کسی گوشتے میں ایک عورت کو وضو کرتے ہوئے پایا۔ میں نے پوچھا کیا یہ مکان کس کا ہے؟ جواب دیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مجھے ان کی غیرت یاد آ گئی اس لئے الٹے پاؤں لوٹ آیا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ کیا میں آپ ﷺ پر غیرت کرسکتا ہوں۔ (بخاری)

اخْبَرَنِیْ حَمْزَۃُ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ شَرِبْتُ یَعْنِی اللَّبَنَ حَتّٰی اَنْظُرَ اِلَی الرِّیِّ یَجْرِیْ فِیْ ظُفُرِیْ اَوْ فِیْ اَظْفَارِیْ ثُمَّ نَاوَلْتُ عُمَرَ فَقَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَہٗ قَالَ الْعِلْمَ

حضرت حمزہ بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں سو رہا تھا کہ دورانِ خواب میں اتنا دودھ پیا جس کی تازگی میرے ناخنوں سے بھی ظاہر ہونے لگی، پھر بچا ہوا میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا لوگوں نے عرض کی اس دودھ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا علم مراد ہے۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ بے شک حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خواب مین مجھے دکھایا گیا کہ میں ایسے کنویں سے ڈول کے ساتھ پانی نکال رہا ہوں جس پر چرخی لگی ہوئی ہے پھر ابو بکر آئے اور انہوں نے ایک یا دو ڈول نکالے لیکن کمزوری کے ساتھ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے ان کے بعد عمر بن خطاب آئے تو وہ ڈول چرس (بڑا ڈول) بن گیا اور میں نے کسی بھی جوان مرد کو اس طرح کام

Marfat.com

کرتے نہیں دیکھا یہاں تک کہ تمام لوگ جانوروں کو سیراب کر کے ان کو ٹھکانے پر لے گئے۔(بخاری)

محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں گفتگو کر رہی تھیں، آپ سے بہت زیادہ باتیں کر رہی تھیں اور گفتگو بھی خوب اونچی آواز سے کر رہی تھیں جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور فوراً پردے میں چلی پھر رسول اللہ ﷺ مسکرانے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے دندان مبارک کو تبسم ریز رکھے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں ان عورتوں پر حیران ہوں جو میرے پاس تھیں کہ جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو پردے میں چھپ گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ زیادہ حق دار ہیں کہ آپ ﷺ سے ڈریں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے نہیں ڈرتی عورتوں نے جواب دیا ہاں آپ رسول اللہ ﷺ سے سخت گیر اور سخت دل ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابن خطاب! اس بات کو چھوڑو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، جب شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتے دیکھتا ہے تو تمہارے راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔(بخاری)

قَالَ عَبْدُ اللهِ مَازِلْنَا أَعِزَّةً مُنْذُ أَسْلَمَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم ہمیشہ غالب رہے جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایمان اسلام کی تقویت کا باعث

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے مکہ کی طاغوتی طاقتوں پر یک دم سکتہ طاری ہوگیا لیکن اسلام کی قلوب واذہان کو مسخر کرنے والی قوتیں اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز معجزوں کا ظہور کرنے والی تھیں، ادھر اسلام کی اِس بڑھتی ہوئی طاقت وسطوت کو دیکھ کر جہاں کفار پریشان کن صورت حال سے دوچار تھے وہاں وہ اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے ناکام جدوجہد میں مصروف عمل تھے، ادھر کفار اپنی ناکام سعی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوشاں تھے تو دوسری طرف چند روز میں عالم کفر کی ایک عدیم المثال شخصیت حضور نبی کریم ﷺ کے حضور دست بستہ حاضر کو سر تسلیم خم کرنے والی تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ اپنے جانثاروں کی طاقت کو بڑھانے کی سعی جمیل اور اللہ تعالیٰ سے امداد ونصرت کی طلب میں رطب اللسان تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں نوجوان عمر کو مذہب سے خصوصا قریب کے مذہب شرک وبت برستی سے کوئی خاص لگاؤ نہ تھا۔ لیکن قریش کے دین اور معاشرے میں کسی انقلابی تبدیلی کے خواہاں بھی نہ تھے۔ بلکہ رائج الوقت معاشرتی نظام کو برقرار رکھنے کے حامی تھے۔ اپنے عزیز زید بن عمرو کے برعکس انہیں کبھی مذہب خدا، عاقبت وغیرہ کے متعلق سوچا تک نہ تھا۔ مروجہ زندگی جیسی تھی ویسے کی بنیاد پر ایک خوش باش نوجوان کی طرح اس پر مطمئن تھے۔ لیکن قضا وقدر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ عمر بن خطاب کا نام دنیا کے عظیم ترین انسان کی فہرستوں میں لکھا جاسکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی دینی امامت کا کام لینا تھا ان کی بھرپور جوانی کا زمانہ تھا اور اپنے عمر کے ستائیسویں سال میں تھے۔

حضور ختم الرسل ہادی کل کی صدائے توحید نے مکہ کی منجمد اور پتھریلی فضا میں ایک ایسی ہلچل مچادی کہ لات وعزی، ہبل اور دوسرے بتوں اور جھوٹے خداؤں کی خدائی پر کاری ضرب لگی۔ لا الہ الا اللہ کی کفر توڑ صدا کے قریش کے مفدات اور پیشوائیت پر کاری

Marfat.com

ضرب لگائی اور وہ بوکھلا اٹھے۔خاص کر بڑے قبائل نے اسلام کے پیغام کو اپنے اقتدار کے لئے بڑا خطرہ سمجھتے ہوئے اسلام کو مٹانے کی ناکام سعی میں مصروف کار ہو گئے۔

حضرت عمر کا قبیلہ عرب کے قبائل میں کوئی بڑا قبیلہ نہ تھا کہ ان کو اپنے قبیلے کے تسلط کو خطرہ نظر آتا تاہم وہ بھی مشرکین مکہ کی دیکھا دیکھی اسلام لانے والوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے لگے۔اکا دکا جو بھی مسلمان ہتھے چڑھ جاتا اس پر اپنے من کی بھڑاس نکال لیتے۔

ان کے اپنے خاندان کی ایک لونڈی بسینہ نے اسلام قبول کر لیا اب اس بیچاری پر عمر ظلم وستم کی مشق کرنے لگے جب مار مار کر تھک جاتے تو ستانے لگتے اور کہتے یہ نہ سمجھو کہ میں نے تم پر رحم کرتے ہوئے تم کو چھوڑا ہے ذرا ستا لوں پھر تیری خبر لیتا ہوں اس پر اس لونڈی نے کہا: اے عمر اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو ہمارا پروردگار تم کو اسی طرح سزا دے گا۔عمر کو اس کمزور اور بے بس لونڈی کے صبر واستقلال اور ایمان کے محکم ہونے پر حیرت ضرور ہوئی ہوگی اور وہ سوچتے ہوں گے کہ آخر اس نئے عقیدے اور دین میں ایسی کیا بات ہے جس نے معاشرے کے اس کمزور اور نچلے طبقے کو ایسا لوہا لاٹھ بنا دیا کہ کسی بھی قسم کے جبر وتشدد اور ایذا رسانی ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ لا سکی۔نہ ہی عمر اور نہ ہوئی کوئی دوسرا قریشی سردار ظلم وستم اور لالچ دے کر کسی کو سلام سے برگشتہ کر سکا۔نہ نشہ کسی ترشی شے سے اترنے والا نہ تھا اور یکے بعد دیگرے ایسے واقعات رونما ہو رہے تھے جس نے عمر کے موروثی عقائد کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں اور ان کے کے شرح صدر کا کام کیا۔

ایک روز خطاب کا جوشیلا نوجوان بیٹا عمر جو قوی ہیکل بلند قامت بے باک مزاج ۲۶ سالہ نوجوان تھا گوشہ تنہائی میں بیٹھا ہوا اپنے اردگرد وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا بغور جائزہ لے رہا تھا، اسے اس بات پر سخت حیرت ہو رہی تھی کہ تنہا ایک آدمی کی دعوت نے سارے ماحول کو (بظاہر) پراگندہ کر دیا ہے مکہ کی (بظاہر) پرامن فضا میں (بظاہر) عداوت کی چنگاریاں سلگنے لگی ہیں۔(بظاہر) گھروں کی باہمی محبت ایک دوسرے سے

Marfat.com

نفرت میں تبدیل ہورہی ہے خاندانی رفاقتیں رقابتوں میں تبدیل ہونے لگی ہیں، باپ بیٹے سے نفرت کرتا دکھائی دیتا ہے تو بیٹا باپ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے بھائی بھائی کا دشمن نظر آتا ہے تو بیٹی ماں سے نفرت کرتی دکھائی دے رہے الغرض جس طرف دیکھو یہی حالت نظر آرہی ہے، جن بتوں کی صدیوں سے پوجا ہورہی تھی اب ان کی بے بسی اور بے کسی کے افسانے ہر کس وناکس کی زبان پر عام ہیں، ہمارے آباؤ واجداد کی دانش مندی کی قسمیں کھائی جاتی تھیں، اب انہیں گمراہ اور احمق کہا جارہا ہے، عمر اور تجربہ میں چھوٹے لوگ بڑوں پر پھبتیاں کستے دکھائی دیتے ہیں یہ تصویر کا ایک رخ تھا جب کہ دوسرا رخ یہ تھا کہ ہر طرح کی ستم ظریفی، سختی، کے باوجود ایک ہستی کی دعوت میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے اور جو ان کی دعوت کو قبول کرتا ہے پھر اس پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیئے جائیں اس دعوت سے روگردانی مشکل تر بلکہ ناممکن ہوجاتی ہے وہ سسک سسک کر جان تو دے دیتے ہیں مگر اپنے داعی کا دامن چھوڑنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے، یہی وہ حالات تھے جن کی وجہ سے عمر کی طبیعت میں ایک عجیب سی ہیجانی تھی، بالآخر عمر نے سوچا کہ اگر ان حالات پر قابو نہ پایا گیا تو ہمارا یہ عظیم اور مقدس معاشرتی نظام دھڑام سے زمین بوس ہوجائے گا، جو لوگ اس سلسلہ میں کوئی موثر کردار انجام دے سکتے ہیں انہیں کوئی جلدی فیصلہ کن قدم اٹھانا چاہیے ورنہ پانی سر سے گزر جائے گا۔

طویل غور وخوض کے بعد یہ عمر اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس بڑھتی ہوئی (بظاہر) بے چینی پر قابو پانے کی ایک ہی صورت ہے اس شخص کی زندگی کا چراغ ہی گل کردیا جائے جس کی وجہ حالات اس نہج تک پہنچ چکے ہیں، لیکن سوچا کہ اس انتہائی کام کے لئے کون مائی کا لال اس ذمہ داری کو نبھائے گا، گرد وپیش کے جس نوجوان کا انتخاب کرتے کہ فلاں نوجوان یہ کام سرانجام دینے کے قابل ہے پھر خود ہی اس کی تردید کردیتے بالآخر ان کی نظر گھوم پھر کر اپنی ذات پر ٹھہر گئی کیونکہ انہیں اپنی سخت جانی، شجاعت اور استقلال مزاجی پر پورا بھروسہ تھا،

Marfat.com

اورانہیں اپنے عقائد ونظریات کے وابستگی کی پختگی اور بتوں سے انتہائی قلبی عقیدت تھی، اس کے علاوہ اپنے معاشرتی نظام کو بچانے کا جوجذبہ ان کے رگ وپے میں رچا ہوا تھا وہ اب بجلی کی طرح دوڑ رہا تھا اورانہیں اس راہ میں قربانی کے لئے آمادہ کررہا تھا، اب وہ اپنے میں وہ دم خم محسوس کرنے لگے جوسارے بنو ہاشم کے غم وغصہ کے طوفان کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہوسکتا تھا۔

آخر اپنی جوشیلی طبیعت اور جاہلی عصبیت کے تحت یہ فیصلہ کرلیا کہ اس نے دین کے بانی محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خاتمہ کرکے قریش اور دوسرے قبائل عرب کو بچالیا جائے نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

آخر طویل سوچ وبچار کے بعد واس اس انتہائی نازک مہم کو سر کرنے کے اپنی تلوار اپنے گلے میں لٹکا کر گھر سے نکلا، سورج اپنی تمازت سے ماحول کو انتہائی گرم کئے ہوئے تھا اور عین دوپہر کا وقت، سورج کی حدت، گرم لو، جسم کو جھلسا رہی تھے، لیکن جذبات کے ہاتھوں مجبور عمران تمام چیزوں سے بے خبر اپنے مشن کی تکمیل میں آگے بڑھ رہا تھا۔

دوسری طرف اس داعی حق کے ماننے والے اپنے دینی امور کی انجام دہی کے طریقوں کو اپنے سینوں میں محفوظ کرنے میں مصروف تھے انہیں نہ تو گرمی کی حدت اپنے مشن سے روک پارہی تھی اور نہ دشمن کی سختیاں ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش دینے میں کامیاب ہورہی تھیں بلکہ جوں جوں دشمن کی سختیاں بڑھتی جارہی تھیں اور دشمن کے ستم میں اضافہ ہورہا تھا اسی طرح ان کے پائے استقلال میں مزید پختگی آرہی تھی۔

راستہ میں ایک قریشی نوجوان نعیم بن عبداللہ سے ملاقات ہوگئی نعیم مسلمان ہوچکے تھے لیکن ابھی تک انہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا تھا، عمر کے تیور اور انداز کو دیکھ کر ان سے صبر نہ ہوسکا پوچھا عمر کدھر کا ارادہ ہے، عمر نے بڑی رعونت سے جواب دیا کہ اس شخص کا سر قلم کرنے کے لئے جارہا ہوں جس نے میرے شہر کے سکون کو تہہ وبالا کردیا ہے، اور گھر

Marfat.com

گھر نفرت کے انگارے دہکا دیئے ہیں، نعیم نے کہا! عمر اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کرنے کے بعد بنی ہاشم تمہیں جینا رہنے دیں گے تو تم سخت غلط فہمی پر ہو اس پر عمر سیخ پا ہو گئے اور کہا کہ لگتا ہے تو بھی اپنے دین سے پھر گیا ہے۔ عمر کے تیور دیکھ کر نعیم نے کہ: ادھر بعد میں جانا پہلے اپنے گھر کی خبر تو لو، تیری بہن اور تیرا بہنوئی سعید بن زید اسی نبی کا کلمہ پڑھتے ہیں۔

نعیم بن عبداللہ نے عمر کا رخ موڑنے اور اپنے نبی کو اس کے ستم سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک راز سے پردہ اٹھا دیا کیونکہ ابھی تک عمر کی بہن اور بہنوئی نے اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا تھا تاہم وہ اسلام کی مقدس تعلیم سے اپنے سینوں کو منور کرنے میں شب و روز کوشاں تھے۔

یہ خبر سن کر عمر کے اوسان خطا ہو گئے، آگے بڑھنے کی بجائے اپنے بہنوئی کے گھر کا رخ کیا، وہاں پہنچ کر کواڑ کے ساتھ کان لگا کر سننے کی کوشش کی تو کسی کلام کے پڑھنے کی آواز سنائی دی، زور سے دروازے پر دستک دی، اندر سے آواز آئی کون؟ کڑک کر کہا خطاب کا بیٹا عمر، دروازہ کھولو، جب اہل خانہ نے عمر کی آواز سنی تو سہم گئے ان اوراق کو احتیاط سے سنبھال کر رکھ دیا جن پر قرآن کریم کی آیات لکھی تھیں، ہمشیرہ نے جا کر دروازہ کھولا، اپنی بہن کو دیکھتے ہی عمر غضبناک ہو کر گرجے، اے اپنی جان کی دشمن مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تم مرتد ہو گئی ہو، اپنا آبائی مذہب چھوڑ دیا ہے اور نیا مذہب قبول کر لیا ہے، ہاتھ کے میں سوٹی تھی اس سے بہن کو پیٹنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ ان کے سر سے خون جاری ہو گیا، پھر اپنے بہنوئی سعید بن زید کو مار مار کر لہولہان کر دیا، جب عمر مار مار کر تھک گئے اور دست درازی کی تمام حدود سے تجاوز کر گئے تو بہن نے شیرنی کی طرح گرج کر کہا۔

ایک روایت میں ہے کہ عمر یہ سن کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین خود ان کے اپنے خاندان میں نقب لگا چکا تھا۔ وہ یہ سوچ کر پہلے اپنی بہن اور بہنوئی کو ٹھیک کر لوں۔ پھر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں سوچوں کا چنانچہ سیدھے اپنی بہن کے

Marfat.com

گھر پہنچے اندر سے کسی قرأت کی آواز آرہی تھی غصے سے دروازہ پیٹا آواز دی عمر کی آواز پہنچان کر اہل خانہ پر دہشت طاری ہوگئی۔ مشہور صحابی حضرت خباب بن الارت حضرت فاطمہ بنت خطاب اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما کو سورت طہ پڑھا رہے تھے۔ عمر کی آمد پر وہ چھپ گئے۔ عمر نے اندر جاتے ہی بہن اور بہنوئی سے پوچھا کہ تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟ انہوں نے کچھ نہیں کہہ کر ٹالنا چاہا اس پر عمر دھاڑے کہ مجھ پتہ چل گیا ہے کہ تم دونوں نے اپنے آبائی دین کو چھوڑ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین اختیار کرلیا ہے اور یہ بات ناقابل برداشت ہے۔ یہ کہہ کر وہ اپنے بہنوئی سعید بن زید پر پل پڑے اور انہیں بری طرح زدوکوب کیا انہیں زمین پر گرا کر ان کے سینے پر چڑھ بیٹھے شوہر کو اس طرح پٹتے دیکھ کر حضرت فاطمہ بنت خطاب نے آگے بڑھ کر انہیں بچانا چاہا تو عمر نے اپنی بہن فاطمہ کو بھی مارا وہ زخمی ہوگئی سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا اس پر ایک شیرنی کی طرح عمر انہوں نے چیخ کر اور جوش وجذبہ سے کہا ہاں ہم نے اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین قبول کرلیا ہے اب ہم اسے ہرگز ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ اور بہن نے اے بھائی! جتنا تیرا جی چاہے مجھے مار لے، میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردے لیکن یہ بات کان کھول کر سن لے، جس باپ کا خون تیری رگوں میں ہے میں بھی اسی کی بیٹی ہوں جس ماں کے دودھ کی تاثیر تیرے اندر ہے میں نے بھی اسی ماں کا دودھ پیا ہے، میں اپنا دین کسی قیمت پر چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں، سارا جسم خون سے لت پت ہے سر کے زخموں سے خون رس رہا ہے اس حالت میں یہ جرأت مندانہ جواب سن کر عمر کا دل پسیج گیا اور یہ سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ وہ بہن جو کل تک میرے سایہ سے ڈرتی تھی آج اس میں یہ بے باکی یہ جرأت کیسے آگئی، عمر نے کہا اچھا پھر مجھے وہ صحیفہ دکھاؤ جو تم پڑھ رہی تھیں، بہن نے بے دھڑک جواب دیا کہ تم مشرک ہو، نجس ہو ناپاک ہو، تم اس صحیفہ کو ہاتھ نہیں لگا سکتے اگر تمہیں شوق ہے تو پہلے غسل کر کے اپنے آپ کو پاک کرو تب میں تمہیں وہ صحیفہ پڑھنے کے لئے دوں گی، عمر خاموشی سے اٹھے غسل

Marfat.com

کیا پھر ان کی بہن فاطمہ نے وہ صحیفہ انہیں دیا، کھولا تو سامنے سورۃ طٰہٰ تھی پڑھنا شروع کیا، ابھی چند آیتیں ہی تلاوت کی تھیں کہ اس کی تاثیر سے سنگ خارہ سے بھی سخت تر دل پانی پانی ہوگیا، آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے بے چین ہو کر پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بگڑی سنوارنا چاہتا ہوں۔

عمر بے اختیار پکار اٹھے واہ: کیسا عمدہ، پاکیزی اور بلند پایہ کلام ہے! عمر کی زبان سے یہ استعجابی جملہ سن کر حضرت خباب بن الارت اپنی چھپنے کی جگہ سے نکل کر عمر کے سامنے آگئے اور کہا اے عمر! مجھے امید ہے کہ اللہ نے تمہارے بارے میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول کر لی ہے کیونکہ میں نے کل یہ انہیں تمہارے لئے دعا فرماتے ہوئے سنا کیونکہ یہ سب کچھ یوں ہی نہیں ہو رہا بلکہ اس کے پس پردہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کی تاثیر تھی جو ایک روز قبل حضور سرور کون ومکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کریم ورحیم پروردگار کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر مانگی تھی۔

اللھم اعز الاسلام باحب الرجلین الیك بعمر ابن الخطاب او بعمرو ابن ھشام

اے اللہ! ان دو آدمیوں عمر بن خطاب اور عمرو بن ہشام (ابوجہل) میں سے جو تمہیں زیادہ پسند ہے اس سے دین کو عزت عطا فرما۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اللھم اید الاسلام بعمر

اے اللہ عمر کو مشرف باسلام کر کے اسلام کی مدد فرما۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نرالے ہی انداز ہیں جسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے مانگا وہ جان کا دشمن بن کر جان لینے کے لئے آرہا ہے۔

Marfat.com

یا یوں کہیے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کے دامن کرم سے وابستہ کرنا تھا وہی جان کا دشمن بن کر اس دامن کرم کو چاک کرنے کے ناکام ارادے سے گھر سے نکلا ہے۔

یا یوں کہئے کہ اللہ تعالیٰ نے عمر کی تقدیر کو بدلنے کے لئے کیسا انداز اختیار فرمایا کہ گھر سے تو نکلے نے مارنے مگر لوٹے ان کی زلفوں کے قیدی بن کر

حقیقت میں اس مقبول دعا کی کمند عمر جیسے سخت دل، دشمن اسلام کو کشاں کشاں رحمت للعالمین ﷺ کے دربار میں لا رہی تھی، حضور ﷺ اس وقت دار ارقم میں اپنے جانثاروں کے پاس تشریف فرما تھے، دروازہ بند تھا، اس پر دستک دی، کسی نے کواڑ کے سوراخ سے دیکھا کہ باہر عمر کھڑا ہے، ننگی تلوار گلے میں لٹک رہی ہے صحابہ جھجکے، دروازہ کھولیں یا نہ کھولیں، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ موجود تھے فرمایا مت ڈرو دروزاہ کھول دو اگر عمر اندر داخل ہو کر بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کے آداب کو بجا لائے گا تو ہم ادب واحترام سے اسے خوش آمدید کہیں گے اور اگر اس کی نیت میں ذرا بھی فتور ہوا تو اسی کی تلوار اس سے اس کا سر اڑا دیا جائے گا۔

حضور رسول کرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

افتحوا له فانه ان يرد به خيرا يهده

دروازہ کھول دو اللہ تعالیٰ نے اس کی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو اس کو ہدایت دے دے گا۔

چنانچہ دروازہ کھولا گیا دو آدمیوں نے حضرت عمر کو دونوں بازوؤں سے پکڑ لیا یہاں تک کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے قریب پہنچ گیا حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو، صحابہ نے اسے چھوڑ دیا حضور نبی کریم ﷺ اٹھے اور عمر کی چادر کو پکڑ کر اسے زور سے جھٹکا دیا اور فرمایا:

اسلم يا ابن الخطاب اللهم اهد قلبه اللهم اهد عمر بن

Marfat.com

الخطاب اللهم اعز الدين بعمر الخطاب اللهم اخرج ما فی صدور عمر من غل وابدله ايمانا

اے عمر اسلام قبول کر لے، اے اللہ! اس کے دل کو ہدایت کے نور سے روشن کر دے اے اللہ! عمر بن خطاب کو ہدایت عطا فرمایا، اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعہ دین کو عزت بخش، اے اللہ! عمر کے سینہ میں اسلام کی جو عداوت ہے اس کو نکال دے اور اس کو ایمان سے تبدیل فرما دے۔

عمر نے بڑی عاجزی کے ساتھ عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں ایمان لانے کے لئے ہی حاضر ہوا ہوں۔ اور حضرت عمر کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے عرض کی:

اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

جب حضور نبی کریم ﷺ نے یہ سنا تو نعرہ تکبیر بلند کیا، حضور نبی کریم ﷺ کے نعرہ کے بعد تمام صحابہ کرام نے اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ سارے مکہ کی گلیاں اور فضائیں اس نعرے سے گونج اٹھیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں نے اسلام قبول کیا تو میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی:

يا رسول الله السنا على الحق ان متنا وان حيينا

یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں خواہ ہم مریں یا زندہ رہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم حق پر ہو خواہ تم مرو یا زندہ رہو۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کی:

فَفِيْمَ الْخِفَاء یارسول الله عَلامَ نُخْفِي ديننا ونحن على الحق وهم على الباطل

"اے اللہ کے رسول! پھر ہم کیوں چھپتے ہیں، ہم اپنے دین کو کیوں چھپاتے ہیں حالانکہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں"۔

توحضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے عمر! ہماری تعداد کم ہے اور تم دیکھتے ہو کہ جو کفار ہمارے ساتھ برتاؤ کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ!

والذی بعثك بالحق نبيا لا يبقى مجلس جلست فيه بالكفر الا جلست فيه بالايمان

اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے تمام وہ مجلسیں جن میں میں کفر کی حالت میں بیٹھا کرتا تھا اب مسلمان ہونے کے بعد اس سب میں بیٹھوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

پھر ہم دار ارقم سے نکلے دو قطاریں بنا کر ایک قطار کے آگے آگے میں تھا اور دوسری قطار کے آگے اگے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے یہاں تک کہ ہم مسجد حرام میں داخل ہوئے جب قریش نے ہمیں اس حالت میں دیکھا تو ان پر کوہ والم ٹوٹ پڑا میں نے اپنے ایمان کی خبر کو مشتہر کرنے کے لئے جمیل بن معمر کو اطلاع دی، اس نے شور مچا دیا کہ خطاب کا بیٹا صابی ہو گیا، یعنی اپنے آبائی دین کو چھوڑ دیا۔

حضرت صہیب جو سابقین الاولین میں سے ہیں، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان کے واقعات یوں بیان کرتے ہیں۔

Marfat.com

لما اسلم عمر قال یا رسول اللہ ﷺ لا ینبغی ان یکتم ھذا الدین اظھر دینك وخرج ومعه المسلمون ولا عمر امامھم معه سیف ینادی لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ حتی دخل المسجد وقالت قریش لقد اتاکم عمر مسرورا مارواءك یا عمر قال ورائی لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ فان تحرك احد منکم لا مکنن سیفی منه ثم تقدم امامه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یطوف ویحمیه حتی فرغ من وطوافه (ابن ماجہ)

جب حضرت عمر اسلام لے آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب یہ مناسب نہیں کہ اس دین کو چھپایا جائے، حضور اپنے دین کو ظاہر فرمایئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کی معیت میں دارارقم سے باہر تشریف لائے، حضرت عمر اپنی تلوار لئے آگے آگے چل رہے تھے اور بلند آواز سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ورد کر رہے تھے یہاں تک کہ مسجد حرام میں داخل ہوئے قریش نے دیکھ کر کہا آج عمر بڑا خوش خوش آرہا ہے انہوں نے پوچھا عمر کیا خبر ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ورائی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، خبر یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، خبردار اگر تم میں سے کسی نے ہلنے کی کوشش کی ورنہ میں اپنی تلوار سے تمہیں گھائل کردوں گا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے آگے چلتے رہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طواف فرمایا، آپ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرتے رہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف سے فارغ ہوگئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ تاریخ اسلام کا ایک عظیم ترین واقعہ ہے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لما اسلم عمر قال جبرئیل للنبی ﷺ یا محمد لقد استبشر اھل السماء باسلام عمر

جب حضرت عمر نے اسلام قبول کیا تو جبرئیل علیہ السلام حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے سے آسمان کے سارے رہنے والوں نے بڑی مسرت کا اظہار کیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا تذکرہ یوں کیا:

کان اسلام عمر عزا وھجرتہ نصرا وامارتہ رحمۃ واللہ ما استطعنا ان نصلی حول البیت ظاھرین حتی اسلم عمر

(ابن ابی شیبہ، طبرانی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام باعث عزت، ہجرت باعث نصرت، خلافت باعث رحمت تھی، بخدا ہماری طاقت نہ تھی کہ ہم ظاہری طور ہر کعبہ کے صحن مین نماز ادا کر سکیں، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

(مواہب اللدنیہ: ج ۱، ص ۲۷۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے تین بعد ایمان لے آئے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بعثت مصطفیٰ ﷺ کے دوسرے سال ایمان لے آئے یہ محققین علماء کا قول ہے تو اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعثت مصطفیٰ ﷺ کے دوسرے سال ایمان لے آئے۔

اس قول کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے انتالیس مرد ایمان لا چکے تھے آپ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے چالیس کا عدد پورا ہوگیا، اس سے معلوم ہوتا ہے آپ رضی اللہ عنہ ہجرت کے دوسرے سال ایمان لے آئے،

Marfat.com

بعض علماء کا خیال ہے کہ بعث کے چھٹے سال اسلام قبول کیا جب حبشہ کی طرف پہلی ہجرت مکمل ہو چکی تھی۔

ابن ابی خیثمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لقد رایتنی وما اسلم مع رسول اللہ ﷺ الا تسعة وثلاثون وکملتهم اربعین

میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے ساتھ صرف انتالیس آدمی اسلام لا چکے تھے، اور میں نے ایمان لا کر چالیس کا عدد مکمل کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے چالیس کی تعداد پوری ہوگئی تو حضرت جبریل امین علیہ السلام یہ آیت کریمہ لے کر نازل ہوئے:

قال فیه فنزل جبرئیل وقال یا ایها النبی حسبك الله و من اتبعك من المومنین

حضرت عمر کے ایمان لانے کے بعد جبریل یہ آیت لے کر نازل ہوئے، اے نبی! کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ اور وہ مومن جو آپ کی پیروی کرتے ہیں۔

سیرت نگاروں کے اسلام کے اس عظیم مجاہد اور حضور نبی کریم ﷺ کی مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے واقعہ کو بڑی اہمیت دی اور دینی بھی چاہیے تھی کیونکہ یہ اسلام میں ایک عمدہ اور شاندار اضافہ تھا اور عالم کفر کے لئے یہ ایک دھچکا تھا جس کے کفر کے ایوانوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اوپر بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہجرت کے دوسرے سال ایما[illegible]ے آ[illegible]ے تاہم بعض سیرت نگاروں نے ان کے اسلام لانے کا سال نبوت کا چھٹا سا[illegible] قرار دیا۔ [illegible]۔ تاہم حقائق اور قرائن یہی بتاتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ

Marfat.com

عنہ نبوت کے دوسرے سال ایمان لے آئے۔

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ تابوت پر رکھا گیا تو لوگوں کا جمگھٹا ہوگیا آپ کا جنازہ اٹھنے سے پہلے لوگ دعائیں مانگتے اور نمازیں پڑھتے رہے اور میں بھی ان میں تھا۔ اچانک ایک شخص نے میرا کندھا پکڑ لیا اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تھے پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے رحمت کی اور فرمایا: آپ کے بعد ایسا کوئی شخص نہیں جو مجھے آپ رضی اللہ عنہ کے برابر محبوب ہو کہ وہ خدا کی بارگاہ میں آپ رضی اللہ عنہ جیسے عمل کر کے لے جائے۔ خدا کی قسم، میں تو یہی گمان کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جناب کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا اور میں نے یہ اس لئے خیال کیا کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو بارہا فرماتے ہوئے سنا کہ میں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ایک ساتھ تھے۔ میں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما داخل ہوئے، میں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما باہر نکلے تھے۔ (بخاری)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ کہنا کہ میں نبی پاک ﷺ سے اکثر سنا کرتا تھا کہ میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اندر داخل ہوئے، میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما باہر نکلے ان تین مقدس ہستیوں کے کمال مرتب کو ظاہر کرتا ہے بلاشبہ دنیا میں ہمہ وقت ایک ساتھ رہنے والے یہ مقدس لوگ قبر میں بھی اکٹھے ہیں اور بلاشبہ جنت میں بھی ایک ساتھ ہوں گے

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے میں نے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے وفات پا جانے کے بعد میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسا نیک اور سخی نہیں دیکھا گویا یہ خوبیاں تو آپ کی ذات پر ختم ہوگئی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد اپنی مدت خلافت

Marfat.com

میں سب سے زیادہ دین میں جدو جہد کرنے والے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک ایک آدمی نے حضور نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے؟ عرض کی میرے پاس تو کوئی عمل نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا: تم ان کے ساتھ ہو جس سے محبت رکھتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اتنا کسی چیز نے خوش نہیں کیا جتنا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان نے کیا کہ تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ سے محبت کرتا ہوں اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے لہٰذا میں امید رکھتا ہوں کہ ان کی محبت کے باعث ان حضرات کے ساتھ رہوں گا اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں ہیں۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ یعنی بنی اسرائیل میں ایسے لوگ بھی ہوا کرتے تھے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام فرمایا جاتا تھا حالانکہ وہ نبی نہ تھے اگر ان میں سے میری امت کے اندر کوئی ہے تو وہ عمر ہے۔ (بخاری)

زمانہ جاہلیت میں اکثر لوگ شراب کے رسیا اور نشے کے عادی تھے۔ اس لیے اسلام نے بعض دیگر احکام کی طرح شراب کی حرمت بھی تدریجاً بیان فرمائی۔ ذیل میں تفصیلاً احکامات اور آخر میں اس کی شرعی سزا بتائی جا رہی ہے۔ شراب کی حرمت کی آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر نے کہا یا اللہ تو اس کا واضح بیان فرما ان پر سورۃ بقرہ کی یہ آیت (یسئلونک عن الخمر) الخ، نازل ہوئی حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کو بلوایا گیا اور انہیں یہ آیت پڑھ کر سنائی گئی لیکن

Marfat.com

حضرت عمر نے پھر بھی یہی دعا کی کہ یا اللہ اسے ہمارے لئے اور زیادہ صاف بیان فرما اس پر سورۃ نساء کی آیت (یا ایھا الذین امنوا لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکاری) الخ، نازل ہوئی اور ہر نماز کے وقت پکارا جانے لگا کہ نشے والے لوگ نماز کے قریب بھی نہ آئیں حضرت عمر کو بلوایا گیا اور ان کے سامنے اس آیت کی بھی تلاوت کی گئی آپ نے پھر بھی یہی دعا کی یا اللہ ہمارے لئے اس کا بیان اور واضح کر اس پر سورۃ مائدہ کی آیت (انما الخمر اتری)، جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ آیت بھی سنائی گئی اور جب ان کے کان میں آیت کے آخری الفاظ (فھل انتم منتھون) پڑے تو آپ بول اٹھے: انتھینا انتھینا ہم رک گئے ہم باز آئے ملاحظہ ہو مسند احمد، ترمذی اور نسائی وغیرہ، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ میں بھی روایت ہے لیکن اس کا راوی ابو میسرہ ہے جن کا نام عمر بن شرحبیل ہمدانی کوفی ہے، ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ ان کا سماع حضرت عمر سے ثابت نہیں واللہ اعلم۔ امام علی بن مدینی فرماتے ہیں اس کی اسنا صالح اور صحیح ہے امام ترمذی بھی اسے صحیح کہتے ہیں ابن ابی حاتم میں حضرت عمر کے (انتھینا انتھینا) کے قول کے بعد یہ بھی ہے کہ شراب مال کو برباد کرنے والی اور عقل کو خبط کرنے والی چیز ہے یہ روایت اور اسی کے ساتھ مسند کی حضرت ابوہریرہ والی اور روایتیں سورۃ مائدہ کی آیت (انما الخمر) کی تفسیر میں مفصل بیان ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ، امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خمر ہر وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھانپ لے اس کا پورا بیان بھی سورۃ مائدہ میں ہی آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ، میسر کہتے ہیں جوے بازی کو گناہ اس ان کا وبال اخروی ہے اور فائدہ صرف دنیاوی ہے کہ بدن کو کچھ نفع پہنچے یا غذا ہضم ہو یا فضلے برآمد ہوں یا بعض ذہن تیز ہو جائیں یا ایک طرح کا سرور حاصل ہو جیسے کہ حسان بن ثابت کا جاہلیت کے زمانہ کا شعر ہے شراب پی کر ہم بادشاہ اور دلیر بن جاتے ہیں، اسی طرح اس کی خرید و فروخت اور کشید میں بھی تجارتی نفع ممکن ہے ہو جائے۔ اسی طرح جوئے بازی میں ممکن ہے جیت ہو جائے، لیکن ان فوائد کے مقابلہ میں

Marfat.com

نقصانات ان کے بکثرت ہیں کیونکہ اس سے عقل کا مارا جانا، ہوش وحواس کا بیکار ہونا ضروری ہے، ساتھ ہی دین کا برباد ہونا بھی ہے، یہ آیت گویا شراب کی حرمت کا پیش خیمہ تھی مگر اس میں صاف صاف حرمت بیان نہیں ہوئی تھی اسی لئے حضرت عمر کی چاہت تھی کہ کھلے لفظوں میں شراب کی حرمت نازل ہو، چنانچہ آخر کار سورۃ مائدہ کی آیت میں صاف فرما دیا گیا کہ شراب اور جوا اور پانسے اور تیر سے فال لینا سب حرام اور شیطانی کام ہیں، اے مسلمانو اگر نجات کے طالب ہو تو ان سب سے باز آجاؤ، شیطان کی تمنا ہے کہ شراب اور جوئے کے باعث تم میں آپس میں عداوت وبغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے کیا اب تم ان شیطانی کاموں سے رک جانے والے بن جاؤ گے؟ اس کا پورا بیان انشاء اللہ سورۃ مائدہ میں آئے گا، مفسرین تابعی فرماتے ہیں کہ شراب کے بارے میں پہلے یہی آیت نازل ہوئی، پھر سورۃ نساء کی آیت نازل ہوئی پھر سورۃ مائدہ کی آیت اتری اور شراب مکمل طور پر حرام ہوگئی۔

شراب نوش کی شرعی سزا

❖ کوڑوں کی سزا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی کرنے والے کیلئے (اسی) ۸۰ کوڑوں کی سزا مقرر فرمائی ہے۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا۔ قد شرب الخمر جس نے شراب پی رکھی تھی۔ (فجلدہ بجریدتین نحو اربعین) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دو ٹہنیوں کے ساتھ چالیس مرتبہ مارا۔ (صحیح مسلم، ص ۷۱ جلد ثانی کتاب الحدود)

❖ جلاوطنی: صحاح ستہ کی معتبر کتاب سنن نسائی ص ۳۳۰ جلد ثانی کتاب الاشربہ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں شراب نوشی کرنے والے ایک شخص کو جلاوطن کر دیا تھا۔

❖ شراب نوش کو قتل کرنا: حضرت عبداللہ بن عمر اور کئی دوسرے صحابہ کرام بیان فرماتے

Marfat.com

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (من شرب الخمر فاجلدوہ ثم ان شرب فاجلدوہ ثم ان شرب فاجلدوہ ثم ان شرب فاقتلوہ) "جو شخص شراب نوش کرے اسے کوڑے مارو، پھر پیئے تو کوڑے مارو، پھر پیئے تو کوڑے مارو، اگر پھر پیئے تو (اسلامی عدالت) اسے قتل کی سزا دے۔" (سنن نسائی ص ۳۲۸ جلد ثانی کتاب الاشربہ)

❖ عمر رضی اللہ عنہ کو محض عام مسلمانوں کے حالات کی فکر دامن گیر نہ ہوتی تھی، بلکہ وہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی معاملات میں بھی مفید مشورے پیش کرتے۔ امہات المومنین رات کے وقت قضاے حاجت کو نکلتیں تو حجاب نہ ہونے کی وجہ سے پہچانی جاتیں۔ حضرت عمر نے مشورہ دیا، آپ کے پاس برے بھلے ہر طرح کے لوگ آتے ہیں، اگر اپنی ازواج کو حجاب کا کہہ دیں تو بہتر ہے۔ ان کے مشورہ دینے کے بعد آے آیۂ حجاب نازل ہوئی۔

❖ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایۂ ناز کتاب "تاریخ الخلفاء" میں درج فرمائی ہیں۔ ان آیات کو "موافقات عمر" کہا جاتا ہے، چند آیات بینات کا تذکرہ یہاں کیا جارہا ہے۔ ملاحظہ ہو:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بنالو" (سورۃ البقرہ۔ ۱۲۵) بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرمِ کعبہ میں مقام ابراہیم کو دیکھ کر بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ "کاش! ہم لوگ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالیتے" تو اس کے بعد ہی یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں آپ کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ آپ کو جو خیال آیا اور آپ کے دل میں جو تمنا پیدا ہوئی، ٹھیک اسی کے موافق و مطابق قرآن پاک کی آیت نازل ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اور جب تم (امہات المؤمنین) سے کوئی سامان مانگو تو

Marfat.com

پردے کے باہر سے مانگو" (سورۃ الاحزاب۔ ۵۳)

❖ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اسلام قبول کئے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینہ پر تین دفعہ اپنا دست اقدس مارا اور (ہر مرتبہ) آپ نے ارشاد فرمایا: "اے اللہ! عمر کے سینہ میں جو "سابقہ عداوتِ اسلام کا اثر ہے" اسے نکال دے اور اس کی جگہ ایمان ڈال دے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات تین مرتبہ دُہرائے۔ (حاکم، طبرانی)

❖ بعض ذکی اور پاک طبائع ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بغیر کسی پیشگی اطلاع کے اپنی جبلت طاہرہ کی بنا پر حق و باطل کے درمیان تمیز کر لیتے ہیں بلاشبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں میں سے تھے اسی وجہ سے فاروق لقب پایا اور اسی بات کو باندازِ دیگر حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا: مِنْ نَبِیٍّ وَلَا مُحَدَّثٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یوں پڑھا: ما من نبی ولا محدث۔

اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس قرات کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی...الخ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت میں زیادہ کیا ولا محدث، اسے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یوں پڑھا ہے:

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث الا اذا تمنی...الخ)

تاہم اس قرأت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما منفرد ہیں۔

(عمدۃ القاری: ج ۱۶، ص ۲۷۶)

"اگر میری امت میں کوئی محدث ہوا تو" کا مقصود اس امت میں محدث کے وجود کو

Marfat.com

مشکوک ومشتبہ کرنا نہیں ہے، امت محمدی تو پچھلے تمام امتوں سے افضل واعلی ہے۔ اگر پچھلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے تو اس امت میں ان کا وجود یقینی بطریق اولیٰ ہوگا۔ پس ان الفاظ کا مقصد تاکید وتخصیص ہے، یعنی اس امت میں صرف عمر ان خصوصیات واوصاف کے حامل ہیں جن سے ان کا محدث ہونا ظاہر ہوتا ہے، اس جملہ کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنے مخلص ترین دوست کی خصوصی حیثیت کو اجاگر کرنے کے لئے کہے کہ دنیا میں اگر کوئی شخص میرا دوست ہے تو بس وہی ہے جس طرح اس جملہ کی مراد اس شخص کی دوستی کے درجہ کمال کو نہایت خصوصیت کے ساتھ بیان کرنا ہوتی ہے۔ اسی طرح حدیث کے مذکورہ بالا جملہ کی مراد مذکورہ وصف کے ساتھ حضرت عمر کی نہایت خصوصی نسبت کو بیان کرنا ہے۔

حضرت سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن رحمہ اللہ عنہما دونوں نے کہا ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک چرواہا اپنے ریوڑ میں تھا کہ بھیڑیئے نے حملہ کر کے اس میں سے ایک بکری پکڑ لی، چرواہے نے پیچھا کر کے اس سے بکری چھڑالی بھیڑیئے نے اس کی جانب متوجہ ہو کر کہا۔ بتاؤ چیر پھاڑ کے دن ان کی حفاظت کون کرے گا جب کہ میرے علاوہ ان کا چرواہا اور کوئی نہ ہوگا۔ لوگوں نے تعجب سے کہا سبحان اللہ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس واقعے کی صحت پر یقین رکھتا ہوں اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی، حالانکہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما وہاں موجود نہ تھے۔ (بخاری)

ایمان بالغیب کا انسان مکلف ہے جو اس سے معلوم کی جانے والی چیزوں کو سب مانتے ہیں معجزات وکرامات بھی غیب کی قبیل سے ہیں بشرطیکہ صحیح ذرائع سے نقل ہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گویا اس حدیث میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ایمان کی تصدیق کی ہے اور یہ ان دونوں شخصیات کے لئے بہت بڑے اعزاز کی بات ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میں سو رہا تھا کہ لوگوں کو میری خدمت میں پیش کیا گیا، وہ قمیص پہنے ہوئے تھے پس کسی کی قمیص تو سینے تک آتی تھی اور کسی اس سے بھی اونچی تھی لیکن جب عمر کو میرے سامنے پیش کیا گیا تو ان کی قمیص زمین پر لٹک رہی تھی لوگ عرض گزار ہوئے۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ اس سے کیا تعبیر لیتے ہیں؟ فرمایا دین۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت: یہ حدیث فضیلت حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر دلالت کرتی ہے بایں وجہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کو زیر بحث باب میں ذکر فرما رہے ہیں۔ (بخاری)

اس حدیث پاک سے واضح ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما سر تا پا دین میں رنگے ہوئے تھے۔

حدیث ہذا میں فرمایا گیا۔ بہت افراد میرے سامنے پیش ہوئے قمیص پہنے ہوئے تھے۔ مگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قمیص سب سے نیچا تھا۔ اور اس کی تعبیر حضور ﷺ نے دین فرمائی یعنی حضرت فاروق اعظم سب سے زیادہ کامل الایمان اور صاحب خیر کثیر ہیں ۶۔ اس حدیث میں دین کو قمیص سے تشبیہ دی گئی ہے۔ وجہ تشبیہ ستر ہے۔ جیسے قمیص بدن انسان کی پردہ پوشی کرتی ہے۔ اسی طرح دین وایمان یہ آتش دوزخ سے بچانے کا سبب ہو گا۔ بعض علماء نے فرمایا۔ خواب میں قمیص پہنے ہوئے دیکھنا اس سے دین مراد ہوتا ہے اور قمیص کا نیچا ہونا کہ پہننے والا اس کو سمیٹ کر چلے اس کی تاویل یہ ہے کہ صاحب قمیص کے آثار جمیلہ اور سنن حسنہ اس کی وفات کے بعد باقی رہیں گے تا کہ مسلمان اس کی اقتداء کریں۔ ۷۔ اس حدیث سے خواب کی تعبیر لینے کا جواز ثابت ہوا۔ ۸۔ امام رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایمان میں کمی زیادتی ہوتی ہے کیونکہ حضور ﷺ نے قمیص کے چھوٹے بڑے ہونے کو دین سے تعبیر کیا یعنی جس کا قمیص چھوٹا تھا اس میں ایمان کم

Marfat.com

تھا جس کا لمبا تھا اس میں ایمان زیادہ تھا۔

حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا اور انہوں نے تکلیف کا اظہار فرمایا تو حضرت عبداللہ ابن عباس نے کہا، گویا وہ تسلی دیتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ اے امیر المومنین: اگر یہ وہی وقت ہے تو آپ رسول اللہ ﷺ کے مصاحب رہے ہیں اور ان کی صحبت سے اچھی طرح فیض یاب ہوئے ہیں پھر جب وہ پردہ فرما گئے تو آپ سے خوش تھے۔ پھر آپ حضرت ابو بکر کے مصاحب رہے اور ان کے ساتھ آپ کی خوب اچھی صحبت رہی پھر جب وہ پردہ فرما گئے تو آپ سے راضی تھے پھر آپ کی صحابہ کرام سے صحبت رہی اور یہ صحبت بھی اچھی رہی اگر آپ ان سے جدا ہوں گے تو ضرور اس حالت میں جدائی ہوگی کہ وہ آپ سے راضی ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ جو آپ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور ان کی رضا کا ذکر کیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو اس نے مجھ پر فرمایا۔ پھر جو آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت اور ان کے راضی ہونے کا ذکر کیا تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جو اس نے میرے اوپر کیا جزع وفزع کی بات جو آپ دیکھ رہے ہیں یہ آپ کی اور دیگر اصحاب رسول کی وجہ سے ہے۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس زمین کے برابر بھی سونا ہوتا تو عذابِ الٰہی کو دیکھنے سے پہلے اسے آپ حضرات پر نثار کر دیتا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا۔ (بخاری)

اس حدیث میں آپ رضی اللہ عنہ کی یہ بہت بڑی منقبت ہے اس حیثیت سے کہ رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت پھر آپ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا بوقت وصال راضی ہونا پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مصاحبت اور آپ رضی اللہ عنہ کا بوقت وصال راضی ہونا اور بقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ رضی اللہ عنہ پر راضی ہونا۔

Marfat.com

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ہجرت

❖ ۱۳ بعث نبوی میں جب مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت مل گئی تو وہ ایک ایک دو دو کر کے خاموشی سے مکہ سے مدینہ منورہ جانے لگے تا کہ قریش کو پتہ نہ چلے اور وہ مزاحم نہ ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ خاموشی سے عازم سفر مدینہ ہو گئے لیکن خاموشی سے یوں چوری چھپے جانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج کے خلاف تھا۔
انہوں نے بیس آدمیوں کے ہمراہ اعلانیہ ہجرت کی۔ (بخاری)

❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ میں نہیں جانتا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سوا کسی مسلمان نے مکہ سے اعلانیہ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ چنانچہ جب وہ ہجرت کرنے لگے تو تلوار گلے میں ڈالی کمان کندھے پر رکھی تیر مٹھی میں لئے ایک چھوٹا سا ڈنڈا جس کے نیچے تیر کا سا پھل لگا ہوا تھا کمر سے باندھا اور کعبہ مکرمہ کی طرف چل دیئے۔ کعبہ اس وقت قریش سے بھرا ہوا تھا۔ پہلے عمر رضی اللہ عنہ نے نہایت سکون و اطمینان سے کعبے کے طواف کے سات چکر لگائے پھر نماز پڑھی اس کے بعد قریش کی ایک ایک ٹولی کے پاس گئے اور کہا "تمہارا منہ کالا ہو، اللہ تمہیں جیسوں کو ذلیل و مغلوب کرتا ہے۔ جو کوئی اپنی ماں کو ماتم کناں اور اپنے بچوں کو یتیم اور بیوی کو بیوہ کرنے کا خواہش مند ہے وہ اس وادی کے پیچھے مجھ سے دو دو ہاتھ کر لے۔ میں مدینہ جا رہا ہوں۔ جس میں ہمت ہو آ کر مجھے روک لے۔
کفار آپ رضی اللہ عنہ سے الجھنا نہیں چاہتے تھے۔

❖ ہجرت مدینہ سے قبل حضور نبی کریم ﷺ نے جب مکہ مکرمہ میں مسلمانوں میں مواخات کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا۔

Marfat.com

مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبا میں حضرت رفاعہ بن منذر انصاری کے ہاں قیام فرمایا بعد میں جب حضور نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ہماری وانصاری میں باہمی مواخات قائم فرمائیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قبیلہ بنوسالم کے سردار عتبان بن مالک کا بھائی بنایا بعض روایات میں عویم بن ساعدہ اور حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما کے نام آتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غزوات میں شرکت

غزوہ بدر: غزوہ بدر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کافر ماموں عاصی بن ہشام بن مغیرہ کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا جو قریش کا ایک معزز سردار تھا۔ غزوہ بدر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام مہجع نے سب سے پہلے شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔

غزوہ احد: غزوہ احد میں جب یہ افواہ پھیل گئی کہ حضور نبی کریم ﷺ شہید ہو گئے تو اس افواہ سے مسلمانوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور ان میں سراسیمگی پھیل گئی ان کی سمجھ میں نہی آتا تھا کہ اب کیا کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بھی اس کا گہرا اثر ہوا اور وہ بھی ہتھیار پھینک کر بیٹھ گئے کہ اب لڑنا بیکار ہے اور رونے لگے کیونکہ انہیں حضور نبی کریم ﷺ سے گہری دلچسپی اور قلبی وابستگی تھی جس نے آپ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم ﷺ کی شہادت کی خبر نے اس انتہائی حد تک پہنچا دیا جیسے حواس اور قوائے عمل نے کام کرنا چھوڑ دیا ہو۔ بہر حال میدان جنگ سے ہٹے نہیں اور جب پتہ چلا کہ حضور نبی کریم ﷺ زندہ ہیں تو فوراً خدمت اقدس میں پہنچ کر مصروف عمل و پیکار ہو گئے جب حضور نبی کریم ﷺ لوگوں کو لے کر پہاڑ پر چڑھے تو آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت علی، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہم تھے اور اسی اثناء میں تیس جانثار انصار بھی حضور نبی کریم ﷺ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ جب ابوسفیان نے حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں پوچھا کہ کیا تم میں محمد

Marfat.com

(ﷺ) ہیں تو آپ ﷺ نے جواب دینے سے روک دیا پھر پوچھا کیا تم میں ابو بکر ہیں تو بھی آپ ﷺ نے جواب دینے سے روک دیا پھر ابوسفیان نے پوچھا کیا تم میں عمر بن خطاب ہیں۔ یہ آپ رضی اللہ عنہ کی اسلام میں اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ غزوہ احد کے سال ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کے عقد میں آ کر امہات المومنین کے مبارک گروہ میں شامل ہوئیں کیونکہ ان کے پہلے خاوند حضرت خنیس بن حذافہ جنگ احد میں زخم لگنے کی وجہ سے انتقال کر گئے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم ﷺ کے سسر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

غزوہ خندق: غزوہ خندق حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو متعین فرمایا کہ وہ دشمن کو خندق پار کرنے سے روکیں ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اور آج بھی ایک مسجد موجود ہے جسے مسجد عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ غزوہ خندق میں مسلمانوں کا پڑاؤ جبل سلع پر تھا اور وہاں ایک کتبہ پایا جاتا ہے جو بظاہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا ہے۔

بیعت رضوان: بیعت رضوان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ شریک تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر ہی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مکہ میں سفیر بنا کر بھیجا گیا۔ بیعت رضوان میں حضرت عمر اور ان کے صاحبزادے بھی شریک تھے جنہیں بیعت رضوان میں شامل تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی سند عطا کی گئی۔

غزوہ خیبر: غزوہ خیبر میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے اور متعدد بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں کے یہودیوں کے قلعہ پر حملے کئے۔ خیبر کی سرزمین میں حضور نبی کریم ﷺ نے ایک زمین کا قطعہ جسے ثمغ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا جو انہوں نے راہ خدا میں وقف کی اس کی آمدنی

Marfat.com

فقراء ذوالقربیٰ، غلاموں اور مسافروں، مہمانوں پر خرچ کے لئے مخصوص کردی اور یہ اسلام میں پہلا وقف ہے۔

فتح مکہ: فتح مکہ کے موقع پر جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو لے کر حضور نبی کریم ﷺ کے خیمہ میں داخل ہوئے تو حضور نبی کریم ﷺ سے ابوسفیان جو اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا کے لئے پناہ حاصل کرلی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی پیچھے پیچھے آرہے تھے انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مدتوں بعد اس دشمن خدا پر قابو ملا ہے اجازت دیجئے کہ اس دشمن خدا اور رسول کا سرتن سے جدا کردوں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر! اگر ابوسفیان عبد مناف کے خاندان سے نہ ہوتا اور تمہارے خاندان سے ہوتا تو تم اس طرح اس کی جان کی خواہاں نہ ہوتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا خدا کی قسم! میرا باپ خطاب اگر اسلام لاتا تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس وقت ہوئی تھی جب آپ اسلام لائے تھے۔

غزوہ حنین: غزوہ حنین میں جب مسلمانوں کی اکثریت منتشر ہوگئی تو اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم اور چند دیگر مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم ثابت قدم رہے۔

غزوہ تبوک: غزوہ تبوک کی مہم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے سارے سامان کا نصف حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا۔

حجۃ الوداع: ہجرت کے دسویں سال حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا پہلا اور آخری حج کیا اور اس حج کے سفر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے۔

الغرض کوئی غزوہ ایسا نہیں ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ نہ ہوں۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت

۲۴ جمادی الثانی ۱۳ ہجری تا ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ ہجری۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایرانی و بازنطینی (مشرقی رومی) سلطنتوں سے کشمکش حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ورثہ میں ملی تھی۔ عہد صدیقی میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت مسلمانوں نے عراق عرب کا بیشتر حصہ فتح کر لیا تھا۔ شامی محاذ اجنادین کی جنگ میں رومیوں کو شکست دے کر دنیا کے قدیم ترین شہر دمشق کا محاصرہ کر لیا تھا اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت پر اولین فرصت میں محاذ عراق کے کمانڈر حضرت مثنیٰ بن حارثہ کے لئے مجاہدین کا لشکر روانہ کرنے کے اقدامات کئے۔

عراق و ایران

عربوں پر سلطنت ایران کی صدہا سالہ عظمت و شوکت و قوت کا رعب چھایا ہوا تھا اس لئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مثنیٰ کے رضا کار مجاہدین کی فراہمی کے لئے مدینہ میں موجود حضرات کے سامنے خطبہ دیا اور انہیں جہاد پر ابھارا جو ابتداء میں کسی نے اپنے آپ کو اس کے لئے پیش نہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلسل چار دن لگا تار خطبات دیئے اور حضرت مثنیٰ نے بھی ایک پر جوش اور موثر تقریر کر کے بتایا کہ ہم نے ایرانی فوجوں کو بار بار شکست دی ہے جس سے ہمارے لئے حالات سازگار ہیں آخر قبیلہ بنی ثقیف کے ایک سردار ابوعبید جو صحابی نہ تھے اپنے آپ کو پیش کیا بعد ازاں دوسروں کی ہمت بندھی اور ایک ہزار رضا کار تیار ہو گئے اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ کو امیر لشکر بنایا اگرچہ وہ

Marfat.com

ناتجربہ کار تھے مگران کے خلوص اور جذبہ کے پیش نظر انہیں یہ امارت سونپی گئی۔

ابوعبیدہ اور مثنی نے ملکر جو ایرانیوں کے مقابلے میں بہت کم تھے یکے بعد دیگرے نمارق اور سقاطیہ اور بارسماء کے مقامات پر ایرانی فوج کو شکست دی اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔

تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عظیم فتوحات ہوئیں جن میں جنگ بویب، جنگ قادسیہ، مدائن کی فتح، جنگ جلولا، خوزستان، جنگ نہاوند، ایران پر حملہ۔ فلسطین بیت المقدس وغیرہ شامل ہیں۔

جنگِ جلولا: مدائن کی فتح کے نو ماہ بعد وہاں سے جانب شمال تقریباً سو میل دور جلولا کے مقام پر سخت خونریز جنگ ہوئی اور یہ مستحکم قلعہ فتح ہوا تو تین کروڑ کا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

خمس کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو گئے

جب مالِ غنیمت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ پہنچا تو درہم، دینار اور لعل وجواہر کے انبار دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو گئے لوگوں نے کہا کہ امیر المومنین یہ تو خوشی اور شکر کا موقع ہے نہ کہ رونے کا فرمایا میں اس لئے روتا ہوں جہاں دولت آتی ہے وہاں رشک وحسد بھی ساتھ چلے آتے ہیں پھر قوم کا وقار اٹھ جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری عہد کے واقعات نے ان خدشات کو درست ثابت کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت

ذی الحجہ ۲۳ ہجری کے آخری ایام تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا گیارہواں سال تھا وہ حسب معمول اب بھی خود امیر الحج بن کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔

حج سے واپسی کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں بائیس ذی الحجہ کو جمعہ کے دن خطبہ دیا اور فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک سرخ مرغ نے

Marfat.com

مجھے دو ٹھونگیں ماری ہیں اس کی تعبیر میں نے یہ لی ہے کہ کوئی عجمی شخص عنقریب مجھے قتل کردے گا۔ اے لوگو! تم پر احکام فرض کر دیئے گئے ہیں تمہارے لئے زندگی گزارنے کا قانون مرتب کیا گیا ہے تمہیں ایک کھلے اور سیدھے راستے پر ڈال دیا گیا ہے اب یہ اور بات ہے کہ تم لوگوں کو ادھر ادھر بھٹکا دو۔ اے اللہ! میں تمام شہروں کے حکام پر تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں صرف اس لئے بھیجا تھا کہ وہ لوگوں کو دین اور سنتِ رسول ﷺ کی تعلیم دیں ان سے عدل وانصاف کے ساتھ پیش آئیں ان میں غنیمت تقسیم کردیں اور ان کے معاملے میں کوئی مشکل درپیش ہو تو میرے سامنے پیش کریں۔

یہ ایک ایسے شخص کی گفتگو تھی جو موت کے قدموں کی اپنی طرف آہٹ محسوس کر رہا تھا۔

۲۶ ذی الحجہ کو اندھیرے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں فجر کی نماز کی امامت کے لئے کھڑے ہوئے تو ابھی تکبیر بھی کہی تو ابولولو نمازیوں کو صفوں کو چیرتا ہوا نکلا اور دو دھاری خنجر سے امیر المومنین پر حملہ کر کے چھ وار کئے ایک ناف کے نیچے پڑا اور آنتیں کٹ گئیں۔

حقیقت میں ابولولو کا خنجر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سینے کو نہیں کائنات کے سینے کو چیر گیا۔

ابولولو نے اس میں تیرہ صحابیوں کو زخمی کیا جن میں نو نے جام شہادت نوش کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیتیں

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے نامور صاحبزادے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما آپ رضی اللہ عنہ کے سرہانے بیٹھے تھے ان سے پوچھا کہ مجھ پر کتنا قرض ہے؟ انہوں نے بتا کہ چھیاسی ہزار درہم۔ فرمایا اگر آل عمر کا مال اس کے لئے کافی ہو تو اس مال سے ادا کر دینا اگر ان کا مال کافی نہ ہو تو بنو عدی سے مانگنا اگر وہ بھی کافی نہ ہو تو قریش سے مانگنا ان کے علاوہ کسی کو تکلیف نہ دینا۔

Marfat.com

اس کے بعد فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور انہیں عمر کا سلام عرض کرنا اور عمر ہی کہنا امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ آج سے میں امیر المومنین نہیں رہا۔ سلام عرض کرنے کے بعد عرض کرنا کہ عمر آپ رضی اللہ عنہا سے اجازت چاہتا ہے کہ اسے اپنے دونوں صاحبوں (حضور رسول کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پہنچا تو وہ رو رہی تھیں۔ انہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سلام اور پیغام پہنچانا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ جگہ میں نے اپنے لئے محفوظ رکھی تھی لیکن آج میں عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر ترجیح دوں گی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے واپس آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی ہے، فرمایا: یہی سب سے بڑی میری آرزو تھی۔ اس خواب گاہ سے اہم ترین میرے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے۔

پھر فرمایا کہ اے بیٹے جب میرا جنازہ تیار ہو جائے تو پھر حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درِ اقدس پر لے جانا پھر اجازت مانگنا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ میرے جیتے جی مجھ سے ہنوز امیر المومنین سمجھ کر شرم و لحاظ سے اجازت دے دی ہو اگر وہ دوبارہ اجازت دیں تو مجھے اندر لے جانا اگر اجازت نہ دینا تو عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نظام حکومت

دوران خلافت عدالت میں پیشی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی چیز سے متعلق آپس میں جھگڑا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ اپنے اور میرے درمیان کسی کو ثالث مقرر کر لیں، چنانچہ دونوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا فیصل مقرر کر لیا۔ پھر دونوں ان کے پاس چل کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ہم

Marfat.com

تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں تا کہ تم ہمارے درمیان فیصلہ کردو۔ جب دونوں حضرات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بچھونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے جگہ چھوڑ دی اور بولے: اے امیر المومنین! یہاں آیئے، حضرت عمر بے شک خلیفہ وقت تھے مگر اس وقت ایک سائل کی طرح حاضر تھے۔ حضرت زید کے اس طرز عمل پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"یہ پہلا ظلم ہے (جو تم نے اپنے فیصلے میں ظاہر کیا ایسی صورت میں) میں اپنے فریق کے ساتھ بیٹھنا پسند کروں گا"۔

اس کے بعد آپ دونوں حضرات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کسی چیز کے متعلق دعوی ظاہر کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ قاعدہ کے مطابق ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر گواہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قسم آتی تھی لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو فرمایا: امیر المؤمنین کو قسم اٹھانے سے تم معاف رکھو اور ان کے علاوہ میں کسی اور کے لئے ایسا مطالبہ کبھی نہ کرتا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے از خود قسم اٹھالی۔ معاملہ حل ہوجانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ جب تک عمر زندہ ہے زید کبھی عہدہ قضاء پر فائز نہیں ہوسکتا کیونکہ عمر کے نزدیک تمام مسلمانوں کی عزت و آبرو برابر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عدل و انصاف کرنے میں کسی سے بھی رعایت نہ برتتے تھے۔ آقا و غلام اور اپنے پرائے سب کے ساتھ یکساں سلوک ہوتا تھا۔ شروع شروع مین انتظامی اور عدالتی عہدے ایک ہی شخص کے ماتحت ہوتے تھے مگر بعد میں انصاف کا محکمہ الگ کر دیا گیا۔ اس محکمہ کو قضاء کا محکمہ کہتے تھے۔ تمام ضلعوں میں عدالتیں قائم کی گئیں اور قاضی مقرر ہوئے۔ مقدمات کا فیصلہ قرآن و سنت کی روشنی میں کیا جاتا اور اگر کسی معاملہ میں قرآن و سنت خاموش ہوں تو ایسی صورت میں اجتہاد سے کام لے کر فیصلہ کر دیا جاتا تھا۔

Marfat.com

بیت المال کا مثالی اور با قاعدہ نظام

عہد فاروقی میں بیت المال با قاعدہ ایک نظام کی صورت میں قائم ہوا۔ اس سے متعلق علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ادوار میں بیت المال (واضح) ادارہ کی صورت میں نہ تھا سب سے پہلے بیت المال کا قیام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا''۔

صوبہ جات اور اضلاع کے حکام کو یہ ہدایت تھی کہ وہاں کے ضروری مصارف کے لئے رقم نکال کر بقیہ جس قدر ہو سال تمام ہونے پر مدینہ منورہ کے بیت المال میں بھیج دیا کریں۔ چنانچہ عمرو بن العاص والی مصر کو ایک فرمان لکھا جس کے یہ الفاظ تھے:

''یعنی جب تجھ کو کل مالیہ وصول ہو جائے اور تو اس کو جمع کر لے اور اس میں سے مسلمانوں کے وظائف اور ضروری مصارف نکال لے۔ اس کے بعد جو کچھ ہو اس کو میرے پاس بھیج دے۔''

بیت المال میں جو کچھ آمدنیاں آتی تھیں ان کا حساب و کتاب نہایت صحیح طور سے مرتب کیا جاتا تھا۔ اکثر اوقات خود فاروق اعظم رضی اللہ عنہ زکوۃ اور صدقہ کے مویشیوں کو شمار کرتے اور ان کا رنگ، حلیہ، عمر دیکھ کر لکھا کرتے تھے۔

ذرائع آمدن کے استعمال کا قانون

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیت المال کی آمدنی زکوۃ، عشر، جزیہ، خراج اور مالِ غنیمت پر منحصر ہوتی تھی اور یہ تمام کفالت کے معاشرتی قانون کے تحت مستحق افراد پر خرچ کر دی جاتی تھی۔ پس جب ملک وسیع ہو گیا اور آمدنی بڑھ گئی اور دفاتر بنائے گئے تو تمام مستحق افراد کی رجسٹریشن ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''مسلمانوں میں سے ہر ایک کے لئے اس مال میں حق ہے۔''

Marfat.com

پھر اس کے بعد انتہائی توجہ کے ساتھ دیوان تشکیل دیا گیا اور بیت المال کو مختلف ڈیپارٹمنٹس (شعبوں) میں تقسیم کیا گیا اور ہر ڈیپارٹمنٹ کے لیے بجٹ خاص کر دیا گیا جس کو مختلف مدات پر خرچ کیا جاتا تھا۔ امام کاسانی نے اپنی کتاب بدائع الصنائع میں ان کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''جو مال بیت المال میں بطور بجٹ رکھا جاتا تھا، اس کی چار اقسام ہیں:

چراگاہ میں چرنے والے مویشیوں کی زکوٰۃ، عشر، مسلمان تاجروں سے حاصل کردہ ٹیکسز، مال غنیمت اور زمین کے اندر سے چھپے ہوئے خزانوں میں پانچواں حصہ (جس کو فقراء، مساکین اور یتیم لوگوں پر خرچ کیا جاتا ہے)۔

زمین کا خراج، جزیہ اور اس طرح کی دوسری چیزیں جو مذہبی سکالرز پر اور مفادِ عامہ کے لئے خرچ کی جاتی ہیں۔ اس میں جج صاحبان اور فوج کی تنخواہیں شامل ہیں اور سڑکوں، مساجد، چھوٹی نہروں، پلوں اور ڈیم کی تعمیر کا خرچ بھی شامل ہے۔

وہ مال جو ایسی میت کی وراثت سے لیا جائے جس کا مرنے کے بعد کوئی حقیقی وارث نہ ہو یا اس نے ایک خاوند یا بیوی چھوڑی ہو۔ ایسے اموال فقیروں، مریضوں کی ادویات، ان کے علاج اور مرنے والوں کے کفن خریدنے پر خرچ کئے جاتے ہیں۔ اس طرح یہ مال لاوارث اور معذور افراد پر اور قاتل کی طرف سے واجب دیت کی ادائیگی پر خرچ کیا جاتا ہے اور اسی طرح جو کمانے سے عاجز ہو اور اس کے ذمہ (اپنے خاندان کا) نفقہ بھی ہو (تو اس پر بھی یہ اموال خرچ کئے جاتے ہیں)۔

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ معاشرتی کفالت کے منصوبوں کی مالی امداد ان سابقہ قوانین پر ہی نہیں کی جاتی بلکہ بیت المال کی بنیادی ذمہ داری معاشرتی کفالت کو یقینی بنانا ہے۔ بیت المال کے دیگر ذرائع آمدنی بھی ہیں کہ جن سے ملازمین کی تنخواہیں ادا کی جاتی ہیں اور دفاع پر بھی خرچ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ عمرانی منصوبہ جات اور وسائل نقل و حرکت

Marfat.com

پر خرچ ہوتا ہے۔اس چیز کی تائید سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی ہو جاتی ہے کہ جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانوں میں سے کوئی ایسا (مستحق) آدمی نہیں کہ جس کا بیت المال میں حق نہ ہو۔ (ابوعبید، قاسم بن سلام، کتاب الاموال۔الحدیث ۶۰۹)

فاروقی جذبہ خدمت خلق

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ سے دس لاکھ کی رقم لے کر دربار فاروقی میں حاضر ہوئے تو آپ نے مسرت و تعجب سے فرمایا تم جانتے ہو دس لاکھ کتنا ہوتا ہے؟ فرمایا ایک لاکھ پر ایک لاکھ اس طرح دس مرتبہ کیا۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر یہ صحیح ہے تو اب ہر شخص تک وظیفہ پھیل جائے گا، ہر شخص کی مالی ضروریات پوری کی جائیں گی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ قسم کھا کر معاشی تحفظ کے حوالے سے یہ تاریخی جملے فرمائے:

''اللہ کی قسم! اس مال کو جمع نہیں رکھوں گا، ہر (مستحق) شخص کو اس سے وظیفہ اس کے گھر پہنچا دونگا۔مقامِ صنعاء (یمن) کی پہاڑیوں پر رہنے والے چرواہوں کو اس مال سے وظیفہ ان کے گھروں تک پہنچایا جائے گا۔''

رفاہِ عامہ کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا اقدام بیت المال کے ادارے کا قیام ہے جس سے شیر خوار بچوں سے لے کر بزرگ اور معذور افراد تک کو وظیفہ ملتا تھا۔اسلامی ریاست میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو بے روزگاری کی وجہ سے افلاس کا شکار ہو۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المال کے ادارے کو اتنا شفاف اور منظم کر دیا تھا کہ ایک پائی تک ادھر ادھر نہ ہوتی اور حق دار کو اس کا حق ہر صورت میں مل جایا کرتا تھا۔بلاشبہ یہ اقدام رفاہی خدمات میں ایک بہت بڑی اور قابل قدر خدمت ہے۔

امن و سکون اور بنیادی ضروریات کا حصول عوام کا حق ہے اور ان کی فراہمی حکمرانوں کا فرض اور یہی رفاہِ عامہ کا بنیادی فلسفہ ہے۔امن و سکون اور احساسِ تحفظ آج کے دور میں

Marfat.com

ناپید ہوتا چلا جارہا ہے۔آج حکمران بہترین طرز حکومت کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر اس کے عملی مظاہر ہمیں کہیں بھی نظر نہیں آتے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کے حکمران ذاتی مفادات کو قومی مفادات پر ترجیح دیتے ہیں،قومی اداروں کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں،قانون وآئین کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے اور اپنی نااہلیت کو چھپانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

اسلام کی تاریخ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ ایک ایسا عہدِ زریں ہے جو کہ رہتی دنیا تک تمام حکمرانوں کے لئے ایک روشن مینار کی حیثیت رکھتا ہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلامی تاریخ میں پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے ریاست کو باقاعدہ منظم شعبہ جات دیئے اور بعد ازاں بہت سی اصلاحات نافذ کیں۔ان اقدامات سے جہاں لوگوں کو تحفظ اور امن وامان فراہم ہوا وہیں کئی لوگوں کو مستقل روزگار فراہم ہوگیا۔معمول کے حالات ہوں یا ہنگامی حالات قحط،سیلاب،زلزلہ اور جنگ ہر دو حالات میں عوام کی رفاہ وبہبود کے لیے تاریخی اقدامات کئے گئے۔رفاہِ عامہ کے وسیع تر مقاصد کے حصول کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چند اقدامات کا ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے:

محکمہ پولیس کا قیام:اندرونی خلفشار اور برائیوں پر قابو پانا ایک اچھے حکمران کی ضرورت ہوا کرتا ہے۔سیدنا فاروق اعظم نے اس مسئلہ کے حل کے لیے پولیس کے محکمہ کی بنیاد رکھی اور لوگوں کو فوری اور آسان انصاف کی فراہمی اور جرائم کی روک تھام کے لیے اس محکمے کو منظم کیا۔سیدنا فاروق اعظم نے لوگوں کی فلاح اور بہتری کے لیے بہت سے ایسے قوانین نافذ کیے جن کا تقاضا انسانی اخلاقیات کرتی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قیام امن کی خاطر پولیس کے محکمے کی بنیاد رکھی۔
اس سے پہلے شہروں اور قصبوں کی اندرونی حفاظت کا انتظام لوگ خود ہی کرتے تھے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہرے داروں کا تقرر کیا جن کا کام راتوں کو گشت کرنا اور تاریکی

Marfat.com

کے اوقات میں حفظ امن تھا۔اس محکمہ کے ساتھ جیل بھی قائم کی۔عرب میں اس سے پہلے جیل کا رواج نہ تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں میں جیل خانے قائم کیے اور بعض جرائم کی سزاؤں میں ترمیم کر کے قید کی سزا مقرر کی۔مثلاً عادی شرابیوں کو شرعی حد جاری کرنے کے بعد جیل میں بھیجا جانے لگا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قائم کردہ محکمہ پولیس کے آفیسر کو ''صاحب الاحداث'' کہتے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کو بحرین میں پولیس کے اختیارات دیے، تاکہ دکاندار ناپ تول میں دھوکا نہ دیں، کوئی آدمی سڑک پر مکان نہ بنالے، جانوروں پر زیادہ بوجھ نہ لادا جائے، علانیہ شراب نہ بکے۔اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کو بازار کی نگرانی کے لیے مقرر کیا۔(الفاروق از شبلی نعمانی: ج ۲، ص ۳۰۷)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نظام پولیس کے تحت عربوں کے برے اخلاق کی اصلاح بھی کی۔زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ لوگ اپنے انساب پر فخر وغرور اور عام لوگوں کی حقارت، ہجو اور بدگوئی کرتے تھے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مساوات کا اس درجہ خیال رکھا کہ آقا و خادم کی تمیز اٹھادی۔ہجو کو ممنوع قرار دے دیا۔شعر وشاعری کو روک دیا۔کیونکہ عشق وہوا پرستی کا یہ بہت بڑا ذریعہ تھا۔شعراء کو تشبیب (عورتوں کی نسبت عشقیہ اشعار) لکھنے کی ممانعت کر دی۔روک تھام کی غرض سے شراب نوشی کی سزا بڑھا دی۔پہلے شراب نوش کو ۴۰ درے مارے جاتے تھے انہوں نے ۸۰ درے مارے جانے کا حکم دے دیا۔ الغرض فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسلام کو اسی حیثیت سے چلایا، جس پاک اور مقدس طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بنیاد ڈالی تھی۔ان سب باتوں سے یہ اثر پیدا ہوا کہ باوجود ثروت، دولت اور وسعت کے اس زمانے میں لوگوں نے اسلامی تعلیمات کو ہمیشہ مقدم رکھا۔

Marfat.com

عہدہ قضاء کی ابتداء

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں مسلمانوں کو جب کسی معاملے میں مشکل پیش آتی تو اس کے حل کے لیے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ سلسلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی جاری رہا مگر عدل سے متعلق کوئی باقاعدہ ادارہ قائم نہیں ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قاضیوں کا باقاعدہ تقرر کیا جاتا تھا، ان کی تنخواہ بھی متعین کی جاتی تھی، عدل کا معیار بھی چیک کیا جاتا تھا اور اس منصب کے لیے اہلیت کو بھی دیکھا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے منصب عدل کی ابتدا کی۔

عدالت میں عدل قاضی کے ذریعے ہی ممکن ہے، مگر قاضی کیلئے نظم ونسق اور قواعد وضوابط کا ہونا ضروری ہے۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملک کے اطراف واکناف میں قضاء کے منصب پر فائز لوگوں کو تحریری ہدایات فرمائیں۔ اس سلسلے میں آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ (گورنر) کو منصب قضاء سے متعلق تحریری احکام صادر فرماتے ہوئے لکھا:

''قضاء (عدالتی فیصلہ) محکم فریضہ اور اتباع کی جانے والی سنت ہے۔ پس سمجھ لے کہ جب تیرے سر پر کوئی فیصلہ ڈالا جائے تو محض ایسے حق بتا دینے سے کوئی نفع نہیں جس کو نافذ العمل نہ کیا جائے''۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قاضیوں کے انداز اور کردار سے متعلق فرمایا:

''لوگوں کے درمیان اپنے چہرے سے، اپنی نشست وبرخاست سے اور اپنے فیصلے سے امید دلائے رکھو تا کہ کوئی معزز آدمی تیرے ظلم کی وجہ سے بری طمع نہ کرے اور کوئی کمزور آدمی تیرے عدل سے مایوس نہ ہو''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تمام امور کا اتنے احسن انداز سے انتظام کیا کہ اس

Marfat.com

سے بڑھ کر نہیں ہوسکتا تھا۔ قانون کے بنانے کی تو کوئی ضرورت نہ تھی۔ اسلام کا عملی قانون قرآن مجید کی صورت میں موجود تھا البتہ چونکہ اس میں جزئیات کا احاطہ نہیں، اس لیے حدیث واجماع وقیاس سے مدد لینے کی ضرورت تھی۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہدایات کی روشنی میں اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ملک میں عدل و انصاف کے لیے بہت زیادہ سنجیدہ اور مخلص تھے۔

جج کا کردار

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب منصب عدل پر فائز ہوتے تو اس بات کی پرواہ نہ کرتے کہ فیصلہ کس کے حق میں ہوگا یا کس کے خلاف ہوگا؟ یہی اللہ کا فرمان اور دین کا طرہ امتیاز بھی ہے۔ اس طرح انسان بے باکی اور حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور عدل وانصاف کرتے ہوئے رشتہ داروں اور دوستوں کا بھی لحاظ نہیں ہوتا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"جب میرے پاس دو شخص اپنا کوئی مقدمہ لے کر آتے ہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ حق کس کی طرف ہو"۔

اسلامی معاشرے میں عدل وانصاف کی بہت بڑی اہمیت ہے اس کی اہمیت کو قرآن کریم بھی متعدد جگہوں پر ارشاد فرماتا ہے تا کہ معاشرہ امن وسکون کا گہوارا بن سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور میں عدل کے قیام کے لیے اپنے عمال کو ہمیشہ نصیحتیں فرماتے تھے۔ آپ نے عمال کے نام ایک خط لکھا جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (عامل گورنروں) کو لکھا: لوگوں کو اپنے نزدیک حق میں برابر رکھو۔ ان کا قریبی اور دور والا برابر ہے اور ان کا دور والا بھی ان میں سے قریب ترین کے برابر ہے۔ نیز رشوت سے بچو، خواہش پر فیصلہ کرنے سے بچو اور غصے کے وقت لوگوں کی پکڑ کرنے سے اجتناب کرو اور حق کو قائم کرو خواہ دن کے کچھ حصہ میں

Marfat.com

کیوں نہ ہو"۔ (کنزالعمال، الحدیث ۱۴۴۴۴)

حضرت عمر نہ صرف جج کو تعینات کرتے تھے بلکہ اس کو ایسی ہدایات کے ساتھ نوازتے تھے کہ اس سے منصب قضاء پر اعتماد مضبوط ہوتا تھا اور ہر طرح کی معاشرتی برائیوں سے بچنے کا راستہ بھی اس میں موجود ہوتا تھا۔ یہی ہر دور کا تقاضا ہے جیسا کہ ابن عساکر نے بیان کیا ہے:

قال عمر لشریح حین استقضاہ لا تشار ولا تضار ولا تشتر ولا تبع ولا ترتش (تاریخ مدینہ دمشق)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب قاضی شریح کو منصب قضاء پر فائز کیا تو فرمایا: اب تم خرید و فروخت نہ کرنا، کسی کو نقصان نہ دینا اور نہ رشوت لینا"۔

عہد فاروقی میں نئے شہروں کا قیام

آبادی اور رہائش انسانی زندگی کا ایک اہم ترین مسئلہ ہے اور تیزی سے بڑھتی ہوئی انسانی آبادی کے باعث شہر میں آبادی کا تناسب زیادہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے بہت سے مسائل جنم لیتے ہیں جن میں سب سے اہم لا اینڈ آرڈر کی صورت حال کا خراب ہونا ہے۔ ظاہر ہے ایک زیادہ بڑی آبادی کو منظم رکھنا زیادہ مشکل کام ہے۔ اس کے لیے منظم رکھنے والے اداروں کو بھی اسی تناسب سے بڑا اور بھرپور ہونا چاہیے۔

اسلامی ریاست میں سیدنا فاروق اعظم وہ خلیفہ ہیں جنہوں نے ایک مخصوص تعداد میں آبادی کے بڑھنے کے بعد نئے شہر بسانے کی پالیسی پر عمل کیا۔ اس سے پہلے نئے شہروں کا قیام اتفاقاً یا فوجی ضروریات کے تحت عمل میں آتا تھا۔ یہ نبی کریم ﷺ تعلیمات کا ہی نتیجہ تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رفاہِ عامہ کے پیش نظر کئی نئے شہر بسائے تاکہ بڑھتی ہوئی آبادی کے باعث انتظامی صورت حال خراب نہ ہو اور لوگوں کی فلاح و بہبود پر اثر انداز نہ ہو۔

Marfat.com

عہد فاروقی میں نئے قائم ہونے والے شہر کوفہ، بصرہ موصل اور فسطاط ہیں۔ ان کے قیام کی وجوہات دو طرح کی ہے:

عرب مجاہدین کو مختلف علاقوں کی آب و ہوا موافق نہیں آتی تھی، اس کی وجہ سے ان کی صحت اور ان کے چہرے کے رنگ میں نمایاں فرق محسوس ہوتا تھا۔

دوسری وجہ فوجی مہمات کے پیش نظر ایسی جگہ کی ضرورت تھی جہاں فوجی چھاؤنیاں قائم ہو سکیں تا کہ محاذ جنگ پر آنا جانا آسان ہو جائے اور دشمن کے لیے یہ چھاؤنیاں دفاع کا کام دے سکیں۔

کوفہ اور بصرہ کے مکانات حضرت عمر کی اجازت سے گھاس پھونس اور بانس سے بنائے گئے تھے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد کوفہ اور بصرہ میں آگ لگ گئی اور تمام مکانات جل کر راکھ ہو گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اینٹ اور گارے کی عمارتیں بنانے کی اجازت طلب کی، اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اجازت دی لیکن یہ شرط عائد کر دی کہ: افعلوا ولا یزیدن أحدکم علی ثلاثة أبیات ''کوئی ایک بھی شخص تین کمروں سے زیادہ پر مشتمل مکان نہ بنائے''۔ (تاریخ الامم والملوک)

اس شرط کی وجہ سے تمام لوگوں کے گھر ایک ہی جیسے ہو گئے، سب کے حالات یکساں ہو گئے، امیر اور غریب کے فرق کا خاتمہ ہو گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب نئے شہر آباد کیے تو ان سے متعلق تمام سہولیات کو پیش نظر رکھ کر تعمیر کی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں نئے شہروں کو آباد کرنے کی حکمت کو اگر بغور دیکھا جائے تو اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کام باقاعدہ منظم طریقے سے کرتے تھے۔ جیسا کہ آج کے دور میں یورپ میں جب بھی کوئی شہر آباد کیا جاتا ہے تو پہلے اس کا مکمل سروے کر کے ایک ماڈل بنایا جاتا ہے جس میں ساری سہولیات اور آسائش کو واضح کیا جاتا ہے پھر اس کے مطابق اس کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس سارے فارمولے اور کام

Marfat.com

کی بنیاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آباد کیے ہوئے شہروں سے ملتی ہے۔

جب کوفہ کا شہر آباد کیا گیا تو اس میں اس بات کا خیال رکھا گیا کہ اس میں سڑکیں اور مکانات کے درمیان پختہ گلیاں ہوں۔ اس سے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ تحریر لکھی:

"جب مسلمانوں کا کوفہ کی تعمیر پر اتفاق ہو گیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ابو الہیاج کو بلا بھیجا اور انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ان تحریری ہدایات سے مطلع کیا کہ سڑکیں چالیس گز کی ہوں اور اس سے کم درجے کی تیس گز کی ہوں اور کم از کم بیس گز چوڑی ہوں۔ گلیاں سات گز کی ہوں، اس سے کم تر نہ ہوں بنو ضبہ کے قطعات کے علاوہ عام قطعات ساٹھ گز کے ہوں"۔ (تاریخ الامم والملوک)

قحط اور ہنگامی حالات میں عوام کی خدمت

سیلاب، زلزلے اور قحط سالی وغیرہ میں یہ بات ضروری ہے کہ مصیبت زدہ لوگوں کی نہ صرف خیمے اور کھانے پینے کی چیزیں فراہم کر کے مدد کریں بلکہ انہیں بقیہ لوگوں کی طرح باعزت زندگی فراہم کریں۔ جب ملکی خزانہ مصیبت زدہ لوگوں کے بارے میں اس طرح کی معاشرتی ذمہ داری ادا کرنے سے عاجز ہو تو ملک مالدار لوگوں سے ان کی جائیدادوں کے مطابق ٹیکس لاگو کر سکتا ہے تا کہ ان مصائب کا مقابلہ کر سکیں۔ یہ تعاون، نیکی اور تقویٰ کی بنا پر ہو گا جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ نیز یہ اخوت و بھائی چارہ کی بنا پر ہے اور معاشرے کے لئے ایک ایسا شعار ہے جس کی شرعی قوانین اور شرعی نصوص تائید کرتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات پر عمل کر کے ایک مثال قائم کی ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب قحط سالی ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے شہروں کے گورنروں کو حکم بھیجا کہ وہ متاثرین کی کھانے پینے کی اشیاء اور اموال کے ساتھ ہر ممکن مدد کریں۔ پس ان کے لئے ہر والی شہر نے اپنی استطاعت کے مطابق مال بھیجا اور

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ نے وہ مال لوگوں میں برابر برابر تقسیم کر دیا جس سے قحط دور ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا: ''خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ اس قحط کو دور نہ فرماتا تو میں مسلمانوں کے گھروں میں سے کسی گھر کو نہ چھوڑتا جن کو اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے مگر یہ کہ ان کے ساتھ ان کے شمار کے مطابق فقراء میں سے بھی داخل کر دیتا۔ اس طرح سے اس کھانے سے دو آدمی ہلاک نہ ہوتے جو کھانا ایک آدمی کے لئے کافی ہوتا ہے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایثار

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ اور اطراف مدینہ میں جب قحط پڑا تو ہوا چلتی تھی تو راکھ کی طرح مٹی اڑتی تھی، اس وجہ سے یہ سال عام الرمادہ (راکھ کا سال) کہا جاتا ہے۔ حضرت عمر عوام کے دکھ درد کو سمجھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے منصب امارت پر موجود ہونے کے باوجود یہ اعلان کیا: ''میں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) گھی، دودھ اور گوشت کا ذائقہ اس وقت تک نہیں چکھوں گا جب تک کہ عام مسلمان پہلی بارش سے فیض یاب نہ ہوں''۔ (تاریخ الامم والملوک)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ قحط کا سارا سال اپنی اس بات پر قائم رہے یہاں تک کہ لوگ پہلی بارش سے فیضاب ہوئے۔ بازار میں غلہ آنا شروع ہوا تو آپ کے غلام نے بازار سے گھی کا کنستر اور دودھ کا مشکیزہ آپ کے لیے چالیس (درہم) میں خرید لیا۔ بعد ازاں غلام نے آپ کو یہ بتایا کہ آپ کا کیا ہوا عہد پورا ہو گیا اور وہ آپ کے لیے بازار سے گھی اور دودھ کا کنستر خرید لایا ہے، اس پر حضرت عمر نے فرمایا: ''تم ان دونوں چیزوں کو خیرات کر دو۔ کیونکہ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں اسراف کے ساتھ کھاؤں، مجھے رعایا کا حال کیسے معلوم ہوگا اگر مجھے وہ تکلیف نہ پہنچے جو تکلیف انہیں پہنچ رہی ہے''۔ (المنتظم)

حضرت عمر بے شک خلیفہ وقت تھے مگر آپ رضی اللہ عنہ کبھی بھی اپنے اس منصب کو خاطر میں نہیں لائے بلکہ ہمہ وقت مخلوق خدا کی خدمت میں مصرف رہے، اور اسی کو مطمعِ نظر

Marfat.com

بنائے رکھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے رمادہ کے سال (قحط سالی) میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ اپنی کمر پر دو بوریاں اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں روغن زیتون کا پیالہ تھا، آپ اور اسلم (جو آپ کا غلام تھا) باری باری وہ سامان اٹھا کر لے جا رہے تھے''۔

(ابن عساکر، تاریخ مدینۃ دمشق)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس بات کا سخت اہتمام کر رکھا تھا کہ ممالک محروسہ میں کوئی شخص فقر و فاقے میں مبتلا نہ ہو۔ ملک میں جس قدر اپاہج یا مفلوج ہوں، ان کی تنخواہیں بیت المال سے مقرر کر دی جائیں۔ لاکھوں آدمی ایسے تھے جن کو گھر بیٹھے خوراک ملتی تھی۔ خوراک کی مقدار کو متعین کرنے کے لئے آپ رضی اللہ عنہ نے ۳۰ افراد کے لئے دو وقت کا کھانا تیار کرایا اور یوں یومیہ خرچ کا اندازہ لگا کر ان کے وظائف مقرر کر دیئے۔ (فتوح البلدان)

جب ریاست میں عوام کو کوئی مشکل پیش آ جائے تو ایسی صورت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر حال میں ذاتی طور پر اخلاص پر مبنی کوشش کی جس سے اس مشکل میں کمی واقع ہو اور ساتھ ہی ساتھ مختلف علاقوں کے عمال کو بھی اس بات کی تلقین کی کہ وہ اس مشکل میں ساتھ دیں تا کہ معاملہ باسانی حل ہو جائے۔ اس کے لیے آپ کا تدبر اور فہم قابل تعریف ہے جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انتظامی صلاحیتوں، طرزِ حکومت اور عوام الناس کی فلاح و بہبود کے لئے اقدامات آج کے حکمرانوں کے لئے ایک قابلِ تقلید نمونہ ہیں۔ ان حکمرانوں کو چاہئے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس طرزِ حکمرانی کی روشنی میں اپنے اعمال و کردار کا محاسبہ کریں، قومی مفادات کو ذاتی مفادات پر قربان نہ کریں اور ہر صورت مملکتِ پاکستان اور عوام پاکستان کی سلامتی و خوشحالی کو مقدم رکھیں۔ مگر افسوس! ہمارے

Marfat.com

حکمرانوں نے اسلام کی ان شخصیات کی تعلیمات و کردار کو یکسر فراموش کر رکھا ہے اور ہر آئے روز عوام کے حقوق کی پامالی کا سلسلہ جاری ہے

امیر المومنین کا تقرر۔۔۔انتخابی کمیٹی

جب طبیب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صحت مند ہونے سے مایوسی کا اظہار کیا تو کبار اور سرکردہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد امیر المومنین کے متعلق فکر لاحق ہوئی کیونکہ سب سے اہم اور اولین کام سرانجام دینے کا تھا تا کہ کوئی فتنہ سر نہ اٹھا سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سقیفہ بنی ساعدہ کا واقعہ یاد تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہیں چاہتے تھے کہ دوبارہ ایسی صورت حال کا سامنا ہو انہوں نے اپنی زندگی میں اس مسئلہ پر غور و فکر کیا مگر کسی نتیجہ تک نہ پہنچ سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اگر ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو میں ان کو نامزد کر دینے میں کوئی جھجک محسوس نہ کرتا کیونکہ میں نے حضور رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ ابو عبیدہ اس امت کے امین ہیں تو میں یہ امانت بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ان کے حوالے کر دیتا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم کے متعلق اس قسم کی خواہش کا اظہار کیا کیونکہ ان کے متعلق حضور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ سالم اللہ تعالیٰ سے بہت محبت کرتے ہیں لیکن یہ دونوں اس وقت وفات پا گئے تھے۔ زندہ حضرات میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو بہتر خیال کرتے تھے لیکن ڈرتے تھے کہ ان کا قریش کے دو بڑے قبیلوں سے تعلق ہے کہیں وہ اپنے قبیلوں کے افراد کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ کر دیں۔

جب آپ رضی اللہ عنہ کسی خاص شخص کے لئے کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکے تو انہوں نے بار بار کبار اور سرکردہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے درخواست کی بلکہ تقاضا کیا کہ اس معاملہ کو اپنی صوابدید سے خود ہی حل کر لیں۔ بعض حضرات نے تو آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ

Marfat.com

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو نامزد کر دیں اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے خفگی کا اظہار کیا۔
کافی غور و فکر کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے سابق الایمان۔ مقتدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک مجلس مشاورت یا انتخابی کمیٹی قائم کر دی کہ اپنے میں سے یا اہل بدر میں سے کسی کو کثرت رائے سے خلیفہ منتخب کر لیں۔

کمیٹی کے ارکان یہ تھے:

۱۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

یہ وہ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جو ظہور اسلام کے بعد مکہ میں سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ ارکان سے کہا کہ اگر تین تین ووٹ برابر ہو جائیں تو عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو حکم بنایا جائے۔

الغرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آخری وقت میں بھی مکمل غیر جانبداری سے کمیٹی تشکیل دی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تاثرات

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنا زیادہ وقت انہی کے سرہانے گزارا ایک شخص نے کہا خدا کی قسم! مجھے امید ہے کہ آگ آپ رضی اللہ عنہ کے جسم کو کبھی مس نہیں کرے گی۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور فرمایا کہ میرے بھائی اس معاملہ میں تیرا علم بہت کم ہے۔ اگر میرے

Marfat.com

اختیار میں ہوتا تو میں زمین کے سارے خزانے آنے والی آزمائش سے بچنے کے لئے خرچ کر دیتا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا خدا کی قسم میں یہ امید رکھتا ہوں کہ آپ رضی اللہ عنہ کو اس زیادہ کچھ نہ دیکھنا پڑے گا کہ آپ نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ واللہ ہم جانتے ہیں کہ آپ امیر المومنین۔ امین المومنین اور سید المومنین ہیں۔ کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرتے تھے اور حصے برابر تقسیم فرماتے تے۔ اللہ کی قسم آپ کا اسلام نصرت تھی، آپ کی امامت تو فتح تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کی امارت نے روئے زمین کو عدل سے بھر دیا آپ رضی اللہ عنہ کے امانت کا حق ادا کر دیا۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوش ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا اور اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کیا تم میرے بارے میں یہ گواہی دو گے اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خاموش رہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابن عباس رضی اللہ عنہ میرے متعلق یہ گواہی دینا انہوں نے جواب دیا ضرور دوں گا۔

تجہیز و تکفین

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل خانہ کو وصیت فرمائی کہ میری تجہیز و تکفین سادگی سے کرنا۔ انہیں بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دیا جائے اور کفن معمولی کپڑوں میں دیا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت

آپ رضی اللہ عنہ کی مدت خلاف میں مختلف رائے ہیں تاہم اکثریت کی رائے کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دس سال پانچ ماہ اور اکیس دن خلافت کی ذمہ داریاں بڑی عمدگی اور عدل و انصاف سے سرانجام دیں۔

Marfat.com

سادگی اور فرض شناسی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے راہنما اصول تھے اور غیر جانبداری خلوص ان کے نظم ونسق کی بنیادی خصوصیات تھیں۔انہیں اپنی ذمہ داری کا اس قدر شدید احسان تھا کہ سننے والوں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ کاش! میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا! کاش میں گھاس کا ایک تنکا ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گورنروں کے تقرر میں کبھی کسی قسم کی جانب داری کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ہمیشہ گورنروں کے انتخاب میں امت کی خیر خواہی اور بھلائی کو مقدم رکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکومت مسلمانوں کی حکمرانی کی وہ بہترین تصویر ہے جو تاریخ نے اپنے قرطاس میں محفوظ رکھی ہے یہ ایک نمونہ ہے۔ مثال ہے آئیڈیل ہے ہر مسلمان معاشرے کے لئے۔اس آئیڈیل کے طرف سفر کا آغاز کئے بغیر اسلامی نظام کے دعوے خواہ کسی قدر دلفریب ہوں درحقیقت کھوکھلے ہیں۔

اہل بیت سے محبت و پیار

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا ابھی عفوان شباب تھا اور انہوں نے اعدائے اسلام کے خلاف کسی جہاد میں حصہ نہیں لیا تھا اس کے باوجود ان کے وظائف ان کے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے برابر تھے اور اکثر مواقع پر ان سے ترجیحی سلوک کیا جاتا اور مال غنیمت سے عمدہ چیزیں انہی کی نذر کی جاتی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر بہت اعتماد کرتے تھے اور انہیں عہدہ قضاء اور جنگی امور کی نظامت اور نگرانی سونپ رکھی تھی۔اور اکثر امور میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مشورہ لیتے اور انہیں کے مشورہ کے مطابق کام سرانجام دیتے تھے۔

نوٹ: حدیث پاک میں مذکور ہے کہ جب پہلا آدمی آیا اور اس نے دروازہ کھلوانا

Marfat.com

چاہا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور دروازہ کھلوانے والے کو جنت کی بشارت دو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے دروازہ کھولا تو وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اسی طرح دوسری اور تیسری بار حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما تھے جن کے حضور نبی کریم ﷺ نے جنت کی بشارت دی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پہنچنے والی مصیبت کا ذکر کیا جو انہیں باغیوں کے ہاتھوں پہنچی یوں یہ حدیث جہاں فضائل حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم پر دلالت کرتی ہے وہاں حضور نبی کریم ﷺ کے علم غیب پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ جو کچھ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہی ہوا۔

أَنَّهُ سَمِعَ جَدَّهُ عَبْدَ اللهِ بنَ هِشَامٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بنَ الخَطَّابِ

حضرت عبداللہ بن ہشام نے بیان کیا کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔

❖❖❖❖❖

Marfat.com

2-حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

حضرت علی بن ابو طالب بن عبدالمطلب آپ کی کنیت ابوالحسن یہ کنیت آپ کے گھر والوں نے رکھی تاہم آپ کی کنیت ابوتراب یہ حضور نبی کریم ﷺ نے رکھی جب حضور نبی کریم ﷺ نے ان کو مسجد میں سوتے ہوئے دیکھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی کمر سے چادر ہٹی ہوئی تھی اور کمر پر مٹی لگی ہوئی تھی تو حضور ﷺ نے آپ کو ابوتراب کہہ کر پکارا، بعض اہل علم نے کہا کہ یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو کر مسجد میں چلے گئے تو وہاں مٹی میں لیٹ گئے تو جب حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ ﷺ پہنچان گئے کہ یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو کر آئے ہیں تو فرمایا اے ابوتراب کیا ہوا؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے انہوں نے اسلام قبول کیا اور کبار صحابیات میں ان کا شمار ہوتا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں ان کا وصال ہوا۔

وَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم لِعلِیٍّ أَنْتَ مِنِّی وأَنَا مِنْكَ

''حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا اے علی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں''۔

اس تعلیق کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مطولا عمرۃ القضاء میں ذکر کیا عنقریب اس کا ذکر آئے گا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا اے علی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور حضرت جعفر رضی اللہ کو فرمایا تم میرے ساتھ خلق و خلق میں مشابہت رکھتے ہو۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو فرمایا ''منی'' یہ ''من'' اتصال کے

Marfat.com

معنی میں ہے اور اس کا معنی تم میرے ساتھ متصل ہو اور اس اتصال سے مراد جہت نبوت کا اتصال نہیں ہے بلکہ جہت علم، قرب اور نسب کا اتصال ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ تُوُفِّیَ رَسُولُ اللہ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسلم وھُوَعَنْہُ رَاضٍ

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے وصال فرمایا اس حال میں کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ سے راضی تھے"۔

یہ تعلیق قریب ہی وفاۃ عمر میں گزر چکی ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آغوش مصطفیٰ ﷺ میں

جناب ابو طالب کثیر العیال تھے۔ اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح خوش حال نہ تھے مکہ میں قحط پڑ گیا تو ان سے ان کی مالی حالت اور کمزور ہو گئی۔ رحمت عالم ﷺ سے آپ کی یہ تکلیف دہ حالت دیکھی نہ جا سکی لہذا اپنے چچا حضرت عباس کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں اس بات کی ترغیب دی کہ جناب ابو طالب کا بوجھ ہمیں بانٹ لینا چاہیے ان کا ایک بیٹا میں لے لیتا ہوں۔ اس کی کفالت میں کروں گا اور ایک بیٹا آپ لے لیں اس کی کفالت آپ کریں۔ اس طرح ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا لہذا دونوں جناب ابو طالب کے پاس گئے اور انہیں اپنی آمد کا مقصد بیان کیا اس پر ابو طالب جن کے چار بیٹے تھے اور ہر ایک دوسرے سے دس سال چھوٹا تھا ان کے نام طالب، عقیل، جعفر اور علی تھے انہوں نے کہا کہ عقیل اور طالب کو میرے پاس رہنے دو باقی دونوں کے بارے میں جیسے تم کہتے ہو چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم نے لے لیا اور جعفر کو حضرت عباس نے لے لیا۔

یوں اعلان نبوت سے قبل ہی حضرت علی آغوش نبوت میں آ گئے تا کہ یہ قطرہ، صدف احمدی میں پرورش پا کر در شہسوار بنے اور اپنے علمی اور روحانی انوار ساطعہ سے قیامت تک اکناف عالم کو منور و تاباں کرتے رہے۔

Marfat.com

حضور نبی کریم ﷺ نے نام رکھا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد فرماتی ہیں کہ جب میرا یہ بچہ پیدا ہوا تو نبی کریم ﷺ نے اس کا نام علی رکھا اور اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ اور اپنی زبان مبارک اس مولود مسعود کو چوسنے کے لئے اس کے منہ میں ڈال دی جسے یہ بچہ (حضرت علی) چوستے ہوئے سو گیا۔

(سیرت حلبیہ: ج، اول، ص ۱۸۲، بحوالہ ضیاء النبی جلد دوم)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ایمان لانا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ایمان لانے کا واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ ایک روز آپ کاشانہ نبوت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دونوں نماز پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے جسے اس نے اپنے لئے پسند کیا ہے اور اس کی تبلیغ کے لئے رسول مبعوث کئے ہیں۔ پس میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لاؤ اور اس کی عبادت کرو، اور لات وعزیٰ کے ساتھ کفر کرو۔"

(سیرت حلبیہ: ج، اول، ص ۱۸۲، بحوالہ ضیاء النبی جلد دوم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے اس بارے میں آج تک نہیں سنا، جب تک میں اپنے والد سے مشورہ نہ کرلوں میرے لئے کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی! تم اسلام نہیں لانا چاہتے تو کم از کم اس راز کو افشاء تو نہ کرو۔ ایک رات یوں ہی گزر گئی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو نورِ ایمان سے روشن کر دیا تو وہ صبح سویرے ایمان لے آئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بروز پیر حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نماز پڑھتے دیکھا اور بروز منگل انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ جب آپ نے اسلام قبول کیا تو اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی ایک

Marfat.com

روایت میں دس سال بیان کی گئی ہے تاہم آپ بالغ نہیں ہوئے تھے لیکن سن تمیز کو ضرور پہنچ چکے تھے۔ابتداء میں آپ نے اپنا ایمان اپنے والد سے پوشیدہ رکھا مگر یہ راز فاش ہوگیا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کل میں یہ جھنڈا ضرور اس کو شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح مرحمت فرمائے گا لوگ تمام رات اسی حسرت میں رہے کہ دیکھیے صبح کس خوش نصیب کو جھنڈا عطا فرمایا جائے گا۔جب صبح ہوئی تو ہر ایک یہ تمنا لئے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جھنڈا اسے مرحمت ہو۔آپ ﷺ نے فرمایا: علی بن ابو طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ان کی آنکھیں دکھتی ہیں فرمایا انہیں بلا لاؤ پس انہیں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگا دیا اور ان کے لئے دعا فرمائی پس وہ اس طرح شفایاب ہوگئے جیسے انہیں تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی۔پھر آپ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اس وقت تک لڑوں جب تک وہ مسلمان نہ ہوجائیں۔فرمایا: خاموشی کے ساتھ جاؤ اور جب تم ان کے میدان میں اترو تو پہلے انہیں اسلام کی طرف بلانا اور جو ان پر واجب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور انہیں بتایا پس خدا کی قسم اگر تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دی تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں کے ہونے سے بہتر ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ خیبر کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی آنکھیں دکھنے کے باعث حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں فوج میں شامل نہیں ہونے دیا اور انہیں پیچھے رہنے دیا۔انہوں نے سوچا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر رہ گیا ہوں پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نکل کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے جا ملے جب اس رات کی شام ہوئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے فتح مرحمت

Marfat.com

فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صبح یہ جھنڈا میں ضرور ایسے شخص کو دوں گا یا ایسے شخص کے سپرد کروں گا جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوست رکھتے ہیں یا یہ فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح سے نوازے گا۔ اچانک ہماری ملاقات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہوئی حالانکہ ان کی آنے کی کوئی امید نہ تھی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھنڈا انہیں عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح عطا فرمائی۔

وادی خیبر

مدینہ سے چند منزل دور خیبر عہدی نبوی کا اسرائیل بن چکا تھا۔ مدینہ سے نکالے گئے یہودی بھی وہیں جمع ہو گئے تھے سب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے، عرب قبائل سے جوڑ توڑ کر کے انہیں مسلمانوں کے خلاف ابھارتے رہتے تھے۔ خیبر میں یہودیوں کے چھ قلعے تھے اور بیس (۲۰) ہزار تجربہ کار جنگ جو جن کے پاس وافر مقدار میں سامان رسد و حرب موجود تھا۔ یہودیوں کو اپنے قلعوں کی مضبوطی اور جنگی ساز و سامان پر مکمل ناز و بھروسہ تھا۔ وہ اپنے حلیف عرب قبائل کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کی تیاریوں کی منصوبہ بندی میں لگے ہوئے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے عزائم اور تیاریوں کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سولہ سو جانثاروں کے ہمراہ اچانک خیبر پہنچ گئے اور یہودیوں کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا محاصرہ بیس دن جاری رہا اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا اور وہ متحد ہو کر نہ لڑ سکے۔ یکے بعد دیگرے ان کے پانچ قلعے فتح ہو گئے مگر چھٹا قلعہ جسے قلعہ قموص کہتے تھے یہ بڑا مستحکم تھا اور اس کا سردار مرحب تھا جو عرب کے مشہور بہادروں میں شمار ہوتا تھا۔ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس قلعہ پر حملہ کیا مگر کامیابی نہ مل سکی۔ فتح میں غیر معمولی تاخیر ہوتی دیکھ کر ایک شام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل میں جھنڈا اسے دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا اور جسے اللہ تعالیٰ اور

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔

فاتح قلعہ ناعم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

متعدد سیرت نگاروں نے اپنی اپنی تالیفات میں لکھا ہے کہ مرحب، اپنے بھائیوں کے ہمراہ اسی قلعہ میں موجود تھا اور سید علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے اس کی جنگ اسی قلعہ کے دروازے کے سامنے ہوئی جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی کبھی دردِ شقیقہ کی تکلیف ہوتی تھی یہ تکلیف ایک دو روز جاری رہتی تھی جب حضور خیبر میں تشریف لائے تو پھر اس دردِ شقیقہ کی تکلیف ہوگئی۔ جس کی وجہ سے آپ باہر تشریف نہ لا سکے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا پرچم عطا فرما کر بھیجا جنہوں نے ان کے ساتھ شدید جنگ کی لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔ دوسرے روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دو عالم ﷺ کا پرچم لے کر قلعہ پر حملہ کیا اور شدید جنگ کی جو پہلے دن سے بھی زیادہ سخت تھی لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔ بارگاہِ رسالت میں صورتِ حال عرض کی گئی، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لَاُعْطِیَنَّ رَایَۃً غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلَیْہِ لَیْسَ بِفَرَّارٍ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یَاْخُذُھَا عَنْوَۃً

"کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس قلعہ کو فتح فرمائے گا وہ شخص فرار نہیں ہوگا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والا ہوگا اور قوتِ بازو سے اس قلعہ پر قابض ہو جائے گا"۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سن لیا، ان کی یہ رات پیچ و تاب کھاتے ہوئے گزری۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ یہ سعادت اس کو نصیب ہو۔ جب صبح ہوئی تو سارے مجاہدین بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ وہ یہ جاننے کے لئے

Marfat.com

از حد بے قرار تھے کہ وہ کون خوش نصیب ہے جس کو آج پرچم عطا فرمائے گا۔

سیدنا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم آشوب چشم کی تکلیف کے باعث مدینہ طیبہ سے حضور ﷺ کے ہم رکاب خیبر کی طرف روانہ نہیں ہو سکے تھے۔ جب سرکار دو عالم ﷺ مدینہ طیبہ سے روانہ ہو گئے تو علی المرتضیٰ نے اپنے دل میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ جہاد پر تشریف لے جائیں اور میں پیچھے رہ جاؤں؟ بخدا ایسا ہرگز نہیں ہوگا چنانچہ دکھتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اپنے آقا کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ خیبر میں حضور ﷺ کے قریب جا کر اپنی اونٹنی بٹھائی اور حالت یہ تھی کہ آنکھوں پر پٹی بندھی تھی۔ اس روز جب حضور ﷺ نماز جمعہ ادا فرما چکے تو جھنڈا منگوایا اور کھڑے ہو کر لوگوں کو وعظ فرمایا۔ پھر پوچھا اَیْنَ عَلِیٌّ علی کہاں ہیں؟ عرض کی گئی ان کی دونوں آنکھیں دکھتی ہیں۔ اس لئے یہاں موجود نہیں۔ حضور ﷺ نے انہیں بلا بھیجا۔ حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ آپ کو بلانے کے لئے میں گیا۔ میں ان کا ہاتھ پکڑ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔ رحمت عالم ﷺ نے پوچھا علی! تمہیں کیا ہے؟ عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آنکھیں دکھنے لگی ہیں اور مجھے اپنے سامنے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ آپ نے فرمایا میرے نزدیک آجاؤ۔ سیدنا علی فرماتے ہیں میں نزدیک ہوا۔ حضور ﷺ نے میرا سر اپنی گود مبارک میں رکھا، پھر اپنا لعاب دہن ہاتھوں پر لگا کر میری آنکھوں پر ملا تو میں اسی وقت صحت یاب ہو گیا گویا مجھے کبھی آشوب چشم کی تکلیف ہوئی نہ تھی۔ اس لعاب دہن کی برکت سے ساری عمر آپ کی آنکھوں کو کبھی تکلیف نہ ہوئی۔ پھر حضور ﷺ نے انہیں پرچم عطا فرمایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا میں ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھوں جب تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: آہستہ آہستہ ان کے میدان میں جاؤ اور وہاں پہنچ کر انہیں اسلام قبول کرنے کی

Marfat.com

دعوت دو۔ نیز انہیں بتاؤ کہ اگر وہ مسلمان ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے کون سے حقوق ان پر واجب الاداء ہوں گے۔ اے علی! بخدا! اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لئے اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ تمہیں سرخ اونٹ دیئے جائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رخصت ہوکر قلعہ کے سامنے تشریف لے گئے۔ اور جاکر جھنڈا گاڑ دیا۔ ایک یہودی نے اس قلعہ کی چھت سے جھانکا اور آپ کو دیکھ کر پوچھا۔ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں علی ہوں یہودی کے منہ سے نکلا کہ اس خدا کی قسم! جس نے موسیٰ پر تورات نازل کی آپ یہودیوں پر غالب آجائیں گے۔

یہودیوں کی طرف سے قلعہ سے جو شخص پہلے نکلا وہ مرحب کا بھائی حارث تھا اس نے آکر دعوت مبارزت دی۔ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پلک جھپکتے ہی اس کا کام تمام کردیا جو یہودی حارث کے ہمراہ تھے وہ بھاگ کر اپنے قلعہ میں واپس آگئے۔ پھر ایک دوسرا یہودی جو طویل القامت بھرے ہوئے جسم کا مالک تھا اس کو عامر کہتے ہیں وہ مقابلہ کے لئے نکلا تو حضور ﷺ نے فرمایا اس پانچ گز کے کو تم دیکھ رہے ہو؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس کے مقابل ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر کئی وار کئے مگر وہ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی پنڈلیوں پر وار کیا تو وہ گھٹنوں کے بل گر پڑا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو بھی جہنم رسید کرکے اس کے ہتھیار اٹھالئے پھر ایک اور یہودی نکلا جسے یاسر کہتے تھے۔

اس نے رجزیہ اشعار پڑھے کہ میں یہودیوں کے بڑے طاقتور اور بہادر سپاہیوں سے ہوں اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا نیزہ تھا جس سے وہ لوگوں کو ہانکتا تھا اس کا مقابلہ کے لئے بھی شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نکلے مگر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرے اور اس کے درمیان حائل نہ ہوں چنانچہ علی

Marfat.com

المرتضی رضی اللہ عنہ درمیان سے ہٹ گئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ اور حضور نبی کریم ﷺ کی پھوپھی رضی اللہ عنہا نے جب یہ منظر دیکھا تو عرض کی: یارسول اللہ ﷺ کیا یہ شخص میرے بیٹے کو قتل کر دے گا؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بلکہان شاء اللہ تیرا بیٹا اسے واصل جہنم کرے گا۔ اس میں کیا مجال کی تیرے بیٹے کا ایک بال بھی ٹیڑھا کر سکے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ رجز پڑھتے ہوئے اس سے نبرد آزما ہوئے اور انہوں نے اپنی تلوار کی ایک ہی ضرب سے اس کو واصل جہنم کر دیا۔ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس یہودی کو واصل جہنم کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرا چچا اور خالو تم پر قربان ہوں۔ نیز فرمایا ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے میرا حواری میری پھوپھی کا لڑکا زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مرحب اپنی تلوار لہراتا ہوا میدان میں نکلا اس کے سر پر زرد رنگ کا خود تھا جو یمنی تھا اس نے یہ رجز پڑھتے ہوئے مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی۔

پورا خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں ہتھیاروں سے مسلح ہوں تجربہ کار بہادر ہوں جب شیر مجھ پر حملہ کرتے ہیں تو میں جوش سے بھڑک اٹھتا ہوں۔

اس کے مقابلہ میں حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نکلے اور آپ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے:

''پورا خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہوں میں اسلحہ سے لیس ہوں بہادر ہوں خطرات میں کود جانے والا ہوں''۔

ہر دو نے ایک دوسرے پر وار کئے مرحب کی تلوار حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی ڈھال پر لگی حضرت عامر رضی اللہ عنہ جھک کر اس پر اپنی تلوار سے وار کیا۔ آپ کی تلوار چھوٹی تھی وہ

Marfat.com

آپ کی گھٹنے کی ہڈی پر لگی جس کے باعث وہ شہید ہو گئے۔ مرحب پھر شیر کی طرح دھاڑتا ہوا میدان میں آیا رجزیہ اشعار پڑھ کر مقابل کا مطالبہ کیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس کے غرور کو خاک میں ملانے کے لئے خود میدان میں آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سرخ رنگ کا جبہ پہنا ہوا تھا اور یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے۔

میں وہ ہوں جس کی ماں نے اس کا نام حیدر رکھا ہے جنگل کے شیروں کی طرح میں بڑا خوفناک ہوں میں ان کو ایک صاع کے بدلے بہت بڑے پیالے میں ماپ کر دوں گا۔

آپ نے ذوالفقار حیدری سے وار کیا جو مرحب کے سر پر لگا آپ کی تلوار اس کا فولادی خود کاٹتی ہوئی اس کے دانتوں سے اترتی ہوئی سر کو کاٹ کر تن سے جدا کر دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مرحب کو قتل کر کے اس کا سر کاٹ کر بحضور نبوی ﷺ لے کر حاضر ہوئے اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے مرحب کو محمد بن مسلمہ نے قتل کیا لیکن صحیح مسلم میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مرحب کو قتل کرنے والے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

ایک سجدہ کئے بغیر جنت میں داخل ہونے والا خوش نصیب حبشی

قلعہ ناعم والوں نے جب ہتھیار سجا لئے اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے تو ایک یہودی کے سیاہ فام غلام نے اپنے مالک سے پوچھا تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اس نے بتایا کہ ہم اس شخص سے لڑنا چاہتے ہیں جو یہ کہتا ہے میں نبی ہوں۔ یہودیوں کی زبان سے نبی کریم ﷺ کا سن کر اس حبشی غلام نے اپنا ریوڑ لیا اور اسے چرانے کے لئے باہر نکل آیا مسلمانوں نے اسے گرفتار کر لیا اور حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔

ابن عقبہ کہتے ہیں کہ وہ خود اپنے ریوڑ کو لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں

Marfat.com

حاضر ہوا آپ ﷺ نے اس سے گفتگو کی اس نے پوچھا آپ کیا کہتے ہیں اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں اسلام لانے کی دعوت دیتا ہوں کہ تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اس نے کہا اگر میں یہ شہادت دے دوں تو مجھے کیا ملے گا آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو ایمان لے آتا ہے تو تجھے جنت ملے گی۔ پس وہ سیاہ فام یہودیوں کا غلام مسلمان ہو گیا۔

اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں ایسا شخص ہوں جس کی رنگت کالی ہے جس کا چہرہ خوبصوت نہیں ہے جس سے بدبو آتی ہے میرے پاس کوئی مال بھی نہیں ہے اگر میں یہودیوں سے جنگ کروں اور مارا جاؤں تو کیا میں جنت جاؤں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جی ضرور تو جنت جائے گا۔

وہ سیاہ فام غلام عرض کرتا ہے یارسول اللہ ﷺ میرے پاس میرے مالکوں کی بکریاں ہیں یہ ان کی امانت ہیں ان کا کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا انہیں لشکر سے باہر لے جاؤ اور اپنے مالکوں کی طرف ہانک کر انہیں کنکریاں مار کر بھگا دو تمہاری طرف سے ان کی امانت ادا ہو جائے گی اس نے ایسا ہی کیا جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا وہ بکریاں اکٹھی ہو گئیں اور اپنے مالکوں کیطرف دوڑ پڑیں ہر بکری اپنے اپنے مالک تک پہنچ گئی مگر وہ حضور نبی کریم ﷺ کی یہ دیانت داری سن کر بڑا متعجب ہوا۔

وہ سیاہ فام غلام میدان جنگ میں گیا اور یہودیوں سے لڑنا شروع کر دیا جس پر اسے ایک تیر لگا جس کی وجہ سے وہ شہید ہو گیا۔ یوں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے کے بعد ایک سجدہ بھی نہیں کیا مگر جام شہادت نوش کر کے جنت کی ابدی نعمت حاصل کر گیا۔ مسلمان اسے اٹھا کر لے آئے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسے خیمہ میں لے جاؤ جب آپ ﷺ جنگ سے فارغ ہوئے تو اس سیاہ فام حبشی غلام کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: ''اے حبشی غلام تیرے چہرے کو اللہ تعالیٰ نے روشن کر دیا ہے اور تیری بدبو کو اللہ تعالیٰ نے خوشبو

Marfat.com

سے تبدیل کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تیرے مال کو بڑھا دیا ہے

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دو حوروں کو دیکھا جو اس سیاہ فام غلام کے چہرے پر گرد و غبار کو صاف کر رہی ہیں اور یہ کہہ رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو خاک آلود کرے جس نے تیرے چہرے کو غبار آلود کیا اور اسے ہلاک کرے جس نے تجھے شہید کیا۔

(سیرت نبویہ: ج ۳، ص ۳۶۱۔ بحوالہ ضیاء النبی ﷺ)

مبارک ہو تمہارے بھائی کا قاتل مر گیا

قلعہ ناعم کے محاصرہ کے دنوں میں ایک دن جب جنگ کی شدت میں کمی آئی تو محمود بن مسلمہ قلعہ کی دیوار کے سائے میں ستانے کے لئے بیٹھ گئے چونکہ شدید گرمی تھی اس لئے اپنا خود اتار دیا یہودیوں نے جب آپ کو دیوار کے سایے میں بیٹھے دیکھا تو انہوں نے یہ موقع غنیمت جانا ان میں مرحب بھی تھا وہ قلعہ کی چھت پر گیا اور وہاں پڑے ہوئے چکی کے پاٹ کو اس نے اس کے سر پر گرا کر کچل دیا۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مرحب کو واصل جہنم کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے بھائی سے کہا

اے محمد! تمہیں مبارک ہو تمہارے بھائی کا قاتل قتل کر دیا گیا ہے۔

یہ سن کر محمد بن مسلمہ کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ رہی جس روز مرحب واصل جہنم ہوا اسی دن محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

مرحب کے مارے جانے کے بعد یہودیوں پر دہشت طاری ہو گئی پھر ان میں سے کوئی مبارز طلب نہ ہوا۔ عام حملہ ہوا گھمسان کی لڑائی کے بعد ناقابلِ تسخیر سمجھا جانے والا قلعہ قموص فتح ہو گیا۔ ترانوے یہودی مارے گئے بیس مسلمان شہید ہوئے۔ قموص کی تسخیر کے بعد پوری وادی خیبر مسلمانوں کے قبضے میں آ گئی۔

حضرت عبدالعزیز بن حازم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے

Marfat.com

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ فلاں شخص منبر پر بیٹھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو برا بھلا کہتا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا۔ آخر وہ کیا کہتا ہے؟ جواب دیا وہ ان کو ابوتراب کہتا ہے۔ یہ ہنس پڑے اور فرمایا: خدا کی قسم ان کا یہ نام تو حضور نبی کریم ﷺ نے رکھا ہے اور خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یہ نام اپنے اصلی نام سے زیادہ پیارا ہے پس راوی کو حضرت سہل سے پوری حدیث سننے کی طمع پیدا ہوئی اور کہنے لگے۔ اے ابوعباس واقعہ کیا تھا؟ فرمایا: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پھر مسجد میں آکر لیٹ گئے نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مسجد میں ہیں۔ آپ ﷺ تشریف لے گئے اور انہیں دیکھا کہ چادر ان کی پیٹھ سے ہٹ گئی ہے اور ان کی پیٹھ مٹی سے آلودہ ہوگئی تھی آپ ﷺ ان کی پیٹھ سے مٹی جھاڑنے لگے اور دو مرتبہ فرمایا اے ابوتراب اٹھو۔

حدیث ہذا سے واضح ہوا کہ بعض اوقات جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا میں شکر رنجی ہو جایا کرتی تھی۔ بلکہ حق الیقین کی روایت سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ بہت ہی شدید ناراضگی ہو جایا کرتی تھی ظاہر ہے کہ ناراضگی بغیر ایذا کے نہیں ہو سکتی، حدیث ہذا کے اس پہلو پر اگر آپ دیانتداری سے غور کریں تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اگر بخاری میں یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئیں؟ تو اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا و علی رضی اللہ عنہ میں بھی ناراضگی ہو جایا کرتی تھی۔ پھر اسکے ساتھ اس روایت کو بھی لیجیے جس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی، پھر صغریٰ کبریٰ ملا کر جو الزام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر قائم کیا جائے گا تو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وہی الزام قائم نہیں ہوگا، اسکے بعد امام نے ایک حدیث ذکر کی ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے: اہل صفہ ستر نفر تھے جن کی غربت کا یہ عالم تھا کہ کسی کے پاس صرف تہبند تھا چادر نہ تھی یا کمبل تھا جس کو وہ اپنی گردنوں میں باندھ لیتے اور

Marfat.com

وہ بھی نصف پنڈلی تک پہنچتے تھے اور بعض کے ٹخنوں تک۔

کیا مسجد میں سونا جائز ہے: ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ بضرورت مسجد میں سونا جائز ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب ہر کوئی مسجد میں ڈیرے ہی جمادے اور اسے گھروں کی طرح استعمال کرنا شروع کردے۔ مسجد میں اگر بضرورت رہنا پڑ جائے تو اس کے آداب کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ معتکف اور پردیسی کے سوا کسی کو مسجد میں کھانا پینا، سونا جائز نہیں لہٰذا جب کھانے پینے وغیرہ کا ارادہ ہو تو اعتکاف کی نیت کرلے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ مسجد میں سونے کو مکروہ قرار دیتے ہیں حضرت امام مالکؒ نے فرمایا میں یہ پسند نہیں کرتا کہ جس کا گھر بار ہو وہ مسجد میں سوئے۔

(عمدۃ القاری، جلد ۴، صفحہ ۱۹۹)

حضرت سعد بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آیا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور ان سے شانِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں استفسار کیا انہوں نے ان کے نیک اعمال بیان کر کے فرمایا یہ باتیں تجھے بری لگی ہوں گی؟ اس نے کہا: ہاں، انہوں نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل وخوار کرے پھر اس نے شان علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق پوچھا تو انہوں ان کی بھی خوبیاں بیان کیں اور فرمایا وہ ایسے ہیں کہ ان کا گھر حضور نبی کریم ﷺ کے گھروں کے درمیان ہے اور پوچھا کہ یہ باتیں بھی تجھے بری لگی ہوں گی؟ جواب دیا: ہاں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل وخوار کرے جا دفع ہو جا اور مجھے نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرنا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے محاسن آپ رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات بشمول غزوہ بدر کے شریک ہوئے۔ قلعہ خیبر آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں یہودی مرحب واصل جہنم ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا گھر حضور نبی کریم ﷺ کے گھروں کے درمیان تھا۔ (عمدۃ القاری: ج ۱۶، ص ۳۰۰)

Marfat.com

ایک انصاری صحابی حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ نے یہ مکان دیا تھا جو حجرہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا کہ بے شک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چکی پیسنے سے تکلیف ہوتی تھی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شکایت کرنے کی غرض سے گئیں لیکن دولت خانہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں انہیں وجہ بتادی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے کہ وجہ بتائی پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے جب کہ ہم اپنے بستروں میں لیٹے ہوئے تھے۔ میں اٹھنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی اپنی جگہ رہو پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان رونق افروز ہوگئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتادوں جو اس سے بہتر ہے جس کا تم نے مجھ سے سوال کیا؟ جب تم اپنے بستروں پر لیٹنے لگو تو چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمدللہ پڑھ لیا کرو یہ تم دونوں کے لئے خادم سے بہتر ہے۔ (بخاری)

حضرت سعد سے مروی ہے کہ میں نے ابراہیم بن سعد سے سنا انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ (بخاری)

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ مجھے بچوں میں چھوڑے جارہے ہیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس بات پہ راضی

Marfat.com

نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے۔۔۔الخ، تو حضور نبی کریم ﷺ نے یہ مثال دی کہ جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ طور پر تشریف لے گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنا گئے۔ اس سے یہ مراد قطعاً نہیں کہ آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے خلیفہ ہوں گے کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے پہلے ہو گئی تھی اور حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے ان کی زندگی میں خلیفہ بنے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی حضور نبی کریم ﷺ کے حیات میں خلیفہ بنے جب آپ ﷺ غزوہ تبوک کی جانب تشریف لے گئے۔ (عمدۃ القاری: ج ۱۶، ص ۳۰۱)

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ اقْضُوا كَمَا كُنْتُمْ تَقْضُونَ فَإِنِّي أَكْرَهُ الْأَخْتِلَافَ حَتَّى يَكُونَ لِلنَّاسِ جَمَاعَةٌ أَوْ أَمُوتُ كَمَا مَاتَ أَصْحَابِي فَكَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَرَى أَنَّ عَامَّةَ مَا يُرْوَى عَلَى عَلِيٍّ الْكَذِبُ

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ انہوں نے اہل عراق کو کہا کہ تم جیسے پہلے فیصلہ کرتے تھے اسی طرح فیصلہ کرتے رہو کیونکہ میں اختلاف کو برا سمجھتا ہوں اور لوگوں کو متحد رہنا چاہیے یا مجھے موت آجائے جس طرح میرے ساتھی موت کی آغوش میں چلے گئے ہیں۔ امام ابن سیرین کا خیال ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خلاف اکثر روایتیں جھوٹی ہیں''۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جب عراق تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ جس طرح تم پہلے فیصلہ کرتے تھے اب بھی اسی طرح فیصلہ کرتے رہو اس کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم عراق آئے تو انہوں نے کہا کہ میری رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کہ مطابق تھی کہ ام الولد کو آزاد کر دیا جائے لیکن اب میں انہیں بدستور باندی

Marfat.com

قرار دیتا ہوں تو عبیدہ رضی اللہ نے کہا آپ رضی اللہ عنہ کی وہ رائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رائے کے مطابقت تھی اور آج کی رائے سے بہتر ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا تم ایسے ہی فیصلے کرو جیسے پہلے کرتے تھے میں ناپسند کرتا ہوں اختلاف کو یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں علامہ کرمانی نے کہا کہ جب اختلاف امت رحمت ہے تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس اختلاف کو کیوں ناپسند کرتے ہیں علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ اختلاف جو نزاع اور فتنہ کی طرف لے جائے وہ مکروہ ہے، علامہ ابن سیرین یعنی محمد بن سیرین نے کہا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے عام روایات مروی ہیں وہ جھوٹ و افتراء ہیں، اور ام الولد کی بیع میں صدر اول میں اختلاف تھا حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے ان بیع کی اباحت منقول ہے اور اسی طرف گئے ہیں داؤد، بشر بن غیاث، اور یہی قول قدیم شوافع کا ہے اور احمد کی روایت میں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رجوع کر لیا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے اپنی باندی سے وطی کی پھر بچہ پیدا ہوا تو وہ اس باندی کے مرنے کے بعد آزاد ہوگا، اسے امام احمد، ابن ماجہ اور دار قطنی نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری: ج ۱۶، ص ۳۰۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شادی

جنگ بدر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی محبوب ترین صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے شادی کرادی اور فرمایا کہ پیاری بیٹی میں نے اپنے خاندان کے بہترین شخص سے تیری شادی کی ہے۔

شادی کے لئے ضروری سامان کی خریداری

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے شادی کے ضروری ساز و سامان کی خریداری کے لئے اپنی زرہ مدینہ کے بازار میں لے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ چار سو

Marfat.com

درہم میں خرید لی بعدازاں وہ زرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تحفہ میں دے دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم وہ زرہ اور درہم لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا آپ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں کلمات خیر فرمائے۔ یوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خانہ داری کے ضروری سامان اور ولیمہ کا انتظام کیا۔

حضرت فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا جہیز

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز میں چمڑے کا ایک گدا جس میں کھجور کے پتے بھرے تھے بان کی چارپائی ایک چادر، آٹا پیسنے کی چکی، ایک چھاگل، ایک مشک اور دو مٹی کے گھڑے تھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تقریب

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تقریب میں مہاجرین وانصار میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان غنی حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور اتنی ہی تعداد میں انصار نے شرکت کی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دعوت ولیمہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعوت ولیمہ میں کھجوریں، جو کی روٹی، پنیر اور ایک خاص قسم کا شوربا تھا۔

یہ تھی جنتی عورتوں کی سردار سیدہ فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی سادہ سی تقریب۔

ایک انصاری صحابی حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ نے حجرہ نبوی کے پاس اس شادی شدہ جوڑے کے لئے مکان دیا۔

Marfat.com

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اولاد

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تین صاحبزادے۔ حضرت حسن، حضرت حسین اور محسن اور دو صاحبزادیاں حضرت ام کلثوم اور حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ حضرت محسن بچپن میں ہی وصال فرما گئے جب کہ باقی چاروں نے تاریخ اسلام میں نمایاں کردار ادا کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے دوسری شادی نہیں کی۔

سرایا بنی سعد

فتح خیبر کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو سو سواروں کا ایک دستہ دے کر بنی سعد کے مقابلے کے لئے فدک بھیجا یہ قبیلہ خیبر کے یہودیوں کی امداد کے لئے جمع تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی سے ہمکنار فرمایا: بنی سعد بھاگ گئے۔

یمن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تعیناتی

فتح مکہ کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو قبیلہ ہمدان کی طرف تبلیغ اسلام کے لئے روانہ فرمایا ان کی سعی جمیلہ سے سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

قبیلہ طے کا بت

۹ ہجری کو ربیع الاول کے ماہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم قبیلہ طے کا بت الفلس توڑنے کے لئے روانہ ہوئے انہوں نے جا کر وہ بت توڑا اور مال غنیمت اور قیدی لے کر واپس لوٹے انہی میں حاتم طائی کی بیٹی سفانہ بھی تھی حضور نبی کریم ﷺ نے اس سارے قبیلے کو آزاد کر دیا سفانہ کی کوششوں سے اس کا مفرور بھائی عدی بن حاتم بھی مسلمان ہو گیا عدی جنگ جمل و صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ ہو کر لڑا۔

Marfat.com

یمن کے قاضی

جب حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یمن کا قاضی بنا کر روانہ فرمایا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے جس قوم کی طرف قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں اس میں مجھ سے زیادہ عمر رسیدہ اور تجربہ کار لوگ موجود ہوں گے ان کے معاملات کا فیصلہ کرنا میرے لئے مشکل ہوگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر اپنا دست مبارک رکھا اور دعا فرمائی ''اے اللہ! علی کی زبان کو راست گو بنادے اور اس کے دل کو ہدایت کے نور سے منور فرمادے'' اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سر پر عمامہ باندھا اور روانہ کیا۔

سب سے بڑے قاضی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ میں مقدمات کے سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ''اقضی هم علی'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ بعد میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ جملہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی کئی مرتبہ دہرایا۔

غدیر خم

حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر راستہ میں بعض افراد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں معترضانہ چہ میگوئیاں کیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جحفہ سے تین میل کے فاصلہ پر غدیر خم نامی گاؤں میں پڑاؤ ڈالا اور ایک خطبہ دیا جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تعریف کی اور باتوں کے علاوہ فرمایا: جس کا میں مولا علی بھی اس کا مولا (مولا۔ دوست، حامی۔ یار و مددگار۔ ہمسایہ، آقا، آزاد کردہ غلام وغیرہ سب کے مفہوم میں آتا ہے یہاں اس سے مراد دوست اور محب مراد ہے۔

Marfat.com

(لغت)) ہیں۔فرمایا علی کا جو دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے۔اے اللہ! جو علی سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر۔اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر حضرت علی کو گلے لگا لیا اور انہیں مبارک باد دی اور کہا کہ اب سے آپ رضی اللہ عنہ میرے بھی مولا ہیں۔

شہادت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

جنگِ نہروان کے بعد بچے کچھے خوارج بحرین اور احصا کی طرف نکل گئے اور وہاں اپنے مراکز قائم کر لئے، آئندہ زمانوں میں انہی مقامات سے مملکت اسلامیہ کے خلاف خفیہ سازشوں میں اور بعض خفیہ حملوں میں مصروف عمل رہے۔انہوں نے بہت سے نیک مرد و عورتوں اور بچوں کو بڑی سفاکی کے ساتھ قتل کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھی برا بھلا کہتے اور انہیں قتل کی دھمکیاں دیتے۔

یہ خوارج حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو اسلامی دنیا میں اختلاف و انتشار اور فتنہ و فساد کا بانی مبانی سمجھتے تھے۔چنانچہ تین خوارجی عبدالرحمن بن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر حج کے موقع پر اکٹھے ہوئے اور صورت حال کا جائزہ لیا، اور اس نتیجے پر پہنچے کہ نہروان میں ہمارے ہزاروں بھائی قتل ہو گئے ان کے بعد ہم جی کر کیا کریں گے؟ خود مرنے سے قبل کیوں نہ فتنہ و فساد کے بانیوں (حضرت) علی، (حضرت) معاویہ اور (حضرت) عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہم) سے دنیا کو چھٹکارا دلا دیں۔یہ لوگ گمراہی کے امام ہیں اور حکومت کے اہل نہیں ہیں۔راہ خدا میں ان کا قتل جائز ہے۔جب تک یہ زندہ ہیں امن و امان قائم نہیں ہو سکتا جو وقت کی اہم ضرورت ہے۔علی سے تو ویسے بھی نہروان کے مقتولوں کا انتقام لینا ضروری ہے۔تینوں اس پر متفق ہو گئے کہ علی۔معاویہ اور عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہم) کو قتل کر دیا جائے۔عبدالرحمن بن ملجم (جو مصر کا باشندہ تھا) برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر نے بالترتیب حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو قتل کرنے کا ذمہ لیا۔

Marfat.com

یہ تینوں خارجی اپنے اپنے مشن پر روانہ ہوگئے انہوں نے رمضان المبارک کی ایک ہی تاریخ کو نماز فجر کے وقت تینوں بزرگوں پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا چنانچہ انہوں نے منصوبہ کے تحت ایک ہی تاریخ کو ایک ہی وقت میں تینوں نے حملہ کیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر وار اوچھا پڑا وہ زخمی ہوگئے مگر علاج معالجہ سے ٹھیک ہوگئے عمرو بن عاص اتفاقی علالت کی وجہ سے اس دن فجر کی نماز کی امامت کے لئے تشریف نہیں لائے ان کی جگہ خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے اور وہ شہید ہوگئے۔ عبدالرحمن بن ملجم اور اس کے مقامی خارجی ساتھی شبیب بن اشجعی نے کوفہ کی جامع مسجد میں علی الصبح حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا اور وہ صلوٰۃ صلوٰۃ کی آوازیں لگا کر لوگوں کو نماز کے لئے بلا رہے تھے شبیب کا وار خالی گیا جب کہ ابن ملجم کی زہر آلود تلوار آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر پڑی اور فرق کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچ گئی۔ ساتھ ہی ابن ملجم نے کہا "الحکم الا للہ لا لک یا علی" اے علی حکم اور فیصلہ اللہ کا حق ہے تمہارا نہیں) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم گر گئے اور پکار کر کہا کہ حملہ آور بچ کر نہ جانے پائے۔ لوگ دوڑ پڑے شبیب تو بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگا ابن ملجم کو لوگوں نے پکڑ لیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بھانجے نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد ابن ملجم کو آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ کے دشمن کیا میں نے تجھ پر احسانات نہ کئے تھے اس نے جواب دیا ضرور کیے تھے اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر تو نے کس لئے میرے قتل پر کمر باندھی۔ ابن ملجم نے جواب دیا چالیس روز استخارہ کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا کہ اس مخلوق میں سے جو بدترین ہو وہ قتل ہو جائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا تو ہی وہ بدترین خلائق اور وہ مقتول ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم دو دن زندہ رہے اور اتوار کے روز جام شہادت نوش کیا۔

محمد ابن سعد نے کہا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کی شہادت ۱۷

Marfat.com

رمضان بروز جمعہ ۴۰ ہجری ہے

ابن سعد کی دوسری روایت میں ۱۷ رمضان آپ پر حملہ ہوا اور انیس (۱۹) رمضان کو آپ شہید ہوئے۔

بعض مورخین نے آپ رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت اکیس لکھی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر

کسی روایت میں اٹھاون، کسی میں انسٹھ اور کسی میں تریسٹھ سال کسی میں پینسٹھ سال کسی میں ستر سال بیان کی گئی صحیح ترین قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی عمر تریسٹھ سال ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کو دارالامارت جامع مسجد کے قریب دفن کیا گیا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی مدت خلافت

آپ رضی اللہ عنہ چار سال نو ماہ خلیفہ رہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی اس کے بعد بادشاہت آجائے گی اگر خلفائے اربعہ کی خلافت کی مدت کو شمار کیا جائے تو تیس سے چھ ماہ کا عرصہ کم ہوتا ہے جب کہ حضرت حسن بن علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے چھ ماہ شامل کئے جائیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق تیس سال خلافت کی مدت پوری بنتی ہے۔

مقام علم و فضل

حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوہر شناس نگاہوں نے حضرت علیؓ کی اس خداداد قابلیت و استعداد کا پہلے ہی اندازہ کر لیا تھا اور آپؐ کی زبانِ فیض ترجمان سے حضرت علیؓ کو "باب مدینۃ العلم" (یعنی جملہ علم و حکمت کے شہر کا دروازہ) کی سند مل چکی تھی چناں چہ

Marfat.com

حضرت علیؓ کے مقام علم وفضل کے متعلق حضور امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ فرماتے ہیں کہ: ''میں جملہ علم وحکمت کا شہر ہوں اور حضرت علیؓ اس علم وحکمت کے شہر کا مرکزی دروازہ ہیں۔'' (جامع ترمذی، ابن عساکر، مشکوٰۃ المصابیح)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں علم وحکمت، فہم وفراست اور فقاہت وثقاہت کے اعتبار سے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا مقام ومرتبہ بہت اونچا اور بلند تر ہے۔ حضرت علیؓ نے حضور نبی کریم ﷺ سے تقریباً پانچ سو چھیاسی (586) احادیث مقدسہ روایت کی ہیں۔ آپ کے علمی نکات، فتاویٰ اور بہترین فیصلوں کا انمول مجموعہ! اسلامی علوم کے خزانوں کا قیمتی سرمایہ ہے۔

جاں نثاری وامانت داری

حضور سید عالم ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مکۂ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر فرمایا: ''مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت مدینے کا حکم ہو چکا ہے، اور میں آج ہی مدینہ طیبہ روانہ ہو جاؤں گا، لہٰذا تم میرے بستر پر میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر سو جانا اور صبح قریش مکہ کی ساری امانتیں اور وصیتیں جو میرے پاس رکھی ہوئی ہیں، وہ ان کے مالکوں کے سپرد کر کے تم بھی مدینہ منورہ چلے آنا۔ چناں چہ حضرت علیؓ بغیر کسی خوف وخطر کے حضور اقدس ﷺ کے بستر مبارک پر سو گئے۔ صبح ہوئی تو کفارِ مکہ جو رات بھر ناپاک ونامراد ارادے کے ساتھ کاشانۂ نبوی ﷺ کا بہت سخت محاصرہ کیے ہوئے تھے، برہنہ تلواریں لے کر کاشانۂ مصطفوی ﷺ میں داخل ہو گئے لیکن یہاں آ کر دیکھا کہ بستر نبوی ﷺ پر حضور اکرم ﷺ کے بجائے آپ کا ایک جاں نثار موت وحیات سے بے پرواہو کر سو رہا ہے۔ کفار مکہ یوں ہی ناکام ونامراد ہو کر واپس چلے گئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رات بھر آرام وسکون کے ساتھ سویا اور

Marfat.com

صبح اٹھ کر لوگوں کی امانتیں اور وصیتیں ان کے مالکوں کے حوالے کر دیں۔ امانتوں کی ادائیگی کی وجہ سے میں تین دن مکہ معظمہ میں رہا اور پھر میں نے بھی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر لی۔ آپ فرماتے ہیں کہ موت برحق ہے لیکن آج کی رات مجھے موت نہیں آسکتی کیوں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ علی تم یہ امانتیں ان کو مالکوں کو دے کر پھر مدینہ کی طرف ہجرت کرنا اور جب تک یہ امانتیں سپرد نہیں ہو جاتیں اور جب تک میں مدینہ ہجرت نہیں کر لیتا اس وقت موت نہیں آسکتی کیوں کہ یہ سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان تھا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی حسنِ کفالت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضور سید عالم ﷺ کی بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ ابو طالب چوں کہ کثیر العیال اور مالی و معاشی تنگی سے نہایت پریشان تھے، اس لیے حضور رحمت دو عالم ﷺ نے اپنے محبوب چچا کی تنگ دستی اور مفلسی سے متاثر ہو کر حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ہمیں اس مصیبت و پریشاں حالی میں چچا کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔ چناں چہ حضرت عباسؓ نے حسب ارشادِ نبوی ﷺ حضرت جعفر طیارؓ کی کفالت کی ذمے داری لی اور خود حضور سید الکونین ﷺ کی نگاہِ انتخاب نے حضرت علیؓ کو پسند فرمایا۔ چناں چہ آغازِ طفولیت ہی سے حضرت علی مرتضیٰؓ آفتاب نبوت و رسالت حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی حسن تربیت اور آغوشِ پرورش میں رہے۔ حضرت علیؓ نے ایام طفولیت ہی سے حضور سرورِ دو عالم ﷺ کے دامن رحمت و عاطفت میں تربیت پائی تھی، اس لیے آپؓ قدرتاً محاسنِ اخلاق اور حسن تربیت کے بہترین نمونہ تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بچپن ہی سے درس گاہِ نبوت میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا زریں اور پر تقدس موقع ملا، جس کا سلسلہ ہمیشہ قائم و دائم رہا۔ مسند امام احمد میں آپؓ اس پر فخر و ناز کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''میں روزانہ صبح کو معمولاً آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتا تھا اور تقرب کا یہ درجہ میرے علاوہ کسی کو حاصل نہ تھا۔ چناں چہ اسی

Marfat.com

وجہ سے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحریری کام کرنے کی سعادت بھی حاصل تھی۔ کاتبانِ وحی میں آپ کا اسم گرامی بھی سرفہرست نظر آتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جو فرامین و مکاتیب لکھے جاتے تھے، ان میں بعض آپ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے تھے، چناں چہ ''صلح حدیبیہ'' کا صلح نامہ آپ نے ہی لکھا تھا۔

ہمت وشجاعت کے پیکر

شاہِ خیبر شکن امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی بے مثال ہمت وشجاعت اور شہرۂ آفاق جرأت و بہادری کی لازوال داستانوں کے ساتھ سارے عرب وعجم میں آپ کی قوتِ بازو کے سکے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے رعب و دبدبے سے بڑے بڑے پہلوانوں کے دل کانپ جاتے تھے۔ جنگِ تبوک کے موقع پر سرکار دو عالمؐ نے آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا، اس لیے اس غزوہ میں آپ شریک نہ ہو سکے، اس کے علاوہ باقی تمام غزوات وسرایا میں آپ شریک ہوئے اور بڑی جاں بازی کے ساتھ کفار و مشرکین کا مقابلہ کیا اور بڑے بڑے بہادروں اور شہسواروں کو اپنی مایۂ ناز اور شہرۂ آفاق ''ذوالفقارِ حیدری'' سے موت کے گھاٹ اتارا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے بھائی بنایا۔ حضرت علی کو فرمایا ''أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ'' آپ دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں۔

(جامع الترمذی ج:۲، ص:۲۱۳، مناقب علی ابن ابی طالب)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

(جامع الترمذی ج:۲ ص:۲۱۴)

Marfat.com

تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی (نیا) نبی نہیں۔

قوت اجتہاد

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فقہ و اجتہاد میں بڑی دسترس حاصل تھی۔ بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی قوت اجتہاد کے معترف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی کی بنیاد حضرت ابن مسعودؓ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجتہادی فیصلوں پر ہے۔ آپ کے اجتہادی مسائل میں چند درج ذیل ہیں۔

آپ کے دور میں کچھ لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ اگر امت میں اختلاف ہو جائے تو فیصلہ صرف قرآن سے کرانا چاہیے۔ آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر زوجین میں اختلاف ہو جائے تو اللہ تعالیٰ حَکَم اور ثالث بنانے کا حکم دیتے ہیں۔ آپ کا اشارہ آیت:

"وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا"

کی طرف تھا یعنی اگر امت میں اختلاف ہو جائے تو ثالث بنانا کیوں ناجائز ہوگا؟ کیا امت محمدیہ کا مقام و مرتبہ مرد و عورت سے بھی کم ہے۔

(مسند احمد ج:۱، ص: ۴۵۳، رقم الحدیث ۶۵۶)

مجتہد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک مسئلہ کی مختلف احادیث کو سامنے رکھتا ہے۔ پھر اپنی اجتہادی قوت سے ایک کو ترجیح دیتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں یہ خصوصیت کمال درجہ کی تھی۔ چند مسائل درج ذیل ہیں جن کے متعلق احادیث کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک جانب کو ترجیح دی۔

انوکھا فیصلہ

ایک شخص نے ایک خنثیٰ سے شادی کی اور مہر میں اس شخص نے اپنی بیوی (خنثیٰ) کو ایک لونڈی دی، وہ خنثیٰ اس قسم کا تھا کہ اس کا فرج، مردوں اور عورتوں دونوں قسم کا تھا، اس

Marfat.com

شخص نے اپنی بیوی (خنثیٰ) کے ساتھ جماع کیا تو اس سے ایک لڑکا تولد ہوا اور جب اس خنثیٰ نے اپنی لونڈی کے ساتھ جماع کیا تو اس سے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا' یہ بات مشہور ہو گئی اور معاملہ امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے خنثیٰ مشکل سے سوال کیا تو اس نے بتایا کہ اس کا فرج عورتوں والا بھی ہے' کہ اس سے ماہواری بھی آتی ہے اور مردوں والا بھی ہے کہ اس سے خروج منی بھی ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں غلاموں برق اور قنبر کو بلایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ خنثیٰ مشکل کی دونوں طرف والی پسلیاں شمار کریں' اگر بائیں جانب کی ایک پسلی دائیں جانب کم ہو تو پھر اس خنثیٰ مشکل کو مرد سمجھا جائے گا' ورنہ عورت' وہ اسی طرح ثابت ہوا' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے مرد ہونے کا فیصلہ صادر فرمایا اور اس کے خاوند اور اس کے درمیان تفریق کر دی' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اکیلا پیدا فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر احسان کا ارادہ فرمایا کہ اس کا جوڑ پیدا فرمائے تا کہ ان میں سے ہر ایک اپنے جوڑے سے سکون حاصل کرے' جب حضرت آدم علیہ السلام سو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بائیں جانب سے اماں حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا فرمایا' جب بیدار ہوئے تو ان کی بائیں جانب ایک حسین و جمیل عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ تو اس لئے مرد کی بائیں جانب کی پسلی عورت سے کم ہوتی ہے اور عورت کی دونوں جانب کی پسلیاں برابر ہوتی ہے' کل پسلیوں کی تعداد چوبیس ہے' بارہ دائیں جانب اور بارہ بائیں جانب ہوتی ہیں جبکہ مرد کی دائیں جانب بارہ اور بائیں جانب گیارہ ہوتی ہیں' تو مرد کی کل پسلیاں چوبیس کی بجائے تئیس ہوتی ہیں' اس حالت کے اعتبار سے عورت کو "ضلع اعوج" کہا جاتا ہے' اور حدیث شریف میں تصریح ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے' اگر تو اس کو سیدھا کرنا چاہے تو یہ ٹوٹ جائے گی' اس لئے اس کو اپنی حالت پر چھوڑ کر اس سے نفع اٹھا۔

Marfat.com

رزق کہاں سے آئے گا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا گیا کہ یا حضرت اگر ایک آدمی ایک کوٹھری میں بند ھو اور کھڑکی روشن دان اُس میں کوئی نہ ھو اور کوٹھری مُقفل ھو اس کوٹھری کے باھر ایک اور کمرہ ھو اور اسکے گرد ایک اور فصیل ھو اور یہ سب کچھ ایک قلعے میں بند ھو تو اس آدمی کا رزق کس راستے سے آئے گا حضرت علی نے فرمایا جس رستے سے اسکی موت آئے گی اسی راستے سے اسکا رزق آجائے گا"۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ پسند فرمایا

"ایک مرتبہ رسول معظم ﷺ کی خدمت میں دو شخص حاضر ہوئے، ایک نے دعویٰ کیا حضور ﷺ! میرے پاس ایک گدھا تھا اور اس شخص کے پاس ایک بیل، اس کے بیل نے میرے گدھے کو مار ڈالا، حاضرین جلسہ میں سے ایک صاحب بولے کہ جانور بے زبان پر کیا ضمان وتاوان، حبیب اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے علی! تم ان دونوں میں تصفیہ کردو، حضرت علی نے فریقین سے سوال کیا، یہ دونوں رسی میں بندھے تھے یا کھلے تھے یا ایک بندھا تھا اور ایک کھلا تھا؟ فریقین نے جواب دیا گدھا بندھا تھا، مگر بیل چھوڑا ہوا تھا اور بیل کا مالک اس کے پاس تھا، آپؓ نے حکم دیا: بیل والے پر ضمان ہے، گدھے کی قیمت اس کے مالک کے حوالہ کردے، رسول الثقلین ﷺ نے یہ فیصلہ پسند فرمایا اور یہی حکم جاری کیا"۔

مشہور زمانہ فیصلہ

دو شخص کھانے بیٹھے، ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں، دوسرے کے پاس تین، جب دونوں نے اپنا اپنا کھانا سامنے رکھا تو ایک تیسرا شخص ادھر سے گذرا اور ان کو سلام کیا، دونوں نے اس کو بلایا، وہ بھی آکر بیٹھ گیا، تینوں نے مل کر وہ سب آٹھ روٹیاں کھا ڈالیں، تیسرا شخص

Marfat.com

اٹھ کھڑا ہوا اور جاتے ہوئے آٹھ درہم دونوں کو دیتے ہوئے کہا: یہ کھانے کا عوض ہے، جو میں نے تمہارے ساتھ کھایا ہے، اس کے جانے کے بعد دونوں میں حجت وتکرار شروع ہوئی جس کی پانچ روٹیاں تھیں، اس نے کہا: میں پانچ درہم لوں گا اور تجھ کو تین درہم ملیں گے؛ کیونکہ تیری روٹیاں تین تھیں، تین روٹی والے نے کہا: میں تو نصف سے کم پر ہرگز راضی نہ ہوں گا، یعنی چار درہم لے کر چھوڑوں گا، یہ جھگڑا اتنا طول پکڑا کہ بالآخر حضرت امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا اور انصاف طلب کیا گیا، آپ نے دونوں کے بیانات سن کر تین روٹی والے سے فرمایا تم کو تین درہم ملتے ہیں، یہ کم نہیں ہے؛ کیونکہ تمہاری تین ہی روٹیاں تھیں؛ لہٰذا تم کو جو ملتا ہے اس پر راضی ہوجاؤ، مدعی: میں اپنا پورا حق لوں گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ: اگر حق پر چلتے ہو تو تمہارا حق صرف ایک درہم ہے، تین درہم جو تم کو ملتا ہے تمہارے حق سے کہیں زیادہ ہے، مدعی: سبحان اللہ! آپ نے اچھا فیصلہ کیا، تین درہم یہ شخص خود دیتا رہا اور میں اس پر راضی نہ ہوا، اب آپ فرماتے ہیں کہ تیرا حق ایک ہی درہم ہے، علیؓ: بے شک تمہارا حق صرف ایک درہم ہے، تمہارا فریق تین درہم پر صلح کرتا رہا، مگر تم نے نہ مانا اور بات بڑھادی، اب تم مانتے نہیں تو سن لو کہ تمہارا حق کیا ہے، مدعی: فرمایئے اور وجہ معقول بیان کیجئے، علیؓ: آٹھ آٹھ روٹیوں کے تین ٹکڑے برابر کے کرو تو چوبیس (۲۴) ٹکڑے ہوئے، اب تم تین آدمی کھائے، یہ تو معلوم نہیں کہ کس نے زیادہ کھایا اور کس نے کم؛ لہٰذا فرض کرلو کہ سب نے برابر کھائے، مدعی: ہاں، بے شک، علیؓ: تو اس صورت میں ہر ایک نے آٹھ آٹھ ٹکڑے کھائے، تیری روٹیوں سے صرف ایک ٹکڑا بچا جو تیسرے نے کھایا اور تمہارے فریق کی پانچ روٹیاں تھیں، جن کے پندرہ ٹکڑے ہوئے، آٹھ خود کھایا اور سات تیسرے کو کھلائے، اب تمہاری تین روٹیوں کے نو ٹکڑوں میں سے صرف ایک ٹکڑا تیسرے آدمی نے کھایا جس کا عوض ایک درہم ہے اور تمہارے فریق کے سات ٹکڑے کھائے جس کا عوض سات درہم ہے، مدعی: آپ نے ٹھیک فیصلہ کیا، بے شک

Marfat.com

میرا حق ایک ہی درہم ہے اور میں راضی ہوں"۔

اسلامی تاریخ کا فیصلہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگ کسی حادثہ یا واقعہ کی تاریخ مختلف طریقوں سے قلم بند کرتے تھے اور ان کے درمیان اختلاف تھا کہ تاریخ کس بنیاد پر مقرر کی جائے، بعض لوگوں کا خیال تھا کہ جس طرح اہل فارس اپنے بادشاہوں اور حکمرانوں کی پیدائش یا تخت نشینی سے زمانہ کا تعین کرتے ہیں، اس کو اختیار کیا جائے اور کچھ لوگوں کا رجحان تھا کہ رومیوں کا طریقہ اپنانا چاہئے، بعض صحابہؓ کی رائے تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی تاریخ کو اسلامی جنتری کی ابتداء قرار دیا جائے۔

حضرت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ رسول ﷺ کی ہجرت مکہ سے مدینہ جس دن ہوتی ہے، اس کو اسلامی تقویم کی اساس و بنیاد بنایا جائے، حضرت عمر فاروقؓ اور تمام صحابہؓ کو یہ فیصلہ بہت پسند آیا اور حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ تاریخ کا تعین ہجرت نبویؐ کی بنیاد پر کیا جائے۔

گمنام قتل کا پتہ لگالیا

ایک مرتبہ ایک نوجوان چند آدمیوں کی شکایت لے کر آیا کہ لوگ میرے باپ کو سفر میں لے گئے تھے، یہ سب لوگ تو واپس آ گئے؛ لیکن میرا باپ واپس نہ آیا، میں ان سے پوچھتا ہوں تو کہتے ہیں کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے اور جب اس کا مال دریافت کرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ اس کے پاس کچھ مال نہ تھا؛ حالاں کہ وہ بہت سا مال اپنے ساتھ لے گئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سب کو علیحدہ علیحدہ رکھا اور پہلے ایک کو بلایا اور اس سے تمام تفصیلات معلوم کیں، مگر اس نے اس کے قتل کرنے کا اقرار نہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک نعرہ تکبیر بلند کیا، جتنے ان کے ساتھ علیحدہ کمروں میں تھے، انہوں نے سمجھا کہ ان کے ساتھی نے راز فاش کر دیا، اس کے بعد جب یکے بعد دیگرے وہ سب بلائے گئے تو سبھوں نے

Marfat.com

اس کے باپ کے قتل کرنے کا اقرار کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ ان کو قصاص میں قتل کر دیا جائے۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

نماز میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟ اس بارے میں حدیث کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ حضرت علیؓ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو سنت قرار دیتے ہیں فرماتے ہیں: ''السُّنَّةُ وَضْعُ الكفِ عَلَى الْكَفِ فِي الصَّلاَةِ تَحْتَ السُّرَّةِ''۔ (سنن ابی داؤد ج:۱،ص:۱۱۷)

ایک روایت میں ہے:

عَنْ عَلِيٍ، قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلاَةِ وَضْعُ الأَيْدِي عَلَى الأَيْدِي تَحْتَ السُّرَرِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج:۱،ص:۴۲۷،رقم الحدیث ۱۳)

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

ترک قرأت خلف الامام

حضرت علی المرتضیٰ کا نظریہ یہ تھا کہ مقتدی امام کے پیچھے قراۃ نہ کرے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الإِمَامِ فَقَدْ أَخْطَأَ الْفِطْرَةَ''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج:۱ص:۴۱۲رقم الحدیث ۶)

جو شخص امام کے پیچھے قرات کرتا ہے وہ فطرت کی مخالفت کرتا ہے۔

آمین آہستہ کہنا

ابو وائل کہتے ہیں:

''كَانَ عُمَرُ وَعَلِيٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لاَ يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَلاَ بِالتَّعَوُّذِ وَلاَ بِالتَّأْمِينِ'' (سنن الطحاوی ج:۱ص:۱۵۰، باب قراۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم فی الصلوۃ)

Marfat.com

حضرت عمر اور حضرت علی نماز میں تعوذ، تسمیہ اور آمین آہستہ کہتے تھے۔

ترک رفع یدین

حضرت علی المرتضیٰ صرف شروع میں رفع یدین کرتے تھے:

"ان علی بن ابی طالب کرم الله وجهه کان یرفع یدیه فی التکبیرة الاولیٰ التی یفتتح بها الصلوة ثم لایرفعهما فی شئی من الصلوة"

(موطا امام محمد ص:۹۴، باب افتتاح الصلوة، کتاب الحجۃ امام محمد ج:۱ ص:۷۶)

حضرت علی المرتضیٰ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے، اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔ دوسری روایت میں ہے:

"کان یرفع یدیه فی التکبیر الیٰ فروع اذنیه ثم لایرفعهما حتیٰ یقضی صلاة"

(مسند الامام زید ص:۸۸ رقم الحدیث ۷۴، باب التکبیر فی الصلوة)

حضرت علی المرتضیٰ تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھاتے، اس کے بعد آخر تک دوبارہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ کا مسلک یہ تھا کہ دیہات اور گاؤں میں جمعہ اور عیدین کی نماز درست نہیں۔ آپ کا فرمان ہے:

"لاَ جُمُعَةَ ، وَلاَ تَشْرِيقَ ، وَلاَ صَلاَةَ فِطْرٍ ، وَلاَ أَضْحَى ، إِلاَّ فِي مِصْرٍ جَامِعٍ ، أَوْ مَدِينَةٍ عَظِيمَةٍ" (مصنف ابن ابی شیبہ ج:۲ ص:۱۰)

مجتہد کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ الفاظ حدیث کے ساتھ ساتھ منشائے نبوت کو بھی ملحوظ رکھتا ہے۔ یہ خوبی حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ چنانچہ آپ ہی سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نوکرانی سے بدکاری سرزد ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ اس کو حد لگاؤ میں نے جا کر دیکھا تو اس کے ہاں بچہ کی ولادت ہوئی تھی۔ مجھے خدشہ ہوا کہ اگر میں نے اس کو سزا دی تو یہ مرجائے گی۔ میں بغیر سزا دیئے حضور صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کو واقعہ بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''احسنت'' تو نے بہت خوب کیا۔ (صحیح مسلم ج:۲ ص:۷۱ باب حد الزنا)

اسی طرح ایک اور موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک صحابی پر لوگوں نے زنا کی تہمت لگائی۔ آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اس شخص کو قتل کر دو۔ حضرت علیؓ گئے تو دیکھا کہ وہ ایک کنویں میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے۔ آپؓ نے اسے پکڑا تو معلوم ہوا کہ وہ شخص تو حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر ہی نہیں تو آپ نے اس کو قتل نہ کیا۔

(صحیح مسلم ج:۲ ص:۳۶۸ باب براءۃ حرم النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ من الريبة)

ملاحظہ فرمائیں دونوں روایتوں میں حضرت علیؓ کا عمل بظاہر الفاظ حدیث کے مخالف ہے مگر منشائے نبوت کے عین مطابق ہے مجتہد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ امت میں پیش آنے والے نئے مسائل کے حل کی فکر میں رہتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ اس خوبی سے بھی متصف تھے۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور سے پوچھا:

یا رسول الله ان نزل بنا امر لیس فیه بیان امر ولا نهی فما تامرونا۔

حضور اگر ہمیں کوئی ایسا مسئلہ ہو پیش آجائے جس کا حل وضاحت کے ساتھ نص میں نہ ہو تو ہم وہ مسئلہ کیسے حل کریں گے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

''تشاورون الفقهاء والعابدين''

ایسے مسائل میں مجتہدین اور فقہاء کی طرف رجوع کرنا وہ ان مسائل کو حل کر دیں گے۔ (المعجم الاوسط طبرانی ج:۱ ص:۴۴۱ رقم الحدیث ۱۶۱۸)

سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے

ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ! ''علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں'' سیدنا حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ تبوک کے علاوہ تمام

Marfat.com

غزوات میں شریک ہوئے، ہر معرکہ میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی شجاعت و بہادری اور فداکاری کا لوہا منوایا بدر و احد، خندق و حنین اور خیبر میں اپنی جرأت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ آپ نے آخری وقت میں حضور ﷺ کی تیمارداری کے فرائض سرانجام دیئے اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ آپ کو "غسلِ نبوی ﷺ" کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

9ھ میں جب حضور ﷺ نے خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "امیر حج" بنا کر روانہ کیا اور ان کی روانگی کے بعد سورہ برأت نازل ہوئی تو اس کی تبلیغ پر حضور ﷺ نے سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مامور کیا۔ آپ بہت زیادہ عبادت گزار تھے، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے زبیر بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے کسی ہاشمی کو نہیں دیکھا جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ عبادت گزار ہو۔ اُمّ المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ روزہ دار اور عبادت گزار تھے۔ آپ بہت زیادہ سخاوت کرنے والے تھے کوئی سائل و حاجت مند آپ کے در سے خالی نہ جاتا تھا۔

آپ قرآن مجید کے حافظ اور اس کی ایک ایک آیت کے معنیٰ اور شانِ نزول سے واقف تھے۔ آپ کو بچپن میں قبولِ اسلام کی سعادت نصیب ہوئی اور بچوں میں سے سب سے پہلے آپ ہی دولتِ ایمان سے منور ہوئے، آپ کو "السابقون الاولون" میں بھی خاص مقام اور درجہ حاصل ہے، آپ "بیعتِ رضوان" اور "اصحابِ بدر" میں شامل رہے۔ آپ "عشرہ مبشرہ" جیسے خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی شامل ہیں جن کو حضور ﷺ نے دنیا میں ہی جنت کی بشارت و خوشخبری دی۔ مکی زندگی میں حضور ﷺ کے ساتھ آپ ہر قسم کے مصائب و مشکلات کو جھیلتے رہے۔ حضور ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھنے کو محرومی کا سبب قرار دیا۔ حضرت زر بن جیش رضی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑ کر درخت نکالا اور جان کو پیدا کیا کہ نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھ سے وہی محبت کرے گا جو مومن ہوگا اور مجھ سے وہی بغض رکھے گا جو منافق ہوگا (صحیح مسلم)۔ خلیفہ سوم سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین ماہ کم پانچ سال تک خلافت جیسی اہم ذمہ داری پر متمکن رہے۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

Marfat.com

3-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

نام: آپ کا نام: عبداللہ، کنیت: ابوعبدالرحمان

والد کا نام: مسعود

والدہ کا نام: ام عبد تھا۔

شجرہ نسب: عبداللہ بن مسعود بن غال بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن مساہلہ بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن نہدیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔

(اسد الغابہ لابن الاثیر الجزری ج ۳ ص ۱۶۷، الاصابہ لابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۱۱۲۲، سیر اعلام النبلاء للذہبی ج ۳ ص ۲۰۴)

کنیت:۔ ابوعبدالرحمن ہے۔

آپ کا نسب ہذیل بن مدرکہ بن الیاس کے ساتھ مل جاتا ہے۔ان کی والدہ کا نام ام عبد بنت عبد ود بن سواء ہذیل ہے۔یہ مشرف باسلام ہوئیں اور ہجرت کی سعادت حاصل کی۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیم الاسلام تھے یہ اس وقت اسلام لائے جب سعید بن زید رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے تھے۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تا ہنوز اسلام نہ لائے تھے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود فرمایا کرتے تھے۔

''میں چھٹا مسلمان تھا، ہمارے سوا روئے زمین پر اور کوئی مسلمان نہ تھا''۔

آپ نے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ ہجرت فرمائی۔رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں غزوات بدر واحد، خندق، بیعت الرضوان اور دیگر لڑائیوں میں شرکت کی۔وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی تھے جس نے غزوۂ بدر میں ابوجہل پر حملہ کر کے اس کا سر کاٹ لیا تھا۔آپ نے غزوۂ یرموک میں بھی شرکت کی سعادت حاصل کی۔

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کے جوتوں کی حفاظت کا شرف ان کے حصے میں آیا تھا۔ جب حضور ﷺ اٹھتے تو یہ آپ ﷺ کو جوتے پہناتے، جب بیٹھ جاتے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے جوتوں کو بغل میں دبائے رکھتے۔ یہ حضور ﷺ کے یہاں بڑی کثرت سے آیا جایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی یمن سے آئے اور کچھ عرصہ قیام کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ اس کثرت سے حضور ﷺ کے یہاں جایا کرتے تھے کہ ہم ان کو آپ ﷺ کے اہل بیت میں شمار کرنے لگے۔ (بخاری و مسلم)

اسلام میں سبقت لے جانے والے اور حضور ﷺ کے ساتھ ان کو جو دل بستگی تھی اس کی بنا پر ان کا شمار کبار اور فضلاء فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا تھا۔ قرآن کریم اور حدیث وفتوٰی میں یہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم پر فائق تھے۔ حتیٰ کہ خود رسول ﷺ نے ان کے ماہع علوم قرآنیہ ہونے کی شہادت دی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا قرآن کریم چار صحابہ سیکھو، یعنی عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ اور معاذ بن جبل اور ابی بن کعب ﷺ سے۔ (بخاری و مسلم)

نعمت خداوندی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کتاب اللہ کی کوئی سورت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں اتری اور کس ضمن میں اتری، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کوئی مجھ سے بڑھ کر قرآن کا کوئی عالم موجود ہے اور اونٹ وہاں تک پہنچا سکتا تو میں سوار ہو کر اس کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ (صحیح مسلم)

کبار صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے علم و فضل کا اعتراف کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے نام ایک خط لکھا:

Marfat.com

میں نے عمار کو تمہارا امیر اور عبداللہ بن مسعود کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے۔ یہ دونوں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چیدہ اصحاب اور اہل بدر میں سے ہیں۔ ان کی پیروی کیجیئے۔ عبداللہ کو تمہاری طرف بھیج کر میں نے تمہیں اپنی ذات پر ترجیح دی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عظمت وفضیلت کے اثبات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اور کس کی شہادت ہوسکتی ہے۔ خصوصاً آپ کا یہ قول کہ ''تم کو اپنی ذات پر ترجیح دی'' قابل غور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جب کے قلب وزبان پر اللہ نے حق کو جاری کردیا تھا۔ وہ جب کسی رائے کا اظہار کرتے تو اس کی تائید میں قرآنی آیات نازل ہوجاتیں۔ صاحب فضیلت کا قدر شناس وہی ہوسکتا ہے جو خود بھی فضیلت کا حامل ہو جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا:

''ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جوان جیسا ہو''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بے شمار لوگوں نے حدیثیں روایت کیں، صحابہ میں سے مندرجہ ذیل کے اسماء قابل ذکر ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، جابر، حضرت انس، حضرت ابن زبیر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابورافع، رضی اللہ عنہم۔

تابعین میں سے حضرت علقمہ، حضرت ابو وائل، حضرت اسود، حضرت مسروق، حضرت عبیدہ، حضرت قیس بن ابی حازم، رحمہم اللہ علیہم اور دیگر اکابرین نے استفادہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آٹھ سو اڑتالیس احادیث مروی ہیں۔ امام بخاری وامام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے چونسٹھ احادیث بالاتفاق روایت کیں ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اکیس احادیث کے روایت کرنے میں منفرد ہیں اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے پینتیس احادیث روایت کیں ہیں۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جن صفات سے متصف تھے مثلاً قدامت اسلام اور طویل صحبت نبوی ﷺ کا تقاضہ یہ تھا کہ وہ مذکورہ صدر احادیث سے زیادہ احادیث روایت کرتے۔ انہوں نے تمام نبوت کے تمام زمانہ کو بچشم خود دیکھا اور آنحضرت ﷺ کی صحبت سے بھرپور استفادہ کیا۔ وہ حدیثیں یاد کرنے کے حریص بھی تھے اس کے ساتھ ساتھ ان کا حافظہ بھی بہت قوی تھا۔ دنیوی سازوسامان سے انہیں چنداں دلچسپی نہ تھی۔ مگر رسول ﷺ کے بعد وہ بہت کم عرصہ تک زندہ رہے اور جس طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حدیثوں کی اشاعت کے لئے طویل مدت ملی تھی جوان کو نہ مل سکی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ۳۲ھ میں ایک قول کے مطابق کوفہ اور دوسرے قول کے مطابق مدینہ میں بعمر ساٹھ سال سے کچھ زائد وفات پائی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اُن خوش قسمت لوگوں میں سے ہیں جن کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے اور ان کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ آپ اُن چھ لوگوں میں سے ایک ہیں جو آپ ﷺ کے دارارقم میں داخل ہونے سے پہلے ایمان لا چکے تھے، یہ سعادت بھی انہی کو حاصل ہے کہ آپ کا شمار ان چار قاریوں میں سے ہیں جن کا قرآن کریم اور حدیث رسول کی خدمات کے حوالے سے ایک خاص مقام ہے یہ وہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کو افقہ الصحابہ کے نام سے تاریخ اسلام کے اندر رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا، علم وفضل کی گہرائی اور فقہ پر دسترس کا یہ عالم تھا کہ اگر نبی اکرم ﷺ کے دور کے فقہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک مختصر فہرست بھی بنائی جائے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کسی بھی صورت میں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوست

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: کہ وہ تو ایسے شخص

Marfat.com

ہیں جن کو میں ہمیشہ دوست رکھتا ہوں۔ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قرآن مجید چار آدمیوں سے سیکھو۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پہلے انہوں نے ان کا نام لیا سالم مولیٰ ابوحذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے۔ راوی کا بیان ہے مجھے یاد نہیں رہا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نام پہلے لیا یا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا نام پہلے لیا

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک تعارف

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا شمار ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جنہیں ابتدائے دعوت ہی کے دوران قبول اسلام کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ ان کے والد زمانہ جاہلیت میں وفات پا چکے تھے جبکہ والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا اور مشرف باسلام ہوئیں۔

عرب کے ریگزاروں سے جب حق کی روشنی پھوٹی تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس پکار پر سب سے پہلے لبیک کہنے والوں میں سے تھے۔ دعوت حق قبول کرنے کے بعد ان کی زندگی دین کے لیے وقف ہوگئی۔ قبول اسلام کے بعد وہ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔ قربت نبوی کا عالم یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسواک اور نعلین مبارک ان کے پاس رکھے ہوا کرتے تھے۔

قرآن مجید کی تفسیر ان کا خاص میدان تھی جس میں انہیں اس قدر ملکہ حاصل تھا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے قرآن سیکھنے کی ہدایت کی اور ایک موقعہ پر فرمائش کر کے ان سے قرآن سنا۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "میں نے جب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوا سنا ہے کہ چار اشخاص سے قرآن سیکھو، (اور وہ چار آدمی یہ ہیں) عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم۔ تب سے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں"۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور علم قرآن

ایک دفعہ اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے! کتاب اللہ کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے متعلق میں نہ جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی اور کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے متعلق میں نہ جانتا ہوں کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی اور اگر مجھے کسی ایسے شخص کا پتہ ہوتا جو کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے تو میں اس تک ضرور پہنچتا بشرطیکہ اونٹ (سواری) وہاں تک جا سکتی ہو''

قرآن وسنت کا علم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر ختم ہو جاتا ہے

امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''قرآن اور سنت کا علم اس شخص پر ختم ہو جاتا ہے''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان تین صحابہ میں سے تھے جن کا فتویٰ ان کے شاگردوں اور حلقہ تدریس کے ذریعے عام ہو کر فوراً لوگوں کی زندگیوں میں جاری وساری ہو جایا کرتا تھا۔ باقی دو صحابی زید بن ثابت اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔

کتب تفاسیر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اس میں بہت کچھ بعد والوں نے ان سے منسوب کر دیا تھا جس میں صحیح، ضعیف، مقبول، مردود ہر قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔ اس امت پر اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک احسان یہ ہے کہ اس نے ائمہ حدیث کی صورت میں ہر زمانے میں ایسے لوگ کھڑے کیے جنہوں نے صحیح کو ضعیف سے اور مقبول کو مردود سے الگ کر دکھایا چنانچہ ملاوٹ کرنے والے نامراد ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس علم کی حفاظت فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

۲ آپ میں سے جو لوگ کسی کی تابعداری کرنا چاہتا ہے تو وہ اُن لوگوں کی تابعداری کرے جو فوت ہو چکے ہیں اس لیے کہ زندہ لوگ فتنوں سے محفوظ نہیں ہوتے ہیں اور یہ وہ لوگ جو رسول اللہ کے صحابہ تھے یہ لوگ گہرا علم رکھنے والے تھے اُن کے دل صاف تھے اور وہ تکلف کم کرتے تھے اُن کو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی صحبت کے لیے اور اقامت دین کے لیے چُنا تھا، آپ ان لوگوں کی فضیلت کو سمجھ لیں اور ان کے نقش قدم پر چلیں اور جس قدر ہو سکے اُن کی سیرت اور اخلاق کو مضبوطی سے تھام لیں کیونکہ وہ لوگ ہدایت یافتہ، صراط مستقیم پر تھے۔

اور اگر فقہ حنفی کی بات کی جائے تو ان کے لیے بھی ایک اعزاز ہے کہ فقہ حنفی کی تعلیمات اور روایات کا مرجع ومنبع جناب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے ان کی علمی خدمات کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ کچھ عورتوں کو مسائل پر گفتگو کرتے سنا تو فرمایا۔

رحم اللہ ابن مسعود ملّا الکوفۃ باالعلم

''اللہ تعالیٰ ابن مسعود پر رحم فرمائے، انہوں نے کوفہ کو علم سے بھر دیا ہے''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہی بصیرت تھی جو ان کے شاگردوں علقمہ اور ابراہیم نخعی کے ذریعے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہا اللہ تعالیٰ تک پہنچی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا میں پھیل گی اور مسلم دنیا کی ایک بہت بڑی تعداد فقہ حنفی سے وابستہ ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عظیم الشان اور شاہکار فقہی بصیرت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرہون منت ہے۔

ایام جاہلیت میں جب آپ رضی اللہ عنہ ابھی بچے تھے تو عموماً بھیڑ بکریاں چرا کر گزر بسر کرتے تھے یہ کام کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے اُس وقت اُمراء اور شرفاء کے بچے بھی یہ کام کرتے تھے۔ گویا اُس زمانے میں سادگی، جفاکشی، محنت اور راست بازی کا عملی درس

Marfat.com

دیا جاتا تھا۔ مکہ میں آپ ﷺ نے جب کئی خداؤں کو ماننے والوں کو ایک خدا کو ماننے کی دعوت دی تو اُس وقت وہ ایک کم سن اور قریب البلوغ لڑکے تھے۔ وہ روزانہ مکہ کے ایک رئیس عقبہ ابن معیط کی بکریوں کو لے کر انہیں چرانے کے لیے انسانی آبادی سے دور مکہ کی پہاڑیوں اور وادیوں کی طرف نکل جایا کرتے تھے دلچسپ بات یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بکریاں چرانا اُن کے نور اسلام سے مشرف ہونے کا ذریعہ بنا۔ اپنے ایمان لانے کا واقعہ وہ اپنی زبانی بیان کرتے ہیں۔

ایک روز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دور فاصلے پر اُدھیڑ عمر کے دو آدمیوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا جو تکان سے چور اور تھکاوٹ سے نڈھال ہونے کی وجہ سے بہت آہستہ آہستہ چل رہے تھے اور شدت تشنگی کے مارے ان کے ہونٹ اور حلق سوکھ کر کانٹا ہو رہے تھے۔ وہ دونوں اس کے قریب پہنچ کر رکے۔ اسے سلام کیا اور بولے:

''لڑکے! ہمارے لیے ان بکریوں کا دودھ دوھو! جس سے ہم اپنی پیاس بجھا سکیں اور اپنی رگوں کو تر کر سکیں۔''

''میں ایسا کرنے سے معذور ہوں۔ میں ان بکریوں کا دودھ آپ کو نہیں پیش کر سکتا کیونکہ یہ میری نہیں ہیں بلکہ میری امانت میں ہیں۔ میں ان کا مالک نہیں' امین ہوں۔''

لڑکے کا جواب سن کر ان دونوں نے کسی قسم کی ناگواری یا ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ ان کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ انھوں نے اس جواب کو پسند کیا ہے۔ پھر ان میں سے ایک آدمی نے کہا: ''اچھا کسی ایسی بکری کی نشاندہی کرو جس نے کبھی بچہ نہ دیا ہو۔'' لڑکے نے اپنے قریب ہی کھڑی ایک چھوٹی سی بکری کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ آدمی اس کے قریب گیا۔ اسے پکڑا اور اللہ کا نام لے کر اس کے تھن پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ لڑکے نے حیرت کے ساتھ دیکھا اور اپنے دل میں کہا کہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایسی بکریاں جو کبھی گابھن نہ ہوئی ہوں' دودھ دینے لگیں لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بکری کا تھن پھول کر بڑا ہو گیا اور اس میں

Marfat.com

تیزی کے ساتھ دودھ بہنے لگا۔ دوسرے آدمی نے زمین پر پڑا ہوا ایک پیالہ نما گہرا سا پتھر اٹھا کر اسے دودھ سے بھر لیا پھر اس دودھ کو ان دونوں نے پیا اور لڑکے کو بھی پلایا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اپنی آنکھوں کے سامنے پیش آنے والے اس واقعے پر مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ جب ہم سب لوگ اچھی طرح آسودہ ہو گئے تو اس بابرکت شخص نے بکری کے تھن سے کہا ''سکڑ جا'' اور وہ سکڑتے سکڑتے اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ اس وقت میں نے اس بابرکت شخص سے کہا:

''وہ کلمات جو آپ نے ابھی کہے تھے' ان میں سے کچھ مجھے بھی سکھا دیجئے۔' تو اس نے کہا:

اَنْتَ غُلَامٌ، مُعَلَّمٌ

''تم ایک سکھائے پڑھائے لڑکے ہو۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تم ان قیدیوں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہ یہ لوگ آپ کی قوم اور خاندان کے ہیں ان کو معاف فرما کر نرمی کا معاملہ فرمائیں شاید اللہ تعالیٰ ان کو شرک سے توبہ کی توفیق عطائ فرمائے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا اور تنگ کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی گردنیں اڑا دیں۔ پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رائے پیش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ گھنے درختوں والا جنگل تلاش کریں اور ان کو اس میں داخل کر کے آگ لگا دیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کی رائے سنی مگر کوئی فیصلہ نہ فرمایا اور اپنے خیمے میں تشریف لے گئے، لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ اب دیکھیں کس کی رائے پر عمل ہوتا ہے، تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیمے سے باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

بعض لوگوں کے دلوں کو اتنا نرم فرما دیتے ہیں کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض لوگوں کے دل کو اتنا سخت کر دیتے ہیں کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔

اور اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا:

فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانك غفور رحیم

پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہی ہے اور جو شخص میرا کہنا نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت، کثیر الرحمۃ ہیں۔

اور اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تمہاری مثال حضرت عیسیٰ جیسی ہے انہوں نے فرمایا تھا۔

ان تعذبهم فانك عبادك وان تغفرلهم فانك انت العزیز الحکیم

اگر تو ان کو سزا دیں تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

اور اے عمر رضی اللہ عنہ تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا:

رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا

اے رب! زمین پر منکروں کا ایک بھی گھر بسنے والا نہ چھوڑیے۔

اور اے عمر رضی اللہ عنہ تمہاری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا:

ربنا اطمس علی اموالهم واشدد علی قلوبهم فلا یومنو حتی یرو العذاب العلیم

اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجیے اور ان کے دلوں کو زیادہ سخت کر دیجیے سو یہ ایمان نہ لانے پائیں یہاں تک کہ عذاب الیم کے مستحق ہو کر اس کو دیکھ لیں۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چونکہ تم ضرورت مند ہو اس وجہ سے قیدیوں میں سے ہر قیدی یا تو فدیہ دے گا یا پھر اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس حکم کی تعمیل سے سہل بن بیضا کو مستثنیٰ قرار دیا جائے کیونکہ میں نے ان کو اسلام کا بھلائی کے ساتھ تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن جتنا مجھے اپنے اوپر آسمان سے پتھروں کے برسنے کا ڈر لگا اتنا مجھے کبھی نہیں لگا آخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما ہی دیا کہ سہل بن بیضا کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ماکان لنبی ان یکون لہ اسریٰ سے لے کر دو آیتیں نازل فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مدرسہ رسول سے علوم قرآن کا درس لیا۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے بڑے قاری اور قرآن کریم کے معانی کے سب سے بڑے رمز شناس اور شریعت الٰہی کے سب سے بڑے نکتہ داں تھے۔ ایک بار جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میدان عرفات میں وقوف فرما ہوئے تھے ایک شخص نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

''امیر المومنین! میں کوفہ سے آیا ہوں۔ میں نے وہاں ایک شخص کو دیکھا جو قرآن میں دیکھے بغیر زبانی اس کی املاء کراتا ہے۔'' یہ سن کر انھوں نے خشمگیں لہجے میں پوچھا:

''تیرا برا ہو کون ہے وہ شخص؟''

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔'' اس نے ڈرتے ہوئے کہا۔

یہ سن کر بتدریج ان کے غصے کا اثر زائل ہونے لگا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی معمول کی حالت پر آ گئے۔ پھر انھوں نے فرمایا:

''بخدا میں نہیں جانتا کہ ان سے زیادہ کوئی دوسرا شخص بھی اس کا حق دار ہے۔ اس کے متعلق میں تم سے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں:

''ایک رات کا ذکر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف فرما تھے۔ وہ

Marfat.com

دونوں حضرات مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے۔ اس مجلس میں میں بھی موجود تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے نکلے۔ ہم لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلے۔ اچانک ہم نے دیکھا کہ کوئی شخص مسجد میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ ہم اسے پہچان نہ سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر کھڑے ہو کر اس کی قرأت سنتے رہے پھر ہماری طرف مڑتے ہوئے بولے:

من سرّہ ان یقرأ القرآن رطبا کما نزل فلیقرأہ علی قرأۃ ابن ام عبد

''جو شخص قرآن کو اس طرح پڑھنا چاہے جیسا کہ وہ نازل ہوا ہے تو اسے چاہیے کہ ابن ام عبد رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق اسے پڑھے۔''

پھر جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھ کر دعا مانگنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے جاتے:

سل تعطہ' سل تعطہ (الحدیث)

''مانگو دیا جائے گا' مانگو دیا جائے گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ''پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ بخدا میں صبح سویرے ان کے پاس جا کر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کی دعا پر آمین کہنا، اس کی خوشخبری سناؤں گا اور جب سویرے ان کو خوشخبری دینے کے ارادے سے ان کے یہاں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے پہلے ان کو یہ خوشخبری دے چکے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے جب بھی کسی خیر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مسابقت کی کوشش کی' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ مجھے پیچھے چھوڑ دیا۔''

کتاب اللہ کے علم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقام اتنا بلند تھا کہ وہ خود فرماتے ہیں:

''قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں' قرآن کریم کی جو آیت بھی نازل ہوئی اس کے بارے میں مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ کہاں اور کس کے متعلق نازل ہوئی۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ اس کے متعلق کوئی شخص مجھ

Marfat.com

سے زیادہ علم رکھتا ہے اور اس کے پاس پہنچنا ممکن ہو تو میں وہاں پہنچ کر اس کے علم سے ضرور استفادہ کروں گا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلق جو کچھ فرمایا۔ اس میں ذرہ برابر مبالغہ سے کام نہیں لیا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے ایک سفر کے دوران ایک قافلے سے ملتے ہیں رات اندھیری ہے۔ اس نے پورے قافلے کو تاریکی کے پردے میں چھپا رکھا ہے۔ اس قافلے میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک شخص سے کہتے ہیں کہ پوچھو۔

"آپ لوگ کہاں سے آرہے ہیں؟"۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ: "فج عمیق سے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: "اور کہاں کا ارادہ ہے۔"

ابن مسعود رضی اللہ عنہ: "بیت عتیق کا۔"

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس قافلے میں کوئی صاحب علم ہے اور انھوں نے اپنے آدمی سے کہا پوچھو۔

"قرآن کا کون سا حصہ سب سے عظیم ہے؟"

ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ

"اللہ وہ زندہ جاوید ہستی ہے جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ نہ سوتا ہے نہ اسے اونگھ لگتی ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: "قرآن کا کون سا حصہ سب سے زیادہ محکم ہے؟"

ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ عدل واحسان اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ''قرآن کا کون سا ٹکڑا سب سے جامع ہے؟''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه، ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَه

''پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ''قرآن کا کون سا حصہ سب سے زیادہ خوفناک ہے؟''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ لا وَلَا يَجِدْ لَه، مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا

''انجام کار نہ تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر جو بھی برائی کرے گا اس کا پھل پائے گا اور اللہ کے مقابلے میں اپنے لیے کوئی حامی و مددگار نہ پا سکے گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ''قرآن کا کون سا حصہ سب سے زیادہ امید افزا ہے؟''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط اِنَّه، هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○

''اے نبی ﷺ! کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ وہ تو غفور و رحیم ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان سے پوچھو کہ ''کیا تم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں؟'' تو

Marfat.com

قافلہ والوں نے جواب دیا کہ ''ہاں۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف عالم و قاری اور عابد و زاہد ہی نہیں تھے بلکہ وہ بڑے ہمتی' نہایت دور اندیش اور زبردست مجاہد اور میدان کارزار میں پیکر جرأت و شجاعت بھی تھے۔ وہ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے پہلے مشرکین کے مجمع میں با آواز بلند قرآن پڑھ کر سنایا۔

ایک روز مسلمان جب وہ قلیل التعداد اور کمزور تھے مکہ میں اکٹھے ہوئے اور آپس میں کہنے لگے۔ بخدا' ابھی تک قریش نے با آواز بلند کسی سے قرآن نہیں سنا۔ کون ہے جو ان کو سنا دے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''میں انہیں قرآن سناؤں گا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ''آپ اس کے لیے مناسب نہیں ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ کام کوئی ایسا شخص انجام دے جس کی پشت پر اس کے قبیلے کی طاقت ہو کہ اگر قریش اس کے ساتھ بری نیت سے پیش آئیں تو اس کا قبیلہ اس کی حمایت کے لیے اٹھ کھڑا ہو۔'' لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''نہیں یہ کام مجھے ہی کرنے دو۔ اللہ تعالیٰ مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھے گا اور ان کے مقابلے میں میری حمایت کرے گا۔'' پھر وہ چاشت کے وقت مسجد حرام میں داخل ہوئے اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔ اس وقت سرداران قریش کعبہ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مقام ابراہیم علیہ السلام پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے قرآن کی تلاوت شروع کی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ط

اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○

''اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ نہایت مہربان' خدا نے اس قرآن کی تعلیم دی ہے۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔''

Marfat.com

وہ کتابِ الٰہی کی آیات پڑھتے چلے گئے۔ آواز سن کر سردارانِ قریش ان کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے:

''یہ ابن ام عبد رضی اللہ عنہ کیا پڑھ رہا ہے؟.....ارے اس کا ناس ہو۔ یہ تو اسی پیغام کا کوئی حصہ پڑھ رہا ہے جس کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ تیزی سے ان کی طرف لپکے اور ان کے چہرے پر مارنے لگے لیکن انھوں نے تلاوت کا سلسلہ منقطع نہیں کیا۔ وہ برابر پڑھتے رہے اور وہیں جا کر رکے جہاں تک وہ پہنچنا چاہتے تھے۔ پھر وہ لوٹ کر اپنے ساتھیوں میں آئے۔ اس وقت ان کے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔ لوگوں نے ان کو اس حالت میں دیکھ کر کہا'' آپ کے متعلق ہم کو اسی بات کا اندیشہ تھا۔'' یہ سن کر انھوں نے کہا:

''بخدا یہ دشمنان خدا آج سے پہلے میری نظر میں اتنے ذلیل و بے وقعت نہ تھے۔ اگر آپ لوگ چاہیں تو میں کل بھی ان کو اسی طرح قرآن سنا سکتا ہوں۔'' لیکن ساتھیوں نے کہا کہ ''نہیں، بس اتنا کافی ہے۔ تم نے ان کو وہ چیز سنا دی جس کا سننا انہیں گوارا نہیں ہے۔

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔ جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ مزاج پرسی کے بعد انھوں نے دریافت کیا۔'' آپ کو کس چیز کی شکایت ہے؟''

بولے۔ ''اپنے گناہوں کی۔'' پوچھا ''کیا خواہش ہے؟'' بولے ''اپنے رب کی رحمت کی۔''

پوچھا: ''کیوں نہ آپ کے وظیفے کی ادائیگی کا حکم جاری کر دوں جس کو لینے سے آپ نے پچھلے کئی سالوں سے انکار کر دیا ہے؟'' بولے ''مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' کہنے لگے ''آپ کے بعد آپ کی بچیوں کے کام آئے گا۔''

Marfat.com

بولے ''کیا آپ کو میری بیٹیوں کے متعلق محتاجی کا اندیشہ ہے؟ میں نے انہیں ہر رات سورہ واقعہ پڑھنے کی ہدایت کردی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

من قرأ الواقعة كلّ ليلة لم تصبه فاقة

''جو شخص ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے گا وہ فقر و فاقہ سے دوچار نہ ہوگا۔

ابوالاحوص فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے چند احباب کے ساتھ ابوموسیٰ شعری رضی اللہ عنہ کے مکان میں تھے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ چلنے کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو ابومسعود نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان سے زیادہ کوئی شخص قرآن کا عالم ہے، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں یہ اس وقت بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر رہتے تھے جب کہ ہم لوگ غائب ہوتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس دن سے بہت دوست رکھتا ہوں، جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چار آدمیوں سے قرآن حاصل کرو اور سب سے پہلے ابن ام عبد رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، میں نے عرض کیا، میں آپ کو قرآن سناؤں حالانکہ قرآن خود آپ پر نازل ہوا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ میں دوسرے سے قرآن سنو، چنانچہ میں نے قرآن کی سورت نساء پڑھنی شروع کردی جب میں آیت نمبر ۴۱ پر پہنچا

فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد وجئنا بك على هٰؤلاء شهيدا

تو میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بس کرو۔

Marfat.com

رازدان رسول ﷺ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو رازدان رسول ﷺ ہونے کا اعزاز بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا۔ جب آپ بکریوں کی گلہ بانی سے نکل کر سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں منتقل ہوئے تو آپ ہر وقت سفر میں، حضر میں، گھر کے اندر اور گھر سے باہر آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہتے۔ جب آپ ﷺ سو جاتے تو آپ ﷺ کو بیدار کرنے کی سعادت، جب آپ ﷺ غسل کرتے تو آپ کے پردے کا انتظام کرنے کی سعادت، جب آپ ﷺ باہر جانے کا ارادہ کرتے تو وہ آپ کو جوتے پہنانے کی سعادت، جب آپ ﷺ گھر میں داخل ہوتے تو وہ جوتوں کو پاؤں مبارک سے نکالنے کی سعادت، آپ ﷺ کے عصا اور مسواک کی حفاظت کرنے کی سعادت حاصل کرتے اور جب آپ ﷺ کمرے میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے پہلے کمرے میں داخل ہوتے۔ الغرض یہ آپ رضی اللہ عنہ کا خاصہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کے قرب و تعلق کا یہ حال تھا کہ آپ ﷺ نے انہیں ہر وقت اپنے گھر آنے اور اپنے تمام رازوں سے واقف رہنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ اسی وجہ سے وہ "رازدان رسول ﷺ" کہے جاتے تھے۔

حدیث اور محدثین کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی بعثت انبیاء علیہم السلام کی تاریخ، امم سابقہ کو انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے آسمانی کتب ملنے کی تاریخ ہے اور اس امت کو بھی نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے قرآن ملا۔ قرآن و حدیث جمع ہوئے تو تعلیمات اسلامی کا آغاز ہو گیا۔

رسول کریم ﷺ پر پہلی وحی "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِی خَلَقَ" (علق:۱)
غارِ حراء میں آئی تو آپ ﷺ نے اس کی خبر ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

کودی۔ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی اس خبر وحدیث کو ورقہ بن نوفل کے سامنے بیان کیا تو یہیں سے امت محمدیہ میں حدیث اور محدثین کا آغاز ہوا۔امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کا آغاز اسی باب

"کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

سے کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز کیسے ہوا؟

یہ وحی کا پہلا دن تھا اور یہیں سے حدیث اور محدثین کا بھی آغاز ہوا۔یہ بات بالکل صحیح اور تاریخی ہے کہ حدیث ومحدثین اور بعثت نبوی کی تاریخ ایک ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے آخری خطبہ میں روایت حدیث کی تاکید "فیبلغ الشاھد الغائب" کے الفاظ سے فرمائی۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو رسول عربی ﷺ کے ایک ایک حکم پر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کردیتے تھے،فرمان نبوی ﷺ کو سنتے ہی پوری محنت،خلوص،شوق محبت اور انتہائی احتیاط کے ساتھ اس علمِ نبوی کو دوسروں تک پہنچانا شروع کردیا۔ان پاکیزہ شخصیات اور محتاط محدثین میں سے ایک شخصیت صاحب السواک والنعلین،خادم رسول،فقیہ الامتؓ،قاری ومفسر قرآن محدث کبیر امام ربانی حضرت عبداللہ بن مسعود الہذلی المکی،المہاجر،البدری،الکوفی رضی اللہ عنہ کی ہے جن کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔بعض روایات کے مطابق چھٹے فرد ہیں جو حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

(اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۶۷،الاصابہ ج ۲ ص ۱۱۲۳،سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۰۶)

ایک اور روایت کے مطابق آپ نے حضور ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام قبول کرلیا تھا۔(سیر اعلام النبلاء للذہبی ج ۳ ص ۲۰۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب

امام ابن العماد الحنبلی ابن الاثیری جزری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات نے آپ کے

Marfat.com

اسلام لانے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ آپ عقبہ بن معیط کی بکریاں چرایاں کرتے تھے۔ ایک دن آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے۔آپ بکریاں چرا رہے تھے۔ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: ''اے غلام! کیا تمہارے پاس دودھ والی بکری ہے؟''عرض کیا: ''جی ہاں، لیکن مجھے اجازت نہیں ۔یہ بکریاں امانت ہیں۔'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ایسی بکری لے آؤ جو دودھ نہ دیتی ہو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود ایسی بکری لے کر حاضر خدمت ہوئے۔آپ ﷺ نے اس کے شیر دان پہ ہاتھ پھیرا اور دعا کی تو دودھ اتر آیا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک (برتن نما) پتھر لائے ،اس میں دودھ نکالا گیا۔آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دودھ پینے کا فرمایا، پھر خود پیا اور عبداللہ بن مسعود کو بھی پلایا۔عبداللہ بن مسعود آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر بول پڑے کہ مجھے بھی یہ بات سکھا دیجئے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر کو مسلا اور فرمایا ''انك غلام معلم'')تو ایسا نوجوان ہے جو سیکھنے کے لائق ہے۔)

قبول اسلام کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کلام اللہ اور کلام رسول اللہ کو ایسا سیکھا کہ امت کے امام بن گئے۔

خود فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے ستر سورتیں سیکھی ہیں رسول اللہ ﷺ کے بعد بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے والے سب سے پہلے شخص سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔(اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۶۷، سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۰۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چھوٹے قد، گندمی رنگ، باریک پنڈلیوں، کمزور اور لطیف جسم والے لیکن علم کے کوہ گراں تھے۔ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو پھل لانے کے لئے درخت پر چڑھنے کا حکم دیا۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ درخت پر چڑھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی پنڈلیاں دیکھ کر ہنس پڑے۔تو رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''عبداللہ کی ٹانگ قیامت کے دن میزان میں احد پہاڑ سے زیادہ وزنی ہوں گی''۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۷۳ حدیث: ۱۵۵۶۱ کتاب المناقب)

حضرت عبداللہ بن مسعود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"وما حدثکم ابن مسعود فصدقوہ"

کہ عبداللہ بن مسعود تمہیں جو بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔

(جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۲۰ مناقب عمار بن یاسر)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تمسکوا بعهد ابن مسعود"

کہ عبداللہ بن مسعود کے پختہ عزم کو تھام لو۔

(جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۰۱ مناقب عبداللہ بن مسعود)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اقرؤا القرآن من اربعة نفر من ابن ام عبد فبدأ به"۔

کہ قرآن چار آدمیوں سے پڑھو، ان چار میں سے پہلا نام حضرت عبداللہ بن مسعود کا لیا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳، جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۰۱)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من احب ان یقرأ القرآن غضا کما انزل فلیقرء علی قراءة ابن ام عبد

کہ جس شخص کو پسند ہو کہ وہ قرآن اس لہجے میں پڑھے جس لہجے میں نازل ہوا تو وہ عبداللہ بن مسعود کی قرأت کے مطابق پڑھے۔

(مجمع الزوائد، حدیث ۱۵۵۵۶، مستدرک حاکم، حدیث: ۵۴۴۱)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

لوکنت مؤمرا احدا من غیرمشورۃ لامرت ابن ام عبد۔

اگر میں کسی کو بغیر مشورہ کے امیر بناتا تو عبداللہ بن مسعود کو بناتا۔

(جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۰۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی اور پسندیدہ ساتھیوں میں سے تھے۔ آپ سفر و حضر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرما رکھا تھا کہ ''تمہیں میرے گھر میں حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ پردہ اٹھا کر اندر آجایا کرو اور ہماری باتیں سنا کرو،، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کچھ خاص خدمتیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے متعلق تھیں۔ مثلاً جوتا مبارک اٹھانا، مسواک کو اپنے پاس رکھنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے چلنا، نہاتے وقت پردہ کرانا، خواب سے بیدار کرنا وغیر۔ (الاستیعاب)

ابتدائے اسلام میں جب اپنے اسلام کا اظہار نہایت مشکل تھا، آپ وہ پہلے مسلمان تھے۔ جنہوں نے بیت اللہ شریف کے پاس کھڑے ہو کر مستانہ وار سورۃ الرحمٰن کی باآواز بلند تلاوت کی اور کفار مکہ کا ظلم برداشت کیا۔ (ابن ہشام)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عادات و اطوار میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مشابہت رکھنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی اصحاب کی نظر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ درجات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہیں۔ (بخاری بتغیر الفاظ)

الاکمال فی اسماء الرجال میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں اپنی امت کے واسطے وہ پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے واسطے پسند کریں اور امت کے واسطے اس چیز کو ناپسند کرتا ہوں جسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ ناپسند کریں،، اس فرمان عظمت نشان کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا سب سے

Marfat.com

پہلا اجتہاد جو نظر آتا ہے وہ خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں میں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان خوبصورت الفاظ میں اجتہاد کیا کہ ''ہم اپنے دنیاوی معاملات کے لئے اسی شخصیت کو پسند کرتے ہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے دینی امور کے لئے پسند فرمایا ہے۔،، یعنی جس ہستی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کی امانت کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اسی کو ہم خلافت کے لئے پسند کرتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدترین دشمن ابوجہل کی گردن کاٹنے کا شرف بھی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ دو ننھے بچے معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما نے جب اپنی تلواروں سے ابوجہل کو گھائل کر دیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اس طرف سے گزر ہوا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس کارآمد تلوار نہ تھی۔ انہوں نے ابوجہل کی تلوار اٹھالی۔ ابوجہل کی نظر ان پر پڑی تو وہ ان کے ارادے کو بھانپ گیا۔ اس نے کہا: اے حقیر بھیڑیں چرانے والے! تو نے مشکل کام کو ہاتھ ڈالا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ ہی اس کی گردن کاٹ دی اور اس کا سر اور تلوار دونوں کو لا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ تلوار آپ ہی کو عنایت فرما دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۰ ھ میں حضرت عمار بن یاسر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کو کوفہ بھیجا اور اہل کوفہ کو لکھا: میں نے عمار بن یاسر کو امیر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔ یہ دونوں ہستیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برگزیدہ اصحاب اور اصحاب بدر میں سے ہیں۔ تم ان دونوں کی پیروی اور اطاعت کرو اور ان کے ارشادات عالیہ کو دھیان سے سنو۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو تو میں نے اپنے نفس پر ایثار کر کے تمہارے پاس بھیجا ہے۔،،

شقیق ابووائل بن ابی سلمہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

Marfat.com

کے حلقے میں بیٹھا ہوں۔ میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بات سے انکار کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا اور نہ کسی صحابی نے آپ رضی اللہ عنہ کا رد کیا۔ یعنی آپ فقاہت کے اس مقام پر فائز تھے کہ آپ کی رائے کے سامنے کسی کو صحابی کو کبھی رائے پیش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ (طبقات ابن سعد)

یہی وہ مناقب وفضائل ہیں جن کے پیش نظر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فقہ کے سلسلے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پیروی کی ہے۔ آپ کے احوال مبارکہ ابن عبدالبر کی الاستیعاب، امام یافعی کی مرآۃ الجنان، ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ ابن قیم کی اعلام الموقعین، ابن حجر کی الاصابہ اور صاحب مشکوٰۃ کی الاکمال میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

چار شخصیات سے قرآن سیکھو

وقال استقرؤا القرآن من أربعة من عبد الله بن مسعود، وسالم مولى أبي حذيفة، وأبي بن كعب، ومعاذ بن جبل

اور آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید چار آدمیوں سے سیکھو، عبداللہ بن مسعود، ابوحذیفہ کے مولیٰ سالم، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے۔

(بخاری: ۳۷۶۰)

قرآن کریم چار آدمیوں سے سیکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کیا انہوں نے سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیا اس کے بعد بقیہ تینوں حضرات کا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام کو پہلے ذکر کرنا ظاہر کرتا ہے کہ آپ باقی تینوں سے قرأتِ قرآن میں زیادہ فضیلت رکھتے تھے رہی چار حضرات کی تخصیص تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ چاروں باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان سے حفظ، الفاظ کے ضبط اور ان کی ادائیگی میں نسبتاً زیادہ مہارت رکھتے تھے وگرنہ قرآن کریم کی تفسیر اور دوسرے پہلوؤں سے زیادہ آگاہی رکھنے والے صحابہ کرام موجود تھے۔ (عمدۃ القاری: ج۱۶، ص۳۳۹)

Marfat.com

میری دعا قبول ہوگئی

حضرت علقمہ سے مروی ہے کہ میں شام پہنچا تو سب سے پہلے میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! مجھے کسی (نیک) ساتھی کی صحبت سے فیض یابی کی توفیق عطا فرما، چنانچہ میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ آرہے ہیں، جب وہ قریب آگئے تو میں نے سوچا کہ شاید میری دعا قبول ہوگئی ہے۔ انہوں نے دریافت فرمایا: آپ کا وطن کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں کوفہ کا رہنے والا ہوں، اس پر انہوں نے فرمایا: کیا تمہارے یہاں صاحب نعلین، صاحب وسادہ ومطہرہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نہیں ہیں؟ کیا تمہارے یہاں وہ صحابی نہیں ہیں جنہیں شیطان سے (اللہ کی) پناہ مل چکی ہے۔ (یعنی عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ) کیا تمہارے یہاں سربستہ رازوں کے جاننے والے نہیں ہیں کہ جنہیں ان کے سوا اور کوئی نہیں جانتا (پھر دریافت فرمایا) ابن ام عبد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آیت واللیل کی قرآت کس طرح کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ واللیل اذا یغشیٰ والنہار اذا تجلی والذکر والانثی آپ نے فرمایا کہ مجھے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی زبان مبارک سے اسی طرح سکھایا تھا۔ لیکن اب شام والے مجھے اس طرح قرآت کرنے سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ (بخاری: ۳۷۶۱)

عادات واخلاق میں نبی کریم ﷺ کے سب سے زیادہ قریب

حضرت عبدالرحمٰن بن زید سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ صحابہ میں نبی کریم ﷺ سے عادات واخلاق اور طور طریق میں سب سے زیادہ قریب کون سے صحابی تھے؟ تاکہ ہم ان سے سیکھیں، انہوں نے کہا اخلاق، طور وطریق اور سیرت وعادت میں ابن ام عبد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب اور کسی کو میں نہیں سمجھتا۔ (بخاری: ۳۷۶۲)

Marfat.com

خادم مصطفیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرے بھائی یمن سے (مدینہ طیبہ) حاضر ہوئے اور ایک زمانے تک یہاں قیام کیا، ہم اس پورے عرصہ میں یہی سمجھتے رہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے ہی کے ایک فرد ہیں، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور ان کی والدہ کا (بکثرت) آنا جانا ہم خود دیکھا کرتے تھے۔ (بخاری: ۳۷۶۳)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سیرت

حضرت تمیم بن حرام کہتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی صحبت میں بیٹھا ہوں۔ میں نے کسی کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ دنیا سے بے رغبت اور ان سے بڑھ کر آخرت کی خواہش کرنے والا نہیں دیکھا۔

مجھے ہرگز پسند نہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی شخص کی تربیت میں رہوں۔ رات کو جب لوگ آنکھیں بند کر کے سو جاتے، حضرت عبداللہ بن مسعود نوافل ادا کرنے کھڑے ہو جاتے۔ پست آواز میں تلاوت کرتے تو یوں محسوس ہوتا، ان کے گھر میں شہد کی مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں۔ (مستدرک حاکم، رقم ۵۳۷۷)

نوافل پڑھنے کا یہ سلسلہ صبح تک جاری رہتا۔ زیادہ رونے کی وجہ سے ان کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے تھے۔ موت کو یاد کرتے اور کہتے، آج میری تیاری نہیں، میرا دل چاہتا ہے، مروں تو دوبارہ نہ اٹھوں۔ فرمایا، جو آخرت کو مقصود بناتا ہے، دنیا خراب کر لیتا ہے اور جو دنیا کو مطمح نظر بنا لیتا ہے، اس کی آخرت برباد ہو جاتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے لوگو! ہمیشہ رہنے والی آخرت کی خاطر دنیائے فانی کا نقصان برداشت کر لو۔ جو دنیا میں ریاکاری اور دکھاوا کرتا ہے، روز قیامت اللہ بھی اس سے ٹال

Marfat.com

مٹول کرے گا۔ جو دنیا کی شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے، اللہ اس کی آخرت میں دنیا ہی کی رسوائیاں لکھ دیتا ہے۔ جو بلندیاں پانے کے لیے دوڑتا ہے، اللہ اسے پست کر دیتا ہے اور جو اللہ کی خشیت اختیار کرتا ہے، اللہ اسے بلند کر دیتا ہے۔ ایک بار یوں نصیحت کی، اللہ کی قسمت پر راضی ہو جاؤ تو مال دار ترین بن جاؤ گے، حرام کاموں سے بچو تو تقویٰ کی بلند ترین منزلیں پا لو گے، اپنے فرائض ادا کر لو تو سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔ کہتے ہیں، مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا، دولت مندی ہو یا غربت۔ غربت میں صبر اور تونگری میں تواضع، دونوں اللہ کے حق ہیں جن کا دھیان رکھنا پڑتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں، ایک صاحب علم آدمی اپنی کی ہوئی کسی غلطی کی وجہ سے سیکھا ہوا علم بھی بھول جاتا ہے۔ علم حاصل کرو، جب یہ حاصل ہو جائے تو عمل پر جت جاؤ۔ علم زیادہ روایات جان لینے کا نام نہیں، یہ تو خشیت الٰہی ہے۔ وہ گھر (دل) جس میں کتاب اللہ کا کوئی علم نہیں، اصلاً اجاڑ اور بے آباد گھر ہے۔ حامل قرآن کی پہچان یہ ہے کہ جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، وہ بیدار ہوتا ہے۔ سب کھا پی رہے ہوتے ہیں، وہ روزے سے ہوتا ہے، لوگ خوش باش ہوں، وہ غمگین ہوتا ہے۔ سب ٹھٹھا کر رہے ہوں، وہ گریہ کرتا ہے۔ لوگ مل جل کر باتیں کر رہے ہوتے ہیں، وہ خاموش ہوتا ہے۔ لوگ ڈینگیں مار رہے ہوتے ہیں، وہ عاجزی سے بیٹھا ہوتا ہے۔ شیطان سورۂ بقرہ کی تلاوت سنتے ہی گھر سے بھاگ نکلتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعرات کے دن لوگوں کو پند و نصیحت کرتے تھے۔ ایک شخص نے کہا، ابوعبدالرحمان! میرا دل چاہتا ہے، آپ ہمیں ہر روز وعظ و نصیحت کیا کریں۔ انھوں نے جواب دیا، ایسا کرنے سے مجھے ایک ہی شے روکتی ہے کہ میں تمھیں اکتانا نہیں چاہتا۔ میں موقع و محل دیکھ کر تمھیں نصیحت کرتا ہوں جیسا کہ نبی کریم ﷺ اس خیال سے کہ ہم اکتا نہ جائیں، نصیحت کرنے میں وقت اور موقع کا لحاظ فرماتے تھے۔

(بخاری، رقم ۷۰)

Marfat.com

ایک دفعہ وعظ ونصیحت کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا، اپنا دین کسی شخص کے ہاتھ میں نہ دے دینا۔ وہ ایمان لائے تو تم لے آؤ، وہ کفر کرے تو تم اس کے پیچھے کفر کا ارتکاب کرو۔ اگر پیروی ہی کرنی ہے تو دنیا سے چلے جانے والے کی کرو، کیونکہ زندہ آدمی کا کچھ پتا نہیں ہوتا، کب فتنے میں مبتلا ہو جائے۔ ایک موقع پر ارشاد کیا، اللہ سے ملاقات ہی مومن کی سب سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ جو اس راحت کو پانے کی واقعی آرزو کرتا ہے اسے یہ مل جاتی ہے۔ دلوں کی چبھن سے بچ کر رہو، جو شے دل کو کھٹکے وہ شے چھوڑ دو۔ روئے زمین پر زبان ہی ایسی شے ہے جسے لمبی قید ہونی چاہیے۔ ایک خطبے میں کہا، لوگو! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے زیادہ نمازیں پڑھتے ہو، روزے رکھتے ہو اور ان سے بڑھ کر اجتہاد کرتے ہو پھر بھی وہ تم سے بہتر تھے۔ پوچھا، کیوں؟ بتایا، وہ دنیا سے بے پروا اور آخرت کی رغبت رکھنے والے تھے۔ ایک شخص نے وصیت کرنے کو کہا تو فرمایا، تم اپنے گھر ہی میں کشادگی پاؤ، اپنی زبان پر قابو رکھو اور اپنی غلطیوں پر گڑگڑاؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو تہ بند لٹکائے ہوئے دیکھا تو کہا، اپنا تہ بند اونچا کرو۔ اس نے کہا، ابن مسعود! اپنا تہ بند تو سنبھال لیں۔ کہا، میں تمہاری طرح نہیں، میری پنڈلیاں پتلی ہیں اور میرا رنگ گندمی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی تو اس شخص کو ایک ضرب لگائی اور کہا، کیا تو نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو جواب دیا؟

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے اہل علم کو معلوم ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ کے بہت قریب اور کتاب اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آئے اور بیٹھنے لگے۔ اپنے چھوٹے قد کی وجہ سے وہ لوگوں میں چھپ گئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے ہنسی مذاق کرنے لگے، واپس ہوئے، نظروں سے اوجھل ہوئے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ علم کی زنبیل (کنیف) ہیں جو علوم و

Marfat.com

معارف سے لبریز ہے۔ یہ فقرہ آپ رضی اللہ عنہ نے تین بار کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لفظ کُنیف سے ملقب ہو گئے، یہ لقب محدثین کے ہاں ان کے لیے خاص ہو گیا۔

یہ لقب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں عطا کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قرآن پڑھا، سنت کا علم حاصل کیا، علم ہی پر اکتفا کر لیا اور یہی بہت ہے۔ (مستدرک حاکم، رقم ۵۲۹۲)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارکہ سے ستر سورتیں سیکھیں۔ (بخاری، رقم ۵۰۰۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا، تو پڑھا ہوا بالک ہے۔ (مسند احمد: ۳۵۹۹)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سورۂ نساء (۴) سنانے کا حکم دیا۔ میں نے عرض کیا، کیا میں پڑھ کر سناؤں، حالانکہ قرآن تو آپ پر نازل ہوا ہے؟ فرمایا، میں دوسرے کے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔ میں نے تلاوت شروع کی۔ جب آیت: فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید و جئنا بك علی هؤلاء شهیدا (۴۱) پر پہنچا تو آپ نے روک دیا، تب آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (بخاری: ۴۵۸۲، مسلم: ۱۸۱۹)

حضرت علقمہ شام گئے تو ابوالدرداء سے ان کی ملاقات ہوئی۔ انھوں نے پوچھا، کیا تمہارے ساتھ وہ صاحب (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) نہیں رہتے جن پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتوں، بستر اور وضو کے پانی کی ذمہ داری تھی، جو رازدان رسالت تھے؟ (بخاری، رقم ۳۷۶۱)

حضرت مسروق کہتے ہیں، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ رہا ہوں۔ انھیں میں نے ایک ذخیرۂ آب کی مانند پایا ہے جو ایک شخص کو، دو افراد کو، دس آدمیوں کو،

Marfat.com

سوانسانوں کو حتیٰ کہ تمام اہل زمین کو سیراب کرسکتا ہے۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایسا چشمہ ہی تھے۔ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کسی نے وراثت کا مسئلہ دریافت کیا۔انھوں نے بتا کر تصدیق کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ان کے فتویٰ میں غلطی نکل آئی تو کہا، جب تک علامہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ موجود ہیں، مجھ سے استفتا نہ کریں۔

(بخاری، رقم ۶۷۳۶)

شام کے لوگ مقداد بن اسود اور ابوالدردا کی سکھائی ہوئی قرأت کے مطابق قرآن پڑھتے، اہل عراق اس معاملہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پیرو تھے۔یہ لوگ آپس میں ملتے تو اپنی اپنی قرأت کی فضیلت جتاتے، ان کے اختلافات سن کر نئے ایمان لانے والے تذبذب میں مبتلا ہوجاتے کہ کس قرأت کو اختیار کریں۔ان حالات میں اندیشہ تھا کہ کوئی نیا فتنہ نہ جنم لے لے۔اس لیے خلیفۂ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے قرآن مجید کا وہ نسخہ حاصل کیا جو پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو اس کی کتابت کرنے کا حکم دیا۔انھوں نے اس کی نقلیں کروا کر شام، مصر، کوفہ، بصرہ، مکہ اور یمن بھجوادیں، ملت اسلامیہ کو اس مصحف پر جمع ہونے اور دیگر قراءتوں والے مصاحف کو جلانے کا حکم دیا۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ان کا مصحف لے کر تلف کر دیا گیا۔اس موقع پر انھوں نے لوگوں سے خطاب کیا اور کہا، مجھے زید بن ثابت کی قرأت کو اختیار کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے ستر سے زیادہ سورتیں حاصل کی ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم جانتے ہیں، میں ان سب سے زیادہ کتاب اللہ کو جاننے والا ہوں، حالانکہ میں ان میں سے بہترین نہیں۔(بخاری: ۵۰۰۰، مسلم: ۶۴۱۴)

کسی نے اس بات میں مجھ سے اختلاف نہیں کیا۔زید بن ثابت صاحب عزوشرف

Marfat.com

ہیں، تب ان کے سر پر دو چوٹیاں (یا ایک چوٹی) ہوتی تھیں اور وہ بچوں سے کھیلا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں کوئی سورت، کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کب اتری۔ اگر مجھے علم ہو جاتا کہ کوئی مجھ سے بھی زیادہ قرآن جاننے والا ہے اور اونٹوں کی سواری مجھے اس تک پہنچا دے گی تو میں ضرور اس کے پاس جاتا۔ (بخاری: ۵۰۰۲، مسلم: ۶۴۱۵)

ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اہم مسئلے پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو فرمائی۔ مسجد میں آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ مل گئے۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں کھڑے ہیں اور تواتر سے سورۂ نساء پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے ان کی قرأت سنی اور ارشاد فرمایا، جسے بھلا لگتا ہے کہ قرآن ویسے ہی (سنے یا) پڑھے جیسے ابھی اترا تو ابن ام عبد (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) کی قرأت (سنے یا اس) کے مطابق پڑھے۔ نماز کے بعد وہ استغفار کرنے اور دعا مانگنے لگے تو آپ نے فرمایا، مانگو، دیا جائے گا۔ انھوں نے دعا کی، اے اللہ! میں تم سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو لازوال ہو، ایسی نعمتیں جو برباد نہ ہوں، آنکھوں کی ٹھنڈک جو ختم نہ ہو اور جنت خلد کے اعلیٰ درجوں میں تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت چاہتا ہوں۔ اس بات پر حضرت عمر حضرت عبداللہ کو بشارت دینے آئے تو دیکھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے پہلے ان کی طرف جا رہے ہیں تو ان سے کہا، آپ نیکی کی طرف خوب لپکتے ہیں۔ (مستدرک حاکم، رقم ۵۳۸۶)

حضرت حذیفہ کی روایت ہے، آپ نے فرمایا، میرے بعد حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا، عمار بن یاسر کے طریقے پر چلنا اور ابن ام عبد رضی اللہ عنہ کے عہد کو تھامے رکھنا۔

(ترمذی، رقم ۳۶۶۲)

حضرت عبداللہ بن عباس نے ابوظبیان سے سوال کیا، دو قرأتوں میں ہم کس کو اختیار کریں؟ انھوں نے جواب دیا، پہلی قرأت ابن ام عبد کی ہے۔ ابن عباس نے تائید کی،

Marfat.com

ہاں! دوسری قرأت بھی یہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ایک بار جبرئیل علیہ السلام کو قرآن پڑھ کر سناتے، جس سال آپ کی وفات ہوئی، آپ نے دو مرتبہ قرآن سنایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس موقع پر موجود تھے، انھیں علم تھا، کیا منسوخ ہوا، کیا تبدیل ہوا۔ حج کے موقع پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عرفات میں تھے کہ ایک آدمی نے بتایا، میں کوفہ سے آیا ہوں۔ وہاں ایک شخص قرآن پاک زبانی املا کراتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سخت غصہ آیا، بے قابو ہونے لگے۔ پھر پوچھا، وہ کون ہے؟ جواب ملا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دفعۃً ان کا غصہ جاتا رہا۔ پرسکون ہو کر بولے، میرے علم میں ان کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں جسے یہ حق حاصل ہو۔ ابوعبدالرحمن سلمٰی، عبید بن نضلہ اور چند دوسرے قراء نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قراءت روایت کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی غزوہ بدر میں شرکت

حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ایک مقدس اور پاکیزہ جماعت ہے، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابرکت صحبت سے اللہ رب العزت نے ان نفوسِ قدسیہ کو انسانی شرافت کا اعلیٰ نمونہ بنایا، یہی وجہ ہے کہ ہر صحابی رضی اللہ عنہ کی زندگی چلتا پھرتا اسلام ہے، اللہ رب العزت نے ان فداکاروں کو ہدایت یافتہ ہونے کی سند عطا فرمائی، قرآن کریم نے ان کی زندگی اور ان کے افکار و نظریات میں انقلاب پیدا کر کے ان کی زندگی کا رخ مقصد اصلی کی طرف پھیر دیا، ہر ایک کے دل میں بس ایک ہی لگن تھی، اعلاء کلمۃ اللہ، دعوت حق اور تبلیغ اسلام ہو جائے وہ ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشات پر شرعی احکام اور اسلامی مقاصد کو غالب رکھتے تھے، جنت اور مغفرت کی طلب اور آرزو نے ان کو اللہ اور رسول سے اتنا قریب کر دیا تھا کہ ان کو دنیا والوں کی خوشی اور ناخوشی کی کوئی پرواہ نہ تھی، ان کی مقدس زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جب بھی باطل پرستوں نے عظمت اسلام کو للکارا، آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بجھانے کی کوشش کی اور قصرِ دین و ملت پر

Marfat.com

یلغار کی تو اصحاب رسول دشمنوں پر قہر وغضب بن کر ٹوٹے، شیر وببر بن کر جھپٹے اور راہ حق میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو ٹھوکروں میں اڑا دیا، باطل کے سیلِ رواں کے سامنے سدِ سکندری بن گئے، طاغوتی طاقتوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے، قصر اسلام کی حفاظت کی اور پرچمِ توحید بلند رکھا، حد تو یہ ہے کہ توحید کے پرستاروں اور شمع رسالت ﷺ کے پروانوں نے توحید و رسالت کے سامنے رشتۂ اخوت وابوت تک کو قربان کر دیا، خونی رشتوں تک کی پرواہ نہ کی جیسا کہ اسلامی تاریخ سے واضح ہے، اسی کے ساتھ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کی سب سے پہلی معرکۃ الآراء اور حق وباطل کے درمیان امتیاز کر دینے والی لڑائی غزوہ بدر کبریٰ میں شرکت کی ان کو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حد درجہ فضیلت حاصل ہے، قرآن وحدیث نے ان کی فضیلت اور کارناموں کو نمایاں انداز میں بیان کیا ہے۔

غزوۂ بدر

اسلام کے غزوات میں غزوہ بدر سب سے پہلا اور کفر وشرک میں امتیاز پیدا کرنے والا غزوہ ہے؛ اس لئے کہ اسلام کی عزت وشوکت کی ابتداء اور کفر شرک کی ذلت ورسوائی کی ابتداء اسی غزوہ سے ہوئی، اس لئے اس میں شریک ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔

یہ غزوہ رمضان ۲ھ میں پیش آیا، اس غزوہ میں اسلام کو ظاہری اور مادی اسباب کے بغیر اللہ کی رحمت اور تائید غیبی سے فتح وکامیابی حاصل ہوئی، اس سے کفر شرک پر کاری ضرب لگی، اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے اس دن کو قرآن کریم میں یوم الفرقان فرمایا، بدر ایک کنویں کا نام ہے جو بدر بن حارث یا بدر بن کمدہ نے بنایا، اس لئے اس کے قرب وجوار کے میدان کو بھی بدر کہتے ہیں، یہ مقام مدینہ سے مکہ کے راستے میں تقریباً اسی میل پر واقع ہے۔

Marfat.com

غزوۂ بدر کے اسباب

کفار مکہ کو حضور ﷺ اور مسلمانوں کا مکہ سے صاف نکل جانا اور مدینہ میں شان وشوکت اور عظمت کے ساتھ رہنا اور فداکاران اسلام میں روز افزوں ترقی ہونا بہت ناگوار اور کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا، وہ مدینہ کے حکمرانوں اور بااثر لوگوں کو ترغیب دے رہے تھے کہ مدینہ میں تارکین وطن کو پناہ نہ دی جائے، انہوں نے مدینہ کے منافقین اور یہود سے سازباز شروع کر دیا تھا اور قریش کے چھوٹے چھوٹے جتھے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے ارادہ سے مدینہ کے قریب اکثر گشت لگا رہے تھے، کرز بن جابر فہری مدینہ کی چراگاہوں پر لوٹ مار کرتا رہتا تھا، ان حالات کے بعد اللہ تعالیٰ نے اب مسلمانوں کو بھی مقابلہ کی اجازت دی تب مسلمانوں نے اس چھیڑ چھاڑ کا جواب دینا شروع کیا، اہل مکہ کی تجارت کا سلسلہ شام سے وابستہ تھا اور مدینہ کے علاقہ سے یہ راستہ گزرتا تھا، مسلمانوں نے اس میں رکاوٹ پیدا کرنی شروع کر دی؛ تاکہ اہل مکہ کی مالی قوت پر اثر پڑے جس کے بل بوتے پر وہ مسلمانوں کو نیست ونابود کرنے کی فکریں کرتے رہتے ہیں، نیز اس تجارت کے حیلہ سے منافقین اور یہود مدینہ سے سازباز کا جو موقع ہاتھ آجاتا تھا اس کا بھی خاتمہ کر دیا جائے۔

قریش نے دیکھا کہ اب مسلمان بھی خاموش رہتے نظر نہیں آتے اور ہماری دسیسہ کاریوں کا جواب ملنے لگا ہے تو بڑے غور وخوض کے بعد ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے خفیہ تدابیر شروع کر دیں۔

مگر جنگ کے لئے کثیر سرمایہ کی ضرورت تھی؛ اس لئے شام کی تجارت کے موسم میں ابوسفیان کی سرکردگی میں ایک تجارتی قافلہ بھیجا گیا، تمام مردوں اور عورتوں نے اپنا اپنا سرمایہ اس قافلہ کے حوالہ کر دیا، تاکہ منافع کی رقم جنگ کے سامان پر خرچ کی جاسکے۔

حملہ کی تیاری

ابوسفیان جب اپنے رفیقوں کے ساتھ شام سے مکہ واپس ہونے لگا تو رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالات وواقعات پر نظر رکھتے ہوئے اس قافلہ پر قبضہ کرنا ضروری سمجھا، جلد سے جلد جو اشخاص تیار ہو سکے ان کو لے کر روانہ ہوئے، یہ تین سو تیرہ تھے اور ساز وسامان کا حال یہ تھا کہ صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے اور معمولی اسلحہ، چند آدمیوں کے علاوہ کسی کے پاس زرہ بھی نہ تھی۔

ابوسفیان کا حزم واحتیاط

ابوسفیان کو جب اس بات کا علم ہوا تو ضمیم بن عمر غفاری کو اجرت دے کر مکہ دوڑایا کہ جا کر قریش کو اطلاع دے، جب قریش کو معلوم ہوا تو تمام اہل مکہ میں ہل چل پڑ گئی؛ چونکہ قریش کی اپنی پوری پونجی اس قافلہ کی تجارت میں لگی ہوئی تھی، ابولہب کے سوا کوئی شخص مکہ میں نہیں ٹھہرا، اس نے بھی اپنی جگہ عاص ابن ہشام کو روانہ کیا، پورے جوش اور ساز وسامان کے ساتھ ایک ہزار جنگ جو جن میں سو گھوڑے سوار، پیادہ فوج میں چھ سو زرہ پوش بے شمار اونٹ اور بے شمار اسلحہ کے ساتھ ابوجہل کی سرداری میں نکلے۔

ابوسفیان نے حالات کا اندازہ کر کے قافلہ کا رخ بدل دیا اور ساحل کے راستہ سے صحیح سالم نکل گیا اور قریش کو یہ پیغام بھیجا کہ تم لوگ صرف قافلہ کے آدمیوں کو اور اپنے اموال کو بچانے کے لئے آئے تھے، اللہ نے سب کو بچا لیا ہے، لہٰذا تم سب مکہ واپس ہو جاؤ، ابوجہل نے کہا جب تک ہم بدر پہنچ کر تین دن تک کھا پی کر اور گا بجا کر خوب مزے نہ اڑا لیں اس وقت تک ہرگز واپس نہ ہوں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ

جب اسلامی لشکر رَوحا پہنچا تو مخبر نے اطلاع دی کہ مکہ سے زبردست لشکر مسلمانوں سے جنگ کی غرض سے آرہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے مشورہ فرمایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پورے جوش وخروش کے ساتھ جنگ میں حصہ لینے پر آمادگی ظاہر فرمائی، اس طرح مسلمانوں کے تین سو تیرہ مجاہدین کا بے سروسامان لشکر اور دوسری طرف کفار مکہ کا

Marfat.com

ایک ہزار پرشوکت لشکر بدر پہنچا۔

اللہ کی مدد اور جنگ

دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی اللہ کی غیبی مدد ہوئی، کفار کا لشکر جنگ میں درہم برہم ہوکر شکست کھا گیا، ابوجہل اور مکہ کے بڑے بڑے سردار ہلاک ہوگئے، جس سے مکہ والوں کی طاقت ہمیشہ کے لئے کھوکھلی ہوگئی، رسول اللہ ﷺ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور زبان مبارک سے فرمایا: الحمد للہ الذی اعز الاسلام واھلہ۔ حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے اسلام کو اور اہل اسلام کو عزت بخشی۔

بعض روایات میں ہے کہ سجدہ شکر بھی ادا کیا اور ابن ماجہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے شکریہ میں دوگانہ پڑھا، اس جنگ میں ستر اہل مکہ ہلاک ہوئے اور اتنی ہی تعداد میں زخمی اور قید ہوئے، کفار کے مقتولین کی لاشیں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے بدر کے کنویں میں ڈال دی گئیں، امیہ کی لاش پھول کر بہت بھاری ہوگئی تھی اس لئے قتل گاہ ہی میں چھپا دیا گیا، ابو لہب شریک جنگ نہ تھا، جب اس کو اس شکست کی اطلاع ہوئی تو غم کی وجہ سے مکان میں چلا گیا اور اپنے غصہ میں گھل کر یا کسی طاعونی بیماری میں مبتلا ہوکر گھر ہی میں مر گیا، مسلمانوں میں چودہ شہید ہوئے، چھ مہاجرین اور آٹھ انصار، جو کفار قید ہوئے انہیں فدیہ دے کر چھوڑ دیا گیا، فدیہ کی مقدار حیثیت کے مطابق ایک ہزار درہم سے چار ہزار درہم تک تھی، جو نادار تھے اور فدیہ نہیں دے سکتے تھے، وہ بلا کسی معاوضہ اور فدیہ آزاد کردئے گئے، جو لکھنا جانتے تھے انہیں دس دس بچوں کو لکھنا سکھا دینے پر آزاد کردیا گیا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی طرح لکھنا سیکھا۔

اہل بدر کی تعداد

بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد میں روایتیں مختلف ہیں، مشہور یہ ہے کہ تین سو تیرہ تھے، تعداد میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اس بارے میں محدثین کے اقوال مختلف ہیں،

Marfat.com

حافظ ابن سید الناس رحمۃ اللہ علیہ نے عیون الاثر میں تمام اقوال کو جمع کر دیا اور ۳۶۳ نام شمار کرائے، حضرت جعفر بن حسن بن عبدالکریم برزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے اصحاب بدر رضی اللہ عنہم کے اسماء مبارکہ اور ان کے فضائل وفوائد پر مشتمل ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے "بجالیۃ الکرب باصحاب سید العجم والعرب" اس کتاب میں برزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد کتابوں کے حوالہ سے اصحاب بدر رضی اللہ عنہم کو ۳۶۳ کی تعداد میں ذکر کیا، تاکہ کسی قول کی بناء پر کوئی نام نہ رہ جائے، احتیاطاً سب کا ذکر کر دیا؛ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد تین سو تریسٹھ ہے، بلکہ انہوں نے وضاحت کر دی کہ اس سلسلہ میں راجح قول یہی ہے کہ اصحاب بدر رضی اللہ عنہم تین سو تیرہ ہیں جیسا کہ صاحب استیعاب نے ۳۱۳ کی تعداد ہی بیان کی ہے۔

مسند احمد، مسند بزار اور معجم طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اہل بدر تین سو تیرہ تھے، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بدر کے لئے روانہ ہوئے تو کچھ دور چل کر اصحاب رضی اللہ عنہم کو شمار کرنے کا حکم دیا، جب شمار کئے گئے تو تین سو چودہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر شمار کرو، دوبارہ شمار کر ہی رہے تھے کہ دور سے دبلے اونٹ پر ایک شخص سوار نظر آیا، اس کو شامل کر کے تین سو پندرہ ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بدر کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو تین سو پندرہ آدمی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔

یہ تین روایتیں ہیں، لیکن حقیقت میں سب متحد و متفق ہیں، اس لئے کہ اگر اس آخری شخص اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی شمار کیا جائے تو تین سو پندرہ تھے، اگر اس آخری شخص اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ شمار نہ کیا جائے تو پھر یہ تعداد تین سو تیرہ ہے، اس سفر میں کچھ صغیر السن بچے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے، جیسے: ۱۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ ۲۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ ۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، مگر ان کو قتال کی اجازت نہ تھی، اگر ان کمسن بچوں کو بھی بدریین میں شمار کر لیا

Marfat.com

جائے تو پھر تعداد تین سو انیس ہو جاتی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل بدر تین سو انیس تھے۔

آٹھ آدمی ایسے تھے جو اس غزوہ میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے، لیکن اہل بدر میں شمار کئے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت میں سے ان کو بھی حصہ عطا فرمایا، وہ آٹھ صحابہ رضی اللہ عنہم یہ ہیں:

۱۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی علالت کی وجہ سے مدینہ منورہ چھوڑ گئے تھے۔

۲۔۳۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے قافلہ کے تجسس کے لئے بھیجا تھا۔

۴۔ حضرت ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ ان کو روماء سے مدینہ منورہ پر اپنا قائم مقام بنا کر واپس فرمایا۔

۵۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کو عوالی مدینہ پر مقرر فرمایا۔

۶۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن حاطب بن عمرو بن عوف کی طرف سے آپ کو کوئی خبر پہنچی تھی اس لئے آپ نے حضرت حارث بن حاطب کو بنی عمرو کی طرف واپس بھیجا۔

۷۔ حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوٹ آجانے کی وجہ سے مقام روحا سے واپس فرما دیا تھا۔

۸۔ حضرت خوات رضی اللہ عنہ بن جبیر پنڈلی میں چوٹ آجانے کی وجہ سے مقام صفراء سے واپس کر دئے گئے تھے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفرؓ کا بھی حصہ لگایا، جو اس وقت حبشہ میں تھے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت سعد بن

Marfat.com

مالک رضی اللہ عنہ یعنی سہل رضی اللہ عنہ کے والد نے راستہ میں انتقال فرمایا اور صبیح مولی احیحہ بیماری کی وجہ سے واپس ہوئے۔

بدری فرشتے

اس جنگ میں کفار ومشرکین کی امداد کے لئے ابلیس لعین اپنا لشکر لے کر حاضر ہوا تھا، اس لئے حق تعالیٰ شانہ نے مسلمانوں کی مدد کے لئے حضرت جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کی سرکردگی میں آسمان سے فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا جو ایک ہزار، پھر تین ہزار، پھر پانچ ہزار تھے۔

شیطان سراقہ بن مالک کی شکل میں اور اس کا لشکر بنو مدلج کے مردوں کی شکل میں ظاہر ہوا، اسی وجہ سے فرشتے بھی مردوں کی شکل میں نمودار ہوئے، یہ اگرچہ صورۃ انسان تھے، مگر فرشتے تھے، جنگ بدر میں فرشتوں کا مسلمانوں کی مدد کے لئے آسمان سے نازل ہونا اور ان کا جہاد میں شریک ہونا آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے، لیکن روایات میں صرف تین فرشتوں کے نام معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام۔ ۲۔ حضرت میکائیل علیہ السلام۔ ۳۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام۔

شہدائے بدر

معرکہ بدر میں ۱۴ اصحاب رضی اللہ عنہم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوئے، ان میں چھ مہاجرین اور آٹھ انصار تھے:

حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ

یہ قبیلہ قریش کے مطلبی شاخ سے تعلق رکھتے تھے، کنیت ابوالحارث اور لقب شیخ المہاجرین ملا تھا، خاندان عبدالمطلب میں سے آپ کو قدیم الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا، آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دارالتبلیغ دارارقم کے افتتاح کرنے سے پہلے ہی دولت

Marfat.com

اسلام سے فیضیاب ہو چکے تھے، عمر میں نبی کریم ﷺ سے دس سال بڑے تھے، جب ہجرت کا حکم ملا تو آپ ﷺ اپنے بھائیوں طفیل، حصین اور مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے اور عبداللہ بن سلمہ عجلانی کے ہاں قیام کیا، نبی کریم ﷺ کے یہاں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی بڑی قدر و منزلت تھی، غزوہ بدر میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی جانیں ناموس رسالت پر نچھاور کیں ان میں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الحارث نے سب سے پہلی اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے شہادت کا بلند مرتبہ حاصل کیا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نگاہ میں سر خرو ہو گئے۔

آپ کو مقام صفراء میں دفن کیا گیا، آپ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد مسلمانوں کا ایک قافلہ اس مقام پر خیمہ زن ہوا تو ساری وادی مشک خالص کی خوشبو سے معطر تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اس مقام پر مشک کی خوشبو کہاں سے آ رہی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں معلوم نہیں کہ میرے عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الحارث کی قبر ہے۔

حضرت عمیر ذوالشمالین رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی عمیر رضی اللہ عنہ اور لقب ذوالشمالین تھا، اس لقب کی وجہ یہ تھی کہ آپ دونوں ہاتھوں سے بیک وقت کام کرتے تھے، آپ کے والد عبد عمرو بن فضلہ قبیلۂ خزاعہ سے تعلق رکھتے تھے، اپنا قبیلہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ آ گئے تھے اور عبدالحارث بن زہرہ کے حلیف تھے، عبدالحارث نے اپنی بیٹی نعمی کی شادی عبد عمر سے کی، اسی نعمی کے بطن سے حضرت عمیر ذوالشمالین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے آپ مہاجرین بنوزہرہ میں سے تھے، جنگ بدر میں ابو اسامہ جشمی کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا، رضی اللہ عنہ۔

حضرت صفوان بن وہب رضی اللہ عنہ

آپ بنی حارث سے تھے، والد کا نام بیضاء تھا، کنیت ابوعمرو، جلیل القدر بدری شہداء

Marfat.com

میں شمار ہوتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ بنوعدی کے ہاتھوں میدان بدر میں شہید ہوئے۔

حضرت عاقل رضی اللہ عنہ

آپ مدینہ پاک میں بنوعدی کے حلیف تھے، سابقون الاولون میں شمار ہوتے ہیں، دارارقم میں دولت اسلام سے مشرف ہوئے، اگرچہ آپ کے دوسرے بھائی عامر، الیاس اور خالد بھی معرکہ بدر میں شریک ہوئے، مگر شہادت صرف آپ ہی کو نصیب ہوئی، دور جاہلیت میں آپ کو غافل نام سے یاد کیا جاتا تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے فیض یاب ہونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام غافل سے عاقل رکھ دیا۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ

والد کا نام مالک بن اہیب تھا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فاتح قادسیہ کے چھوٹے بھائی تھے، جنگ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ عمرو بن ودّ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

حضرت مہجع بن صالح رضی اللہ عنہ

یمن کے رہنے والے تھے عرب قزاقوں نے آپ کو گرفتار کیا اور مکہ میں لے آئے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو خرید کر آزاد کر دیا، آپ رضی اللہ عنہ "سابقون الاولون" میں شمار ہوتے ہیں، بنی عدی کے ساتھ ہجرت کی، آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس کے ان غرباء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تعلق رکھتے تھے، جن کے بارے میں قرآن پاک کی آیات نازل ہوئیں، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی غربت پر رشک کرتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ خاص کا مرکز تھے، حضرت مہجع رضی اللہ عنہ معرکہ بدر میں ایک کافر عمرو بن حضرمی کے تیر سے زخمی ہوئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی شہادت کی اطلاع ہوئی تو بے اختیار فرمایا، آج مہجع سید الشہداء ہیں۔

Marfat.com

حضرت سعد بن خثیمہ انصاری رضی اللہ عنہ

آپ قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ ان بارہ مدنی بزرگوں میں شامل تھے جو بیعت عقبہ میں شریک ہوئے اور جن کی جرأت ایمانی نے مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو حوصلہ بخشا تھا، آپ عمرو بن ودّ یا طعیمہ بن عدی کے ہاتھوں شہید ہوئے،

حضرت بشر انصاری رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ انصار کے قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے والد کا اسم گرامی عبدالمنذر تھا اپنے بھائی ابولبابہ کے ساتھ شریک بدر ہوئے، ابوثور کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔

حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ

عمیر بن الحمام انصاری رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا رشتۂ مواخات حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے قائم کیا تھا، یہ دونوں بھائی میدان بدر میں شہید ہوئے، میدان بدر میں جب جنگ زوروں پر تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آج کافروں سے لڑتے لڑتے جو بھی شہید ہوگا اللہ کی جنت اس کا استقبال کرے گی، حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اس وقت کھجوریں کھا رہے تھے، واہ واہ (بخ بخ) کہتے ہوئے اٹھے کھجوریں زمین پر پھینک دیں اور فرمایا، آج میرے اور جنت کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوسکتی، آگے بڑھے اور تلوار لہراتے ہوئے کفار پر ٹوٹ پڑے اور خالد بن الاعلم کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

حضرت یزید بن حارث رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ قبیلہ نجار سے تعلق رکھتے تھے اور رشتہ مواخات میں ذوالشمالین رضی اللہ عنہ سے وابستہ تھے دونوں ہی میدان بدر میں شہادت کے اعزاز سے سرفراز ہوئے، آپ کو طعیمہ بن عدی یا نوفل بن معاویہ نے شہید کیا۔

Marfat.com

حضرت رافع رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام معلیٰ تھا، قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، معرکہ بدر میں عکرمہ بن ابی جہل کے ہاتھوں شہید ہوئے

حضرت حارث یا حارثہ رضی اللہ عنہ

حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، والدہ کا نام ربیع النضر تھا، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپی تھیں، حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ باقاعدہ جنگ کرنے کے لئے میدان بدر نہیں گئے تھے؛ بلکہ ایک مبصر کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے، لیکن حبان عرقہ کے ہاتھوں شہید ہوئے، علامہ ابن حجر عسقلانی اور طبرانی نے آپ کو شہداء بدر میں شمار کیا ہے مگر واقدی لکھتے ہیں کہ حضرت حارثہ میدان بدر میں حوض کے کنارے پانی پی رہے تھے کہ اچانک ایک تیر آپ کے حلق میں لگا جو آپ کی شہادت کا سبب بنا، ان کی شہادت کی خبر ان کی والدہ کو مدینہ منورہ پہونچی تو آپ نے قسم کھائی کہ، جب تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخیر وعافیت مدینہ منورہ نہیں آجاتے اور مجھے اپنی زبان مبارک سے میرے بیٹے کی خبر نہیں سناتے، میں اس کے لئے نہ روؤں گی نہ ہی گریہ کروں گی۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر سے واپس شریف لائے تو حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی والدہ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں یارسول اللہ، حارثہ کی شہادت سے مجھے جو صدمہ ہوا ہے وہ آپ جانتے ہیں، مگر میں نے فیصلہ کیا تھا جب تک یہ خبر آپ سے نہ سن لوں کسی قسم کا گریہ وزاری نہیں کرونگی، اگر وہ جنت کا حقدار ہے تو مجھے گریہ وزاری کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، بصورت دیگر اتنا روؤں گی کہ زمین وآسمان تھرا اٹھیں گے، غمزدہ ماں کی بات جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنی تو فرمایا تم کیوں غمزدہ ہوتی ہو وہ تو جنت الفردوس میں شاداں وفرحاں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے بشارت پاکر ربیع النضر رضی اللہ عنہا صبر کے ساتھ اٹھیں اور کہنے لگیں، اب میں اپنے بیٹے کے لئے نہیں روؤں گی۔

Marfat.com

حضرت عوف رضی اللہ عنہ

والد کا اسم گرامی حارث والدہ کا عفرا تھا، آپ اپنے مشہور چھوٹے بھائیوں معاذ رضی اللہ عنہ اور معوذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان بدر میں پہنچے اس کے بعد آپ دوڑے دوڑے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ وہ کونسا کام ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوجاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی وخوش ہوتا ہے جو زرہ کی پرواہ کئے بغیر لڑائی میں شریک ہوجاتا ہے، یہ سنتے ہی حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے زرہ اتاری اور میدان کارزار میں کود پڑے اور اپنی شجاعت کے ایسے جوہر دکھائے کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے، آپ رضی اللہ عنہ ابوجہل کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور معوذ رضی اللہ عنہ

انصار کے یہ دو کم سن مگر معروف بھائی معاذ رضی اللہ عنہ اور معوذ رضی اللہ عنہ حضرت حارث کے نامور فرزند تھے اور قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، بیعت عقبہ میں شریک تھے، یہی وہ نوجوان تھے جو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے اشارے پر ابوجہل پر ٹوٹ پڑے اور اسے زخمی کر کے گھوڑے سے نیچے گرادیا، ان کی تلوار کے زخم کے بعد ابوجہل دوبارہ نہ اٹھ سکا اور دیر تک موت وحیات کی کشمکش میں تڑپتا رہا؛ حتی کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کا سر کاٹ دیا، عکرمہ نے ان شاہیں صفت نوجوانوں کو اپنے باپ پر جھپٹتے دیکھا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو پر وار کیا جس سے آپ کا بازو کٹ گیا، مگر لٹکتا ہوا بازو چونکہ لڑائی میں رکاوٹ تھا اس لئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ خود اپنے ہاتھ کو پاؤں کے نیچے دبایا اور بازو کو علحدہ پھینک کر شریک جہاد رہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اسی ایک بازو کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک زندہ رہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا دوسرا بازو میں ہوں کیونکہ یہ بازو میرے آقا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن کو کیفر کردار تک پہنچانے میں کٹا تھا اور حضرت معوذ رضی اللہ عنہ کو ابومسافع نے شہید کردیا۔

Marfat.com

اہل بدر کے فضائل

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوکر فرمایا:

لَعَلَّ اللّٰہ اطلعَ الی اھل بَدر فقال اعملوا ماشئتم فقد وجبت لکم الجنۃ۔

''تحقیق اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف نظر فرمائی اور یہ کہہ دیا جو چاہے کرو جنت تمہارے لئے واجب ہوچکی''۔

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل بدر کو کیا سمجھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل اور بہتر، جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا، اسی طرح وہ فرشتے جو بدر میں حاضر ہوئے تھے سب فرشتوں سے افضل اور بہتر ہیں۔

اصحاب بدر کے فضائل میں سب سے بڑی فضیلت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی کی زبان مبارک کے ذریعہ جنت کی بشارت دی'' وجبت لکم الجنۃ''اے اصحاب بدر تمہارے لئے جنت واجب ہوگئی، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لن یدخل النارُ احد شھد بدرًا (جو شخص بدر میں حاضر ہوا وہ جہنم میں نہ جائے گا، یہ بھی ان کے فضائل میں ہے کہ جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نازل کیا اور ان فرشتوں نے اصحاب بدر کے ساتھ مل کر دشمنان اسلام سے جنگ کی۔

خواص وبرکات

ان فضائل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کے اسماء میں عجیب وغریب برکت اور غیر معمولی خواص رکھے ہیں، جن کا بزرگوں نے بارہا مشاہدہ کیا ہے، اور عجیب تاثیر پائی ہے،

Marfat.com

حضرت برہان الدین حلبی مشائخ حدیث کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اہل بدر کے اسماء ذکر کر کے جو دعا مانگی جاتی ہے مقبول ہوتی ہے، بارہا اس کا تجربہ ہوا ہے، اور جن مریضوں نے اہل بدر کے وسیلہ سے اپنے لئے شفا کی دعا مانگی ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا عطا فرمائی، حضرت جعفر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا میرے والد نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ علیہم الرضوان سے محبت رکھوں اور یہ کہ اپنی تمام مہمات میں اہل بدر کے وسیلہ سے دعا مانگوں، نیز انہوں نے فرمایا تھا کہ بیٹے اہل بدر کے اسماء مبارکہ کے واسطے سے جو دعا مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے، انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جب کوئی بندہ اہل بدر کے اسماء کا ذکر کرتا ہے، ان کے ذکر کے ساتھ دعا مانگتا ہے تو اس وقت مغفرت، رحمت، برکت، رضا اور رضوان اس بندہ کو گھیر لیتی ہے۔

صاحب مشکوۃ نے اہل بدر کے اسمائے مبارکہ "الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب" کے حوالے سے جو نقل کیا ہے، اسی کے مطابق ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

اسمائے گرامی حضرات بدریین مہاجرین رضی اللہ عنہم اجمعین

سید المہاجرین، امام البدریین، اشرف الخلائق، خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

۱۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۲۔ ابوحفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
۳۔ ابوعبداللہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۴۔ ابوالحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۵۔ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ
۶۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
۷۔ انسہ حبشی مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۸۔ ابوکبشہ فارسی مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۹۔ ابومرثد کناز بن حصن رضی اللہ عنہ
۱۰۔ مرثد ابن ابی مرثد رضی اللہ عنہ
۱۱۔ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ
۱۲۔ طفیل بن حارث رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حصین بن حارث رضی اللہ عنہ
۱۴۔ مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ

Marfat.com

۱۵۔ ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
۱۶۔ سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ
۱۷۔ صبیح مولیٰ ابی العاص امیہ رضی اللہ عنہ
۱۸۔ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ
۱۹۔ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ
۲۰۔ شجاع بن وھب رضی اللہ عنہ
۲۱۔ عتبہ بن وھب رضی اللہ عنہ
۲۲۔ یزید بن رقیش رضی اللہ عنہ
۲۳۔ ابوسنان بن محصن رضی اللہ عنہ
۲۴۔ سنان بن ابی سنان رضی اللہ عنہ
۲۵۔ محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ
۲۶۔ ربیعہ بن اکثم رضی اللہ عنہ
۲۷۔ ثقف بن عمرو رضی اللہ عنہ
۲۸۔ مالک بن عمرو رضی اللہ عنہ
۲۹۔ مدلج بن عمرو رضی اللہ عنہ
۳۰۔ سوید بن مخشی رضی اللہ عنہ
۳۱۔ عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ
۳۲۔ حضرت مولیٰ بن غزوان رضی اللہ عنہ
۳۳۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ
۳۴۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ
۳۵۔ سعد کلبی مولیٰ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ
۳۶۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ
۳۷۔ سویبط بن سعد رضی اللہ عنہ
۳۸۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ
۳۹۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۴۰۔ عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۴۱۔ مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ
۴۲۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
۴۳۔ مسعود بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
۴۴۔ ذوالشمالین بن عبد عمرو رضی اللہ عنہ
۴۵۔ خباب بن الارت رضی اللہ عنہ
۴۶۔ بلال بن رباح مولیٰ ابی بکر رضی اللہ عنہ
۴۷۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ
۴۸۔ صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ
۴۹۔ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ
۵۰۔ ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ
۵۱۔ شماش بن عثمان رضی اللہ عنہ
۵۲۔ ارقم ابی الارقم رضی اللہ عنہ
۵۳۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
۵۴۔ معتب بن عوف رضی اللہ عنہ
۵۵۔ زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ
۵۶۔ مہجع مولیٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

Marfat.com

۵۷۔عمرو بن سراقہ رضی اللہ عنہ
۵۸۔عبداللہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ
۵۹۔واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۶۰۔خولیٰ بن ابی خولیٰ رضی اللہ عنہ
۶۱۔مالک بن ابی خولیٰ رضی اللہ عنہ
۶۲۔عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
۶۳۔عامر بن بکیر رضی اللہ عنہ
۶۴۔عاقل بن بکیر رضی اللہ عنہ
۶۵۔خالد بن بکیر رضی اللہ عنہ
۶۶۔ایاس بن بکیر رضی اللہ عنہ
۶۷۔سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ
۶۸۔عثمان بن مظعون جمحی رضی اللہ عنہ
۶۹۔سائب بن عثمان رضی اللہ عنہ
۷۰۔قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ
۷۱۔عبداللہ بن مظعون رضی اللہ عنہ
۷۲۔معمر بن حارث رضی اللہ عنہ
۷۳۔خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ
۷۴۔ابوسبرۃ بن ابی رہم رضی اللہ عنہ
۷۵۔عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ
۷۶۔عبداللہ بن سہل بن عمرو رضی اللہ عنہ
۷۷۔عمیر بن عوف مولیٰ سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ
۷۸۔سعد بن خولۃ رضی اللہ عنہ
۷۹۔ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ
۸۰۔عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ
۸۱۔سہیل بن وہب رضی اللہ عنہ
۸۲۔صفوان بن وہب رضی اللہ عنہ
۸۳۔عمرو بن ابی سرح رضی اللہ عنہ
۸۴۔وہب بن سعد رضی اللہ عنہ
۸۵۔حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ
۸۶۔عیاض بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ
۸۷۔سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

اسمائے گرامی حضرات بدریین انصار رضی اللہ عنہم اجمعین:

۸۸۔عمرو بن معاذ رضی اللہ عنہ
۸۹۔حارث بن اوس بن معاذ رضی اللہ عنہ
۹۰۔حارث بن انس رضی اللہ عنہ
۹۱۔سعد بن زید رضی اللہ عنہ
۹۲۔سلمہ بن سلامۃ بن وقش رضی اللہ عنہ
۹۳۔عباد بن بشر بن وقش رضی اللہ عنہ
۹۴۔سلمہ بن ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ
۹۵۔رافع بن یزید رضی اللہ عنہ

Marfat.com

۹۶۔حارث بن خزمہ رضی اللہ عنہ

۹۷۔محمد بن مسلمۃ رضی اللہ عنہ

۹۸۔سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ

۹۹۔ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ

۱۰۰۔عبید بن التیہان رضی اللہ عنہ

۱۰۱۔عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ

۱۰۲۔قتادۃ بن النعمان رضی اللہ عنہ

۱۰۳۔عبید بن اوس رضی اللہ عنہ

۱۰۴۔نصر بن الحارث رضی اللہ عنہ

۱۰۵۔معتب بن عبید رضی اللہ عنہ

۱۰۶۔عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ

۱۰۷۔مسعود بن سعد رضی اللہ عنہ

۱۰۸۔ابوعبس بن جبیر رضی اللہ عنہ

۱۰۹۔ابوبردہ ہانی بن نیار رضی اللہ عنہ

۱۱۰۔عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ

۱۱۱۔معتب بن قشیر رضی اللہ عنہ

۱۱۲۔عمرو بن معبد رضی اللہ عنہ

۱۱۳۔سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ

۱۱۴۔مبشر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ

۱۱۵۔سعد بن عبید بن النعمان رضی اللہ عنہ

۱۱۶۔سعد بن عبید النعمان رضی اللہ عنہ

۱۱۷۔عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ

۱۱۸۔رافع بن عنجدہ رضی اللہ عنہ

۱۱۹۔عبید بن ابی عبید رضی اللہ عنہ

۱۲۰۔ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ

۱۲۱۔ابولبابۃ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ

۱۲۲۔حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ

۱۲۳۔حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ

۱۲۴۔عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ

۱۲۵۔انیس بن قتادہ رضی اللہ عنہ

۱۲۶۔معن بن عدی رضی اللہ عنہ

۱۲۷۔ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ

۱۲۸۔عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ

۱۲۹۔زید بن اسلم رضی اللہ عنہ

۱۳۰۔ربعی بن رافع رضی اللہ عنہ

۱۳۱۔عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ

۱۳۲۔عاصم بن قیس رضی اللہ عنہ

۱۳۳۔ابوضیاح بن ثابت رضی اللہ عنہ

۱۳۴۔ابوحنۃ بن ثابت رضی اللہ عنہ

۱۳۵۔سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ

۱۳۶۔حارث بن النعمان رضی اللہ عنہ

۱۳۷۔خوات بن جبیر بن النعمان رضی اللہ عنہ

Marfat.com

۱۳۸۔منذر محمد رضی اللہ عنہ
۱۳۹۔ابو عقیل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۱۴۰۔سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ
۱۴۱۔منذر بن قدامۃ رضی اللہ عنہ
۱۴۲۔مالک بن قدامۃ رضی اللہ عنہ
۱۴۳۔حارث بن عرفجہ رضی اللہ عنہ
۱۴۴۔تمیم مولی سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ
۱۴۵۔جعبر بن عتیک رضی اللہ عنہ
۱۴۶۔مالک بن نمیلہ رضی اللہ عنہ
۱۴۷۔نعمان بن عصر رضی اللہ عنہ
۱۴۸۔خارجۃ بن زید رضی اللہ عنہ
۱۴۹۔سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ
۱۵۰۔عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ
۱۵۱۔خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ
۱۵۲۔بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ
۱۵۳۔سماک بن سعد رضی اللہ عنہ
۱۵۴۔سبیع بن قیس رضی اللہ عنہ
۱۵۵۔عباد بن قیس رضی اللہ عنہ
۱۵۶۔عبداللہ بن عبس رضی اللہ عنہ
۱۵۷۔یزید بن حارث رضی اللہ عنہ
۱۵۸۔خبیب بن اساف رضی اللہ عنہ
۱۵۹۔عبداللہ بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
۱۶۰۔حریث بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
۱۶۱۔سفیان بن بشر رضی اللہ عنہ
۱۶۲۔تمیم بن یعار رضی اللہ عنہ
۱۶۳۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۱۶۴۔زید بن المزین رضی اللہ عنہ
۱۶۵۔عبداللہ بن عرفطہ رضی اللہ عنہ
۱۶۶۔عبداللہ بن ربیع رضی اللہ عنہ
۱۶۷۔عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ
۱۶۸۔اوس بن خولی رضی اللہ عنہ
۱۶۹۔زید بن ودیعہ رضی اللہ عنہ
۱۷۰۔عقبہ بن وہب رضی اللہ عنہ
۱۷۱۔رفاعہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
۱۷۲۔عامر بن سلمہ رضی اللہ عنہ
۱۷۳۔معبد بن عباد رضی اللہ عنہ
۱۷۴۔عامر بن البکیر رضی اللہ عنہ
۱۷۵۔نوفل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۱۷۶۔عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ
۱۷۷۔اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ
۱۷۸۔نعمان بن مالک رضی اللہ عنہ
۱۷۹۔ثابت بن ہزال رضی اللہ عنہ

Marfat.com

۱۸۰۔ مالک بن دعشم رضی اللہ عنہ

۱۸۱۔ ربیع بن ایاس رضی اللہ عنہ

۱۸۲۔ ورقہ بن ایاس رضی اللہ عنہ

۱۸۳۔ عمرو بن ایاس رضی اللہ عنہ

۱۸۴۔ مجذر بن زیاد رضی اللہ عنہ

۱۸۵۔ عباد بن خشخاش رضی اللہ عنہ

۱۸۶۔ نحاب بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ

۱۸۷۔ عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ

۱۸۸۔ عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

۱۸۹۔ ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ

۱۹۰۔ منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ

۱۹۱۔ ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

۱۹۲۔ مالک بن مسعود رضی اللہ عنہ

۱۹۳۔ عبدربہ بن حق رضی اللہ عنہ

۱۹۴۔ کعب بن جماز رضی اللہ عنہ

۱۹۵۔ ضمرۃ بن عمرو رضی اللہ عنہ

۱۹۶۔ زیاد بن عمرو رضی اللہ عنہ

۱۹۷۔ بسبس بن عمرو رضی اللہ عنہ

۱۹۸۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ

۱۹۹۔ قراش بن مہ رضی اللہ عنہ

۲۰۰۔ حباب بن منذر رضی اللہ عنہ

۲۰۱۔ عمیر بن الحمام رضی اللہ عنہ

۲۰۲۔ تمیم مولیٰ خراش رضی اللہ عنہ

۲۰۳۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ

۲۰۴۔ معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ

۲۰۵۔ معوذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ

۲۰۶۔ خلاد بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ

۲۰۷۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

۲۰۸۔ حبیب بن اسود رضی اللہ عنہ

۲۰۹۔ ثابت بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ

۲۱۰۔ عمیر بن الحارث رضی اللہ عنہ

۲۱۱۔ بشر بن البراء رضی اللہ عنہ

۲۱۲۔ طفیل بن مالک رضی اللہ عنہ

۲۱۳۔ طفیل بن النعمان رضی اللہ عنہ

۲۱۴۔ سنان بن صیفی رضی اللہ عنہ

۲۱۵۔ عبداللہ بن جذ بن قیس رضی اللہ عنہ

۲۱۶۔ عتبہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

۲۱۷۔ جبار بن صخر رضی اللہ عنہ

۲۱۸۔ خارجہ بن حمیر رضی اللہ عنہ

۲۱۹۔ عبداللہ بن حمیر رضی اللہ عنہ

۲۲۰۔ یزید بن المنذر رضی اللہ عنہ

۲۲۱۔ معقل بن المنذر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

۲۲۲۔عبداللہ بن النعمان رضی اللہ عنہ
۲۲۳۔ضحاک بن حارثہ رضی اللہ عنہ
۲۲۴۔سعد بن زریق رضی اللہ عنہ
۲۲۵۔معبد بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۲۶۔عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۲۷۔عبداللہ بن مناف رضی اللہ عنہ
۲۲۸۔جابر بن عبداللہ بن ریاب رضی اللہ عنہ
۲۲۹۔خلید بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۳۰۔نعمان بن سنان رضی اللہ عنہ
۲۳۱۔ابوالمنذر یزید بن عامر رضی اللہ عنہ
۲۳۲۔سلیم بن عمرو رضی اللہ عنہ
۲۳۳۔قطبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ
۲۳۴۔عشیرہ مولی سلیم بن عمرو رضی اللہ عنہ
۲۳۵۔عیس بن عامر رضی اللہ عنہ
۲۳۶۔ثعلبہ بن عنمہ رضی اللہ عنہ
۲۳۷۔ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ
۲۳۸۔سہل بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۳۹۔عمرو بن طلق رضی اللہ عنہ
۲۴۰۔معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
۲۴۱۔قیس بن محصن رضی اللہ عنہ
۲۴۲۔حارث بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۴۳۔حبیر بن ایاس رضی اللہ عنہ
۲۴۴۔سعد بن عثمان رضی اللہ عنہ
۲۴۵۔عقبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ
۲۴۶۔ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ
۲۴۷۔مسعود بن خلدہ رضی اللہ عنہ
۲۴۸۔عباد بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۴۹۔اسعد بن یزید رضی اللہ عنہ
۲۵۰۔فاکہ بن بشیر رضی اللہ عنہ
۲۵۱۔معاذ بن ماعص رضی اللہ عنہ
۲۵۲۔عائذ بن ماعص رضی اللہ عنہ
۲۵۳۔مسعود بن سعد رضی اللہ عنہ
۲۵۴۔رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ
۲۵۵۔خلاد بن رافع رضی اللہ عنہ
۲۵۶۔عبید بن زید رضی اللہ عنہ
۲۵۷۔زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ
۲۵۸۔فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
۲۵۹۔خالد بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۶۰۔جبلہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
۲۶۱۔عطیہ بن نویرہ رضی اللہ عنہ
۲۶۲۔خلیفہ بن عدی رضی اللہ عنہ
۲۶۳۔غمارۃ خرم رضی اللہ عنہ

Marfat.com

۲۶۴۔سراقہ بن کعب رضی اللہ عنہ
۲۶۵۔حارثہ بن النعمان رضی اللہ عنہ
۲۶۶۔سلیم بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۶۷۔سہیل بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۶۸۔عدی بن زغبار رضی اللہ عنہ
۲۶۹۔مسعود بن اوس رضی اللہ عنہ
۲۷۰۔ابوخزیمہ بن اوس رضی اللہ عنہ
۲۷۱۔رافع بن حارث رضی اللہ عنہ
۲۷۲۔عوف بن حارث رضی اللہ عنہ
۲۷۳۔معوذ بن حارث رضی اللہ عنہ
۲۷۴۔معاذ بن حارث رضی اللہ عنہ
۲۷۵۔نعمان بن عمر رضی اللہ عنہ
۲۷۶۔عامر بن مخلد رضی اللہ عنہ
۲۷۷۔عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۷۸۔عصیمہ اشجعی رضی اللہ عنہ
۲۷۹۔ودیقہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۲۸۰۔ابوالحمراء مولیٰ حارث بن عفراء رضی اللہ عنہ
۲۸۱۔ثعلبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
۲۸۲۔سہیل بن عتیک رضی اللہ عنہ
۲۸۳۔حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ
۲۸۴۔ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
۲۸۵۔انس بن معاذ رضی اللہ عنہ
۲۸۶۔اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ
۲۸۷۔ابوشیخ ابی بن ثابت رضی اللہ عنہ
۲۸۸۔ابوطلحہ زید بن سہل رضی اللہ عنہ
۲۸۹۔حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ
۲۹۰۔عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
۲۹۱۔سلیط بن قیس رضی اللہ عنہ
۲۹۲۔ابوسلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ
۲۹۳۔ثابت بن خنساء رضی اللہ عنہ
۲۹۴۔عامر بن امیہ رضی اللہ عنہ
۲۹۵۔محرز بن عامر رضی اللہ عنہ
۲۹۶۔سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ
۲۹۷۔ابوزید قیس بن سکن رضی اللہ عنہ
۲۹۸۔ابوالاعور بن حارث رضی اللہ عنہ
۲۹۹۔سلیم بن ملحان رضی اللہ عنہ
۳۰۰۔حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ
۳۰۱۔قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ
۳۰۲۔عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ
۳۰۳۔عصیمہ اسدی رضی اللہ عنہ
۳۰۴۔ابوداؤد عمیر بن عامر رضی اللہ عنہ
۳۰۵۔سراقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

Marfat.com

۳۰۶۔قیس بن مخلد
۳۰۷۔نعمان بن عبد عمرو رضی اللہ عنہ
۳۰۸۔حماک بن عبد عمرو رضی اللہ عنہ
۳۰۹۔سلیم بن حارث رضی اللہ عنہ
۳۱۰۔جابر بن خالد رضی اللہ عنہ
۳۱۱۔سعد بن سہیل رضی اللہ عنہ
۳۱۲۔کعب بن زید رضی اللہ عنہ
۳۱۳۔بحیرہ بن ابی بحیرہ رضی اللہ عنہ
۳۱۴۔عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ
۳۱۵۔ملیل بن دبرہ رضی اللہ عنہ
۳۱۶۔عصمہ بن الحصین رضی اللہ عنہ
۳۱۷۔بلال بن المعلی رضی اللہ عنہ

عہد فاروقی میں ابن مسعود کا وظیفہ چھ ہزار درہم سالانہ مقرر تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وصال

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ۳۲ء یا ۳۳ء میں مدینہ میں وفات پائی۔حارث بن سوید ان کی تیمارداری کرنے آئے تو ان کو یہ فرمان رسول سنایا، اللہ اپنے بندۂ مومن کی توبہ سے اس مسافر کی خوشی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جسے آخری وقت میں اپنی کھوئی ہوئی سواری اور زادراہ واپس مل جائے۔(مسلم:۷۰۵۵)

بستر مرگ پر تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عیادت کے لیے آئے اور پوچھا، کیا تکلیف محسوس کر رہے ہیں؟ کہا، اپنے گناہوں کا درد ہو رہا ہے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سوال کیا، کیا آرزو ہے؟ اپنے رب کی رحمت کی تمنا ہے۔انھوں نے کہا، میں آپ کے لیے طبیب کا بندوبست کرنے کا حکم دیتا ہوں۔جواب ملا، طبیب ہی نے مجھے بیمار کیا ہے۔پھر انھوں نے کچھ مال و دولت عطیہ کرنے کی پیش کش کی تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھے اس کی حاجت نہیں۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ آپ کی بیٹیوں کے کام آئے گا۔جواب دیا، کیا آپ میری بیٹیوں پر غربت آنے کا اندیشہ رکھتے ہیں؟ میں نے انھیں نصیحت کر رکھی ہے کہ ہر رات کو سورۂ واقعہ کی تلاوت کریں۔میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے، ''جو ہر شب سورۂ واقعہ کی تلاوت کرے گا اس پر کبھی فاقہ نہ آئے گا۔'' حضرت

Marfat.com

عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس لیے کی، کیونکہ انھوں نے دوسال سے ان کا وظیفہ بند کر رکھا تھا۔ان کی وفات کے بعد حضرت زبیر بن عوام حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہا، عبداللہ کے وارث وظیفے کی رقم پر زیادہ حق رکھتے ہیں۔تب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پندرہ ہزار درہم دیے۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خلیفۂ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور کوفہ کے کئی مال داروں نے سرکاری وظیفہ لینا ازخود بند کر دیا تھا۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ بغداد کے نواح میں واقع راذان کی جائیداد پر گزارا کرتے رہے۔وفات کے وقت ان کے پاس نوے ہزار مثقال سونا تھا،گھریلو سامان، غلام اور مویشی ان کے علاوہ تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔آخری آرام گاہ جنت البقیع میں ہے۔عمر چھیاسٹھ برس ہوئی۔ایک شاذ روایت کے مطابق انتقال کوفہ میں ہوا۔ایک دوسری روایت کے مطابق نماز جنازہ زبیر بن عوام نے پڑھائی اور تدفین ان کی وصیت کے مطابق رات کے وقت جنت البقیع میں کی گئی۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تدفین کا علم نہ ہوسکا تو وہ زبیر پر ناراض ہوئے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بسملہ سے ابتدا کر کے وصیت لکھنا شروع کی۔حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو اپنا وصی بنایا اور کہا، یہ دونوں میرے ترکہ کے بارے میں جو فیصلہ کریں گے روا ہوگا۔میری بیٹیاں ان کی مرضی ہی سے نکاح کر سکیں گی،میری بیوہ زینب کو نہ روکا جائے۔

(مستدرک حاکم،رقم ۵۳۷۳)

فلاں غلام پانسو درہم ادا کرنے کے بعد آزاد ہو جائے گا۔دوسو درہم کا کفن پہنایا جائے اور عثمان بن مظعون کی قبر کے پاس دفنایا جائے۔

Marfat.com

فقیہ امت کی احتیاط

حضرت عبداللہ بن مسعود انتہائی احتیاط سے اس خوف کے ساتھ فرمان نبوی سناتے کہ کہیں غلط بات منہ سے نہ نکل جائے۔حدیث روایت کرتے ہوئے ان پر لرزہ طاری ہو جاتا اور پیشانی پسینے سے تر ہوجاتی۔(مستدرک حاکم،رقم ۵۳۷۴) کہتے ،شیطان انسانی صورت دھار لیتا ہے اور لوگوں کو جھوٹی باتیں بتاتا ہے۔پھر سننے والا کہتا ہے، میں نے ایک شخص سے سنا ہے جس کا چہرہ تو یاد ہے لیکن نام نہیں آتا۔(مسلم:۱۸)

حضرت عمرو بن میمون کہتے ہیں، میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سال تک جاتا رہا،اس پورے عرصہ میں انھوں نے محض ایک بار'قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' کہا۔تب کرب کی وجہ سے ان کے ماتھے سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ان کے شاگرد علقمہ بتاتے ہیں، ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کی شام کھڑے ہو کر وعظ کرتے۔میں نے انھیں صرف ایک دفعہ'قال رسول اللہ' کہتے سنا، دیکھا کہ جس عصا سے وہ ٹیک لگائے کھڑے تھے ،لڑکھڑا رہا تھا۔اس کے باوجود تاریخ اسلامی کے کئی اہم واقعات مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر معراج ان کے روایت کردہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے چار سو اڑتالیس احادیث مروی ہیں۔ان میں ایک سو بیس صرف بخاری میں اور پینتیس صرف مسلم میں ہیں جب کہ چونسٹھ احادیث متفق علیہ ہیں،یعنی بخاری و مسلم دونوں میں بیان ہوئی ہیں۔مکررات شامل کر کے باقی کتب حدیث میں شامل مرویات کی کل تعداد آٹھ سو چالیس ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،حضرت عمر رضی اللہ عنہ ،حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والوں میں شامل ہیں، ان کے بیٹے، عبدالرحمان اور

Marfat.com

ابوعبیدہ، ان کے بھتیجے عبداللہ بن عتبہ، ان کی اہلیہ زینب ثقفیہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت ابورافع، حضرت ابوشریح خزاعی، حضرت ابوسعید خدری، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت انس، حضرت ابوجحیفہ، حضرت ابوامامہ، حضرت ابوطفیل، حضرت عمران بن حصین، حضرت عمرو بن حارث، حضرت حجاج بن مالک، حضرت عبداللہ بن حارث، حضرت ابوہریرہ، حضرت کلثوم بن مصطلق اور حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہم۔ تابعین میں سے حضرت علقمہ، حضرت اسود، حضرت مسروق، حضرت ربیع بن خثیم، حضرت قاضی شریح، حضرت ابووائل شقیق، حضرت زید بن وہب، حضرت احنف بن قیس، حضرت زر بن حبیش، حضرت ابوعمرو شیبانی، حضرت عبیدہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن شداد، حضرت عمرو بن میمون، حضرت عمرو بن شرحبیل، حضرت مالک بن ابوعامر، حضرت مستورد بن احنف، حضرت ابواسود دؤلی، حضرت عبدالرحمان بن ابولیلیٰ، حضرت قیس بن ابوحازم، حضرت ابوعثمان نہدی، حضرت حارث بن سوید، حضرت عوف بن مالک، حضرت کمیل بن زیاد اور حضرت ربعی بن خراش رضی اللہ عنہم۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو صادق اور مصدوق ہیں کہ تم میں سے ہر ایک کا مادہ پیدائش (نطفہ) اپنی والدہ کے بطن میں جمع رہتا ہے پھر چالیس دن خون کی بوند رہتا ہے پھر اتنے ہی دنوں تک مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) کی شکل میں رکھا جاتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے اور چار باتوں کا حکم دیتا ہے یعنی اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل، رزق، موت اور شقی ہے یا سعید یہ چار باتیں لکھ دے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے پس کوئی تم میں سے نیک عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو قسم کا لکھا اس پر غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جہنم جیسے کام کرنے شروع کر دیتا ہے اور کوئی

Marfat.com

دوزخیوں والے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے لیکن نوشتہ تقدیر اس پر غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جنت جیسے عمل کرنے شروع کر دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک غار میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے تو سورت مرسلات نازل ہوئی تو ہم اس سورت کو آپ ﷺ کی زبان مبارک سے سیکھنے لگے تو ایک سانپ اپنے بل سے نکلا ہم اسے مارنے کے لئے دوڑے لیکن وہ ہم پر سبقت لے کر اپنے بل میں داخل ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ تمہارے شر سے بچ گیا جس طرح تم اس کے شر سے بچ گئے ہو۔

اسرائیل از اعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم آپ ﷺ کی زبان مبارک سے تروتازہ سیکھ رہے تھے۔ اسرائیل کی متابعت ابوعوانہ نے کی انہوں نے مغیرہ سے روایت کی ہے۔ حفص، ابومعاویہ، سلیمان بن قرم نے اعمش سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے اسود سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی ''وہ جو ایمان لائے اور نہ ملایا انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے (الانعام: ۸۲) تو ہم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کون شخص ہے جو اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح نہیں ہے جس طرح تم کہہ رہے ہو ''وہ جو ایمان لائے اور نہ ملایا انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے'' کیا تم نے حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو یہ نصیحت نہیں سنی۔ اے میرے بیٹے! اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔

(لقمان: ۱۳)

Marfat.com

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی آدمی کو ایک آیت پڑھتے سنا اور وہ آیت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی سنی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے خلاف پڑھی تھی میں اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ واقعہ عرض کیا تو میں نے دیکھا کہ آپ کے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور پر ناپسندیدگی کے آثار ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں صحیح ہو لیکن آپس میں اختلاف نہ کرنا کیونکہ تم سے پہلے اختلاف کے باعث ہلاک ہو گئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ ادا کرنے کے لئے (مکہ) گئے تو وہ (مکہ میں) امیہ بن حلف ابو صفوان کے ہاں ٹھہرے اور امیہ جب شام کی طرف جاتا تو وہ مدینہ سے گزرتا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرتا تھا۔ تو امیہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا انتظار کریں یہاں تک کہ دوپہر ہو جائے اور لوگ غافل ہو جائیں اس وقت طواف کعبہ کر لیں سو جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ طواف کعبہ کر رہے تھے تو ابو جہل آ گیا تو اس نے کہا کہ کون ہے جو کعبہ کا طواف کر رہا ہے پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں سعد ہوں۔ ابو جہل نے کہا کہ تم اطمینان سے کعبہ کا طواف کر رہے ہو درآں حالانکہ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصحاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پناہ دی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں (ہم نے پناہ دی ہے) پس وہ دونوں باآواز بلند بحث کرنے لگے، تو امیہ نے کہا حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہ ابو الحکم (ابو جہل) کے سامنے اپنی آواز بلند نہ کریں کیونکہ یہ اہل وادی کا سردار ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ اگر تم نے مجھے کعبۃ اللہ کا طواف کرنے سے روکا تو میں تمہارا شام کا تجارتی سفر ختم کر دوں گا۔ پس امیہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہتا رہا کہ اپنی آواز بلند نہ کریں اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کو روکتا رہا پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے امیہ سے کہا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ وہ خیال فرماتے ہیں کہ وہ تجھے (امیہ) کو قتل کر دیں گے۔ امیہ نے کیا مجھے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے فرمایا ہاں (تمہیں) امیہ نے کہا اللہ کی قسم محمد ﷺ جب بھی بات کرتے ہیں تو آپ ﷺ جھوٹ نہیں بولتے پس وہ امیہ اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس کو کہا کہ کیا تو جانتی ہے جو میرے یثربی بھائی نے مجھ سے کہا ہے؟ تو امیہ کی بیوی نے کہا کہ اس نے کیا کہا امیہ نے کہا کہ ان کا خیال ہے کہ انہوں نے محمد ﷺ سے سنا کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ مجھے (امیہ) کو قتل کردیں گے تو امیہ کی بیوی نے کہا اللہ کی قسم محمد ﷺ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی حدیث کہتے ہیں کہ جب یہ لوگ وادی بدر کی طرف نکلے اور کسی پکارنے والے نے پکارا تو امیہ کی بیوی نے امیہ کو کہا کیا تم کو وہ یاد ہے جو تمہارے یثربی بھائی نے تم سے کہا تھا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس (امیہ) نے ارادہ کیا کہ وہ نہ نکلے پس امیہ سے ابوجہل نے کہا بے شک تو اس وادی کے سرداروں سے ہے تو ایک یا دو دن کے لئے ہمارے ساتھ چل پس وہ چلا دو دن ان کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کردیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چاند شق ہوکر دو ٹکڑے ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ گواہ ہوجاؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو معراج کرائی گئی تو آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ پر لے جایا گیا اور سدرہ چھٹے آسمان پر ہے، زمین سے اوپر جانے والی چیزیں سدرہ پر جاکر رک جاتی ہیں پھر انہیں وصول کیا جاتا ہے اور اوپر سے نیچے آنے والی چیزیں اس تک آکر رک جاتی ہیں پھر انہیں وصول کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سدرہ کو ڈھانپ لیا جس چیز نے ڈھانپ لیا یعنی سونے کے پروانوں نے حضرت عبداللہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کو تین چیزیں دی گئیں۔ پانچ نمازیں، سورت بقرہ کا آخری حصہ اور شرک کے سوا آپ ﷺ کی امت کے لئے تمام گناہوں کی معافی۔ (مسلم، سنن نسائی: ۴۵۴)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے، انہوں نے کہا کہ وہ امیہ بن خلف کے (جاہلیت کے زمانے سے) دوست تھے اور جب بھی امیہ مدینہ سے گزرتا تو ان کے یہاں قیام کرتا تھا۔ اسی طرح حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب مکہ سے گزرتے تو امیہ کے یہاں قیام کرتے۔ جب مکہ مکرمہ میں امیہ کے پاس ٹھہرے تو انہوں نے امیہ سے فرمایا مجھے تنہائی کا ایسا وقت بتاؤ کہ بیت اللہ کا طواف کرسکوں تو یہ اس کے ساتھ دوپہر کے وقت نکلے تو ان دونوں کو ابوجہل مل گیا اور کہنے لگا اے ابوصفوان (امیہ) یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ امیہ نے جواب دیا کہ یہ سعد ہیں تو ابوجہل نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بڑے اطمینان سے کعبۃ اللہ کا طواف کررہے ہو حالانکہ تم لوگوں نے دین سے پھرنے والوں کو پناہ دے رکھی ہے جب کہ تمہارا خیال ہے کہ تم ان کی مدد اور اعانت کررہے ہو خدا کی قسم اگر تمہارے ساتھ ابوصفوان (امیہ) نہ ہوتا تو تم اپنے اہل وعیال کی جانب صحیح وسالم لوٹ کر نہ جاسکتے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے جواب دیا اللہ کی قسم اگر تو مجھے طواف کرنے سے روکے گا تو میں تجھے ایسی چیز سے روک دوں گا جو تجھ پر اس سے بھی گراں گزرے گی یعنی مدینہ کے راستے شام کی طرف تجارت امیہ نے ان سے کہا اے سعد! ابوالحکم کے سامنے آواز بلند نہ کرو یہ وادی کے سردار ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیہ! زیادہ حمایت نہ کرو اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ تمہیں قتل کریں گے پوچھا کیا مکہ میں؟ جواب دیا میں اور کچھ نہیں جانتا امیہ اس خبر سے بڑا خوفزدہ ہوا اور اپنی بیوی سے جا کر کہنے لگا اے ام صفوان! تمہیں معلوم ہے کہ سعد نے میرے متعلق کیا کہا ہے؟ اس نے پوچھا بتاؤ تو سہی انہوں نے تمہارے متعلق کیا کہا؟ اس نے بتایا کہ وہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ نے مسلمانوں کو خبر دی ہے کہ وہ مجھے قتل کریں گے میں نے ان سے پوچھا کیا مکہ مکرمہ میں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اور کچھ معلوم نہیں اس

Marfat.com

پر امیہ کہنے لگا خدا کی قسم میں کبھی مکہ سے باہر نہیں نکلوں گا جب جنگ بدر کا موقع آیا تو ابو جہل نے لوگوں سے کہا لڑائی کے لئے نکلو اور اپنے قافلے کو بچاؤ لیکن امیہ نے نکلنا پسند نہ کیا پس ابو جہل اس کے پاس آکر کہنے لگا اے ابو صفوان! جب تک لوگ تمہیں پیچھے رکا ہوا دیکھیں گے تو وہ بھی رکے رہیں گے کیونکہ تم وادی کے سردار ہو ابو جہل برابر اصرار کرتا رہا تو اس نے کہا جب تم نے مجھے مجبور کر دیا تو خدا کی قسم میں ایسا تیز رفتار اونٹ خریدوں گا (بھاگنے میں) جس کا کوئی جواب نہ ہو پھر امیہ نے کہا اے ام صفوان! میرے لئے سامان سفر تیار کر دو وہ کہنے لگی اے ابو صفوان! معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں اپنی یثربی (مدنی) بھائی کی بات یاد نہیں ہے اس نے جواب دیا میں وہ بات بھولا نہیں بلکہ صرف تھوڑی دور تک ان کا ساتھ دینے جا رہا ہوں جب امیہ نکل گیا تو ہر منزل پر اونٹ پیچھے باندھتا اور برابر اسی طرح کرتا رہا یہاں تک کہ میدان میں بدر میں جا پہنچا جہاں اللہ تعالیٰ نے اسے قتل کروا دیا۔

حضرت طارق بن شہاب ۔ ں اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مقدار بن اسود کا ایک ایسا فعل دیکھا کہ اگر وہ مجھے حاصل ہو تو میں اسے دنیا کی ہر نعمت سے عزیز تر سمجھتا بات یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ کافروں سے لڑنے کے لئے مسلمانوں کو بلا رہے تھے تو انہوں نے عرض کی: ہم ہرگز وہ بات نہیں کہیں گے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی کہ تم اور تمہارا رب دونوں جا کر لڑو بلکہ ہم اپ ﷺ کے دائیں بائیں آگے پیچھے پروانہ وار لڑیں گے پس میں نے دیکھا کہ ان کی بات سن کر نبی کریم ﷺ کا چہرہ دمک اٹھا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قبلہ رو ہو کر قریش کے کچھ افراد (سرداروں) کی ہلاکت کے لئے دعا کی یعنی شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ اور ابو جہل بن ہشام کے لئے پس اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر کہتا

Marfat.com

ہوں کہ میں نے میدان بدر کے اندر پڑے ہوئے دیکھا کہ دھوپ سے ان کی لاشیں پھول گئی تھیں اور وہ گرم ترین دن تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی تو ابراہیم نے کہا نہیں معلوم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز کی چار رکعتیں پڑھیں یا پانچ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا نماز کے متعلق کوئی نیا حکم آیا ہے۔ فرمایا کیا ہوا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنی اتنی رکعتیں پڑھی ہیں یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پاؤں پھیرے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دو سجدہ سہو کیے اور سلام پھیر کر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا نماز کے متعلق کوئی نیا حکم آتا تو تمھیں خبردار کرتا لیکن میں بھی تمہاری طرح ایک آدمی ہوں بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو جب میں بھول جاؤں تو یاد دلا دیا کرو۔ اور جب کوئی تم میں اپنی نماز میں شک کرے تو ٹھیک بات سوچ لے پھر اسی کے مطابق اپنی نماز پوری کرے پھر سلام پھیر لے اور دو سجدہ سہو کرے۔

(بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے جھوٹی قسم کھائی تا کہ اس قسم کے ذریعے کسی کا مال ہضم کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا، پس اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی "بے شک جو لوگ خریدتے ہیں اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت یہ وہ (بدنصیب) ہیں کہ کچھ حصہ نہیں ان کے لئے آخرت میں" راوی نے بتایا کہ پس حضرت اشعث بن قیس آئے اور پوچھا تمہیں ابوعبید نے کیا حدیث بیان کی، ہم نے کہا کہ اس طرح اور اس طرح تو انہوں نے کہا کہ یہ آیت میرے بارے نازل ہوئی ہے انہوں نے کہا کہ میرے چچا زاد بھائی کی زمین میں میرا ایک کنواں تھا (ہم دونوں کا اس کے متعلق جھگڑا ہو گیا) تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم

Marfat.com

گواہ پیش کرو ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ تو قسم اٹھا لے گا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے حلف اٹھا کر از خود قسم اٹھائی تا کہ وہ اس کے ذریعے کسی مسلمان مرد کے مال پر قبضہ کرے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم ان دونوں کی پیروی جو میرے صحابہ میں سے ہیں اور میرے بعد خلیفہ ہوں گے، وہ ابوبکر اور عمر ہیں، عمار بن یاسر کی سیرت اور ان کی راہ روش اختیار کر کے سیدھی سچی راہ پر چلو اور ام عبد کے بیٹے (عبداللہ ابن مسعود) کے عہد کو مضبوط پکڑو اور ایک دوسری روایت میں، جو حضرت حذیفہ سے مروی ہے'' ام عبداللہ کے بیٹے کے عہد کو پکڑو'' کے بجائے یہ الفاظ ہیں کہ: ابن مسعود تم سے جو حدیث بیان کریں (اور دین کے احکام و مسائل سے متعلق جو بات بتائیں) اس میں ان کو راست گو جانو۔'' (ترمذی)

اور میرے بعد خلیفہ ہوں گے'' یہ ترجمہ حضرت شیخ عبدالحق کے ترجمہ کے مطابق ہے۔ جب کہ ملا علی قاری کے مطابق ترجمہ یوں ہونا چاہئے کہ: تم میری وفات کے بعد یا میری پیروی کے بعد ان دونوں کی پیروی کرو جو میرے صحابہ میں سے ہیں اور وہ ابوبکر و عمر ہیں پس نحوی اعتبار سے ابوبکر و عمر بدل یا بیان ہم الذین کا۔

''سیدھی سچی راہ پر چلو'' واضح ہو کر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے تعلق سے تو ''اقتدا'' کا لفظ لایا گیا ہے جب کہ حضرت عمار بن یاسر کے تعلق سے ''اہتدا'' کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے اقتداء میں اہتداء سے زیادہ عمومیت ہے بایں جہت کہ ''اقتداء'' میں قول اور فعل، دونوں کا لحاظ ہوتا ہے جب کہ ''اہتدا'' کا تعلق صرف فعل سے ہوتا ہے گویا اقتداء تو مطلق پیروی کرنے کو کہتے ہیں خواہ فعل میں ہو یا قول میں، اور اہتداء فقط فعل کی پیروی کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

حدیث کے ان الفاظ میں نہ صرف یہ کہ حضرت عمار بن یاسر کی فضیلت وکمال کو ذکر ہے کہ ان کا کوئی بھی فعل وعمل جادہ حق سے ہٹا ہوا نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ اس سے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا برحق اور مبنی برصداقت ہونا بھی ثابت ہوتا ہے، کیونکہ امیر المؤمنین حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان جو معرکہ آرائی پیش آئی تھی اس میں حضرت عمار سیدنا حضرت علی کے ساتھ تھے۔

''ام عبد کے بیٹے کے عہد'' میں ''عہد'' سے مراد قول اور وصیت ہے، یعنی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ دینی احکام ومسائل میں جو بات کہیں اور جو تلقین ووصیت کریں اس کو پلے باندھ لو اور اس پر پوری طرح عمل کرو، چنانچہ یہی وہ حکم رسول ہے جس کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے اپنی فقہ کی ایک مضبوط بنیاد بتایا ہے۔ استنباط مسائل میں حضرت امام اعظم، خلفاء اربعہ کے بعد تمام صحابہ میں سے سب سے زیادہ جس صحابی کی روایت اور قول کو اختیار کرتے ہیں وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی ہیں جس کے کمال فقاعت اور اخلاص وصیت میں کسی کو شبہ نہیں تو رپشتی نے بھی عہد کے تقریبا یہی معنی بیان کئے ہیں لیکن انہوں نے اپنے نزدیک اس بات کو اولی قرار دیا ہے کہ ''ام عبد کے عہد'' سے مراد ''خلافت'' کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے اور ان کا فیصلہ'' ہے گویا اس ارشاد رسالت کے ذریعہ امت کو ہدایت کی گئی کہ وصال نبوی کے بعد خلافت کے بارے میں عبداللہ ابن مسعود اپنی جس رائے اور جس فیصلہ کا اظہار کریں اسی سے تم سب لوگ رہنمائی حاصل کرو، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر کی خلافت کی حقانیت و صحت کی گواہی سب سے پہلے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی نے دی اور تمام اکابر صحابہ کی رائے اور مشورہ خلافت صدیق کے قیام میں شامل رہا، ان کی گواہی سب سے بڑی دلیل یہ تھی کہ استحقاق خلافت میں ہم اس ہستی کو پیچھے کیسے رکھ سکتے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے مرض وفات میں ہماری نماز کی امامت کے لئے) آگے کیا تھا یہ ممکن ہی

Marfat.com

نہیں کہ جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (امامت نماز کی صورت میں) ہمارے دینی پیشوائی کے لئے منتخب کیا تھا اس کو ہم (بصورت خلافت) اپنی دنیاوی قیادت کے لئے منتخب نہ کریں۔ اسی طرح کا مضمون سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے بھی منقول ہے، بہرحال حدیث کے اول اقتدوا بالذین من بعدای ابوبکر وعمر اور آخری جز تمسکو ابعبد ابن ام عبد کے درمیان جو مناسبت ہے اس کو تو تورپشتی کے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن دوسری روایت میں حضرت حذیفہ نے جو الفاظ نقل کئے ہیں ان سے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ ''عہد'' سے مراد ''قول اور وصیت'' ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آٹھ سو اڑتالیس احادیث منقول ہیں۔ بخاری و مسلم نے چونسٹھ احادیث بالاتفاق روایت کیں ہیں۔ بخاری اکیس احادیث کے روایت کرنے میں منفرد ہیں اور مسلم نے پینتیس احادیث روایت کیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن صفات سے متصف تھے مثلاً قدامت اسلام اور طویل صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضہ یہ تھا کہ وہ مذکورہ صدر احادیث سے زیادہ احادیث روایت کرتے۔ انہوں نے تمام عصر نبوت کو بچشم خود دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے بھرپور استفادہ کیا۔ وہ حدیثیں یاد کرنے کے حریص بھی تھے اس کے ساتھ ساتھ ان کا حافظہ بھی بہت قوی تھا۔ دنیوی ساز وسامان سے انہیں چنداں دلچسپی نہ تھی۔ مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ بہت کم عرصہ تک زندہ رہے اور جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدیثوں کی اشاعت کے لئے طویل مدت ملی تھی ان کو نہ مل سکی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انداز خطاب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اچھے خطیب تھے۔ ان کے خطبات عمدہ ادب کا نمونہ ہوتے، امثال کا خوب استعمال کرتے۔ خطبا کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، لوگوں سے اس

Marfat.com

طرح مخاطب ہو کہ وہ تم پر نظریں گاڑ دیں اور کان تمھاری طرف لگا دیں۔ حاضرین کی طرف سے عدم توجہی محسوس کرو تو بات ختم کر دو۔ ان کا ایک خطبہ نقل کیا جاتا ہے۔ ''سب سے سچا کلام اللہ کی کتاب، قرآن مجید ہے۔ بہترین زادراہ اور قابل اعتماد ترین شے تقویٰ ہے۔ بہترین ملت، ملت ابراہیمی ہے۔ بہترین طریقہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ بہترین ہدایت انبیا کی سجھائی ہوئی ہدایت ہے۔ بہترین گفتگو اللہ کا ذکر ہے۔ سب سے اعلیٰ بیان قرآن مجید ہے۔ بدترین کام ہیں جو کتاب وسنت کے بعد گھڑے جائیں۔ بہترین کام ہیں جو پختہ اور معتدل ہوں۔ جو کلام مختصر ہو اور وضاحت کا محتاج نہ ہو اس گفتگو سے کہیں بہتر ہے جو لمبی ہو اور ذہن کو منتشر کر دے۔ اپنے نفس پر کنٹرول کر کے کج روی سے بچ جاؤ تو یہ اس حکمرانی سے بہت بہتر ہے جس میں عدل و انصاف کرنا تمھارے بس سے باہر ہو۔ بہترین دولت دل کی بے نیازی ہے۔ دل میں جاگزیں ہونے کے لیے یقین ہی بہترین اثاثہ ہے۔ شراب گناہوں کا گٹھا ہے۔ عورتیں شیطان کے دام (پھندے) کا کام دیتی ہیں۔ جوانی ایک طرح کا جنون ہے۔ تھوڑے (نیک کام) پر اکتفا کر لینا عاجزی اور (نیکی سے) محرومی کی کلید بن جاتا ہے۔ ایسے لوگ (منافقین) بھی ہیں جو آخری وقت میں آ کر نماز (باجماعت یا نماز جمعہ) میں شامل ہوتے ہیں اور اللہ کو تھوڑا ہی (مثلاً قسمیں کھانے کے لیے) یاد کرتے ہیں۔ بدترین جرم جھوٹ کی عادی زبان رکھنا ہے۔ بین عمل جاہلیت ہے۔ مومن کو گالی دینا فسق و کج رائی، اس سے جنگ کرنا کفر اور غیبت کر کے اس کا گوشت کھانا معصیت ہے۔ جو لوگ اللہ کے بارے میں جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ یوں یا اس طرح کرے گا یا فلاں کو دوزخ میں ڈالے گا، اللہ اس کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیتا ہے۔ جو عفو و درگزر سے کام لیتا ہے، اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ نیکو کاروں کے دیوان میں لکھا ہے، جو معاف کرتا ہے، اس سے چشم پوشی کی جاتی ہے۔ بدبخت ہے جو ماں کے پیٹ ہی سے بدبختی ــ رآتا ہے۔ خوش قسمت ہے جو دوسروں کے انجام سے نصیحت پکڑتا

Marfat.com

ہے۔معاملات اپنے حتمی نتائج سے یادر کھے جاتے ہیں۔کسی کام کا خلاصہ یا نچوڑ اس کے انجام میں مضمر ہوتا ہے۔بدترین ملامت ہے جو موت آنے پر کی جائے۔بدترین ندامت ہے جو قیامت کے روز ہو۔بدترین گمراہی ہدایت پالینے کے بعد گمراہ ہونا ہے۔بہترین مال داری دل کی تونگری ہے۔بدترین کمائی سود سے حاصل ہونے والی کمائی ہے۔بدترین خوراک یتیم کا مال ہڑپ کرلینا ہے۔سب سے اعلیٰ موت شہادت پانا ہے۔جو مصیبت کا ادراک کر لیتا ہے، اسے صبر حاصل ہو جاتا ہے۔جو صعوبت کو سمجھ نہیں پاتا، کڑھتا رہتا ہے۔جو شیطان کا کہا مانتا ہے، اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔'' جو حضرات خطبے کے اصل عربی متن سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں البیان والتبیین ملاحظہ فرمائیں۔

کوفہ حدیث وفقہ کی تعلیم کا مرکز

کوفہ میں پندرہ سو صحابہ کی آمد ہوئی اس لیے یہ حدیث اور فقہ کی تعلیم کا اہم مرکز بن گیا۔خلیفہ چہارم سیدنا علی کی خلافت کے آخری چار سال کوفہ میں گزرے، ان کے فتووں کا اس شہر میں چرچا ہوا۔یہاں کے دوسرے بڑے فقیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہوئے۔ ان کے شاگرد حضرت علقمہ بن قیس کو فقہ کے کوفی مکتب فکر کا بانی سمجھا جاتا ہے، علقمہ کے شاگرد ابراہیم نخعی فقہ ابن مسعود سے مالا مال ہوئے پھر حماد بن ابوسلیمان نے ان سے یہ علم پایا۔اسی شہر میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جنم لیا، وہ اٹھارہ سال حماد کی تربیت میں رہے۔ انھیں زین العابدین رضی اللہ عنہ اور جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی تلمذ رہا۔خود فرماتے ہیں، میں نے چار فقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر، علی، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی فقہ الگ الگ ان کے شاگردوں سے سیکھی۔فقہ حنفی کس طرح وجود میں آیا، فقہاے حنفیہ کی وضع کردہ یہ تمثیل خوب وضاحت کرتی ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تخم ریزی سے یہ مکتب فقہ کاشت ہوا، علقمہ نے آب پاشی کر کے اسے سینچا، ابراہیم نخعی نے اس کی فصل کاٹی، حماد نے چھان

Marfat.com

پھٹک کر صاف کیا، امام ابوحنیفہ نے چکی میں پیس کر اسے غلہ کی شکل دی، امام ابو یوسف نے اس کا آٹا گوندھا اور آخر کار امام محمد نے اس کی روٹی پکائی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کاشت کردہ فصل سے پکی ہوئی یہی روٹی ہے جو فقہ حنفی کے پیروکار اب تک کھا رہے ہیں۔

''السنن الکبریٰ'' میں بیہقی نے اور ''تنقیح'' میں ابن عبدالہادی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کمزور حافظے کا ذکر کیا ہے۔ اہل حدیث علما نے اس نکتہ کو خوب اٹھایا ہے، ان کا خیال ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سوء حفظ کی وجہ سے اپنی روایات میں رفع یدین کا ذکر کرنا بھول گئے ہیں۔ ''فقیہ امت'' پر اس الزام کا غلط ہونا اس قدر واضح ہے کہ کسی تردید کی ضرورت نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب اشیاء سے محبت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیوض و برکات حاصل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ جس چیز کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہو جاتی وہ اسے دنیا و مافیہا سے عزیز تر جانتے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے عمل کے باعث صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں یہ شعور بیدار ہو گیا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار و تبرکات کو محفوظ رکھتے۔ ان کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے اور ان سے برکت حاصل کرتے۔ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے ادوار کے بعد نسل در نسل ہر زمانے میں اکابر ائمہ و مشائخ، علماء و محدثین کے علاوہ خلفاء و سلاطین بھی تبرکات و آثارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصی اہتمام کے ساتھ بڑے ادب و احترام سے محفوظ رکھتے اور اُن سے فیوض و برکات حاصل کرتے۔ خاص ایام پر بہت اہتمام کے ساتھ مسلمانوں کو ان کی زیارت کرائی جاتی، ان سے تبرک حاصل کیا جاتا، اور ان کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ آئندہ صفحات میں اسی حوالے سے صحابہ و تابعین اور ائمہ کے معمولات و مشاہدات کا ذکر کیا جائے گا۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو صاحب النعلین کا لقب حاصل ہے۔امام احمد مقری علیہ الرحمہ اسی صفحہ پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے متعلق رقم طراز ہیں کہ ایک جماعت جن میں ابن سعد بھی ہیں، نے روایت کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے کفش بردار اور دیگر اشیائے سنبھالنے اور اٹھانے والے تھے۔

جب نبی کریم ﷺ بیٹھتے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہو جاتے اور اپنے نعلین مبارک پاؤں سے اتار لیتے اور اپنی آستینوں میں چھپا لیتے اور جب آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے تو نعلین پہناتے اور آپکے ساتھ عصا پکڑ کر چلتے۔یہاں تک کہ آپ حجرہ مبارک میں داخل ہو جاتے۔(فتح المتعال فی مدح النعال مترجم ص ۱۷۱)

یوں تو خدمت اقدس میں عموماً صحابہ کرام حاضر رہا کرتے تھے مگر حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت انس اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم خاص نعلین شریفین کے خدمت گزار تھے۔

نعلین مصطفیٰ ﷺ

بڑے بڑے فضلاء نے نعلین شریفین کے نقش کی برکتوں کے بارے میں مستقل تالیفات کی ہیں۔ابو جعفر احمد بن عبدالمجید جو کہ اپنے زمانہ کے بڑے نیک بزرگ گزرے ہیں۔فرماتے ہیں۔میں نے ایک طالب علم کو نعلین شریفین کا نقشہ دیا۔ایک دن وہ آیا اس نے بتایا کہ میں نے کل رات اس نقش کی برکت کو خود ملاحظہ کیا۔میری بیوی کو شدید درد ہوا۔ قریب تھا کہ وہ جان دے دیتی۔میں نے اسی نعل شریف کا نقش اسی جگہ رکھا جہاں درد ہو رہا تھا۔میں نے عرض کی اللھم ارنی برکۃ صاحب ھذا النعل یا اللہ مجھے اس نعل شریف والے کی برکتیں عطا فرما تو اسی وقت وہ تندرست ہو گئی۔

امام ابو اسحاق سلمی الاندلسی جو ابن الحاج کے نام سے معروف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ابو القاسم بن محمد نے فرمایا کہ اس کی برکت تجربات سے پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے جو شخص اس سے تبرک حاصل کرنے کے لئے اسے پکڑتا ہے تو باغیوں کی بغاوت اور دشمنوں کے غلبہ

Marfat.com

پانے سے اس کو امان مل جاتی ہے۔ ہر سرکش شیطان کے شر سے اور ہر چشم بد کے اثر سے وہ محفوظ ہو جاتا ہے اور وہ عورت جسے زچگی کی تکلیف ہو اگر وہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ لے تو اس کی یہ تکلیف دور ہو جاتی ہے اور بچہ بفضلہٖ تعالیٰ آسانی سے ہو جاتا ہے۔

امام ابوبکر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تمثال کی برکات کے بارے میں پورا قصیدہ نقل کیا ہے۔ اس کے تین اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں:

نفعها على اعلى المفارق انها
حقيقتها تاج وصورتها نعل
باخمص خير الخلق حازت مزية
على التاج حتى باهت المفرق الرجل
شفاء لذى سقم رجاء لبآئس
امان لذى خوف كذا يحسب الفضل

اس کو اپنے سر کی چوٹیوں پر رکھو۔ حقیقت میں یہ تاج سلطانی ہے۔ اگرچہ اس کی صورت جوتے کی سی ہے، یہ وہ نعل شریف ہے جسے خیر الخلق کے پاؤں کے تلوے کے ساتھ لگنے سے تاج پر بھی فضیلت حاصل ہو گئی۔ یہاں تک کہ وہ پاؤں سروں پر فضیلت لے گئے۔ یہ بیماری کے لئے شفا کا پیغام ہے۔ مایوسی کے لئے امید کی کرن ہے۔ خوفزدہ کے لئے امان کا پیغام ہے اور اسی طرح اس نعلین شریفین کے نقش کے فضائل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ (ضیاء النبی)

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ القوی مدارج النبوت میں فرماتے ہیں کہ مواہب میں اس کا تجربہ لکھا ہے کہ مقام درد پر نعلین شریفین کا نقشہ رکھنے سے درد سے نجات ملتی ہے اور پاس رکھنے سے راہ میں لوٹ مار سے محافظت ہو جاتی ہے اور شیطان کے مکر و فریب سے امان میں رہتا ہے اور حاسد کے شر و فساد سے محفوظ رہتا ہے۔

Marfat.com

مسافت طے کرنے میں آسانی رہتی ہے اس کی تعریف و مدح اور اس کے فضائل میں قصیدے لکھے گئے ہیں۔(مدارج النبوت)

امام احمد مقری تلمسانی اس کے برکات وفوائد کے متعلق لکھتے ہیں۔یہ جس لشکر میں ہو، اس کو کبھی شکست نہ ہو جس قافلے میں ہو وہ قافلہ لوٹ مار سے محفوظ رہے جس گھر میں ہو وہ گھر جلنے سے محفوظ رہے گا جس سامان میں ہو وہ چوری ہونے سے محفوظ رہے گا۔جس کشتی میں ہو وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گی جو کوئی صاحب نقش نعل سے کسی حاجت میں توسط کرے وہ حاجت پوری ہو اور ہر مشکل آسان ہو۔(فتح المتعال فی مدح النعال)

عشق کا مسلمہ ضابطہ ہے کہ جس سے ہو جائے اس سے نسبت رکھنی والی ہر شے محبوب ہوتی ہے خواہ عشق حقیقی ہو یا مجازی۔یہی وجہ ہے کہ سرور دو عالم ﷺ سے عشق ومحبت کا دم بھرنے والے آپ ﷺ سے نسبت رکھنے والے شہر مقدس، آپ کے رفقاء یعنی صحابہ کرام، آپ کی آل پاک اور آپ کی سنن سے محبت ووارفتگی رکھتے ہیں۔آپ کے مبارک قدموں سے لگنے والے پاپوش یعنی نعلین مبارک ان کے سروں کا تاج ہے۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

جو سر پر رکھنے کو مل جائے نعلین پاک حضور ﷺ
تو پھر کہیں گے کہ تاجدار ہم بھی ہے

مولانا حسن رضا خان علیہ الرحمہ

اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ عرض گزار ہیں:

ذرے جھڑ کے تیری پیزاروں کے
تاج سر بنتے ہیں سیاروں کے

(حدائق بخشش)

جس طرح عشاق کو اپنے آقا ﷺ کے اظہار عشق کا بس موقع ہی ملنا چاہئے بعینہ

Marfat.com

اسی طرح مخالفین بھی ان پروانہ شمع رسالت پر ان کے عشق کے باعث اعتراض کرنے کا موقع ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ ماہ ربیع الاول میں چونکہ مولود نبوت جوش وخروش سے منایا جاتا ہے اور مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کی خاطر نعلین پاک کا نقش اپنے سروں اور دلوں پر آویزاں کرتے ہیں۔ یہ منکرین کو رنج میں ڈالتا ہے ایسے ہی مواقع پر قرآن پاک کا کیا خوب ارشاد مسلمانوں سے ہے چنانچہ ارشاد خداوندی عزوجل ہے:

ان تمسسکم حسنة تسؤھم

اگر تم (مسلمانوں) کو کوئی چھوٹی سی بھلائی بھی پہنچے تو انہیں (منافقین) کو بری لگتی ہے۔ (آل عمران:۱۲۰)

معلوم چلا کہ مسلمانوں کو خوشی ملنے پر غم کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔ یہ تو نقش وعکس کی بات ہے ہم صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل ہدیہ ناظرین کرتے ہیں کہ انہیں اس سے والہانہ کس قدر محبت و الفت تھی۔ آخر میں اس کی برکات وفوائد اور معاندین کے بے تکے اعتراضات کے جوابات بھی قلمبند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

امام احمد المقری التلمسانی علیہ الرحمہ اپنی تصنیف فتح المتعال فی مدح النعال میں تحریر فرماتے ہیں۔ محمد بن یحیی حضرت قاسم سے بیان کرتے ہیں:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھتے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہو جاتے اور اپنے نعلین مبارک پاؤں سے اتار لیتے اور اپنی آستینوں میں چھپا لیتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو جاتے تو نعلین پہناتے اور آپکے ساتھ عصا پکڑ کر چلتے۔ یہاں تک کہ آپ حجرہ مبارک میں داخل ہو جاتے۔ (فتح المتعال فی مدح النعال)

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو صاحب النعلین کا لقب حاصل ہے۔ امام احمد مقری علیہ الرحمہ اسی صفحہ پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے متعلق رقم طراز ہیں کہ ایک جماعت جن میں ابن سعد بھی ہیں، نے روایت کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی

Marfat.com

اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے کفش بردار اور دیگر اشیائے سنبھالنے اور اٹھانے والے تھے۔(فتح المتعال فی مدح النعال)

ضیاء النبی میں پیر کرم شاہ الازہری جلد ۵ ص ۵۸۳ پر لکھتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل تھا کہ حضور ﷺ کے پاپوش بردار تھے۔

مسند احمد ابو یعلی، ابن حبان اور مستدرک میں حضرت ابو سعید حذری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔تم میں سے کون ہے جو معانی قرآن پر اس طرح جہاد کرے گا جس طرح میں نے اس کے نزول پر کیا ہے؟ کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا وہ ابو بکر ہیں؟ فرمایا نہیں۔عرض کی کیا وہ عمر ہیں؟ فرمایا نہیں، اس کے بعد فرمایا یہ کام خاصف النعل ہی کریں گے۔(فتح المتعال فی مدح النعال مترجم ص ۳)

خاصف النعل یعنی جوتے گانٹھنے والے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اقدس علیہ السلام کے نعلین شریف گانٹھا کرتے تھے، اس لئے یہ لقب ان کے حصہ میں آیا۔

آثار شریفہ سے برکت حاصل کرنا

۱۔بخاری شریف میں ہے کہ جب حضور ﷺ وضو فرماتے تو حضور ﷺ کے آبِ وضو پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے تابانہ دوڑتے۔قریب ہے کہ آپس میں کٹ مریں۔حضور ﷺ جب لعابِ دہن ڈالتے یا کھنکھارتے صحابہ رضی اللہ عنہم اسے دونوں ہاتھوں میں لیتے اپنے بدنوں اور چہروں پر ملتے۔ ۲۔حضور ﷺ نے ایک پیالہ پانی میں اپنے ہاتھ اور چہرہ مبارک کو دھویا، اس میں کلی کی، پھر حضرت ابو موسیٰ و بلال رضی اللہ عنہما کو فرمایا اس کو پی لو اور اپنے چہرے پر ڈال لو۔ ۳۔صائب ابن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں بیمار تھا میری خالہ مجھے بحضور نبوی ﷺ لے کر آئیں۔میرے مرض کا ذکر کیا۔حضور ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا، برکت کی دعا دی۔پھر آپ ﷺ نے وضو کیا میں نے آپ ﷺ کے وضو کا پانی پیا۔مجھے اس سے اسی وقت شفاء ہوگئی اور میں نے حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔نیل الاوطار میں

Marfat.com

علامہ شوکانیؒ نے اس مضمون کی حدیث ذکر کر کے یہ لکھا ہے کہ

"قَدْ اِسْتَدَلَّ الْجُمْهُوْرُ بِصَبِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَضُوْئِهٖ عَلٰى جَابِرٍ وَتَقْرِيْرِهٖ لِلصَّحَابَةِ عَلَى التَّبَرُّكِ بِوَضُوْئِهٖ"

جمہور نے اس سے حضور ﷺ کے وضو کے پانی ڈالنے سے استدلال کیا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اسے تبرک جانتے تھے۔ (نیل الاوطار: جلد ۱، صفحہ ۳۳)

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس حضور ﷺ کے موئے مبارک تھے جنہیں وہ عطر میں ڈالے رکھتی تھیں۔

"فَكَانَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ تَدُوْفُهُ فِي طِيبِهَا" (مسند احمد، حدیث ۱۲۴۸۳، جلد ۱۹، صفحہ ۴۶۳)

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے پسینہ مبارک کو ایک شیشی میں محفوظ کر لیا تھا اور وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد خوشبو میں اس کو ملا دیا جائے۔

مکمل حدیث اس طرح ہے:

"أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ كَانَتْ تَبْسُطُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِطَعًا، فَيَقِيلُ عِنْدَهَا عَلَى ذَلِكَ النِّطَعِ قَالَ فَإِذَا نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَتْ مِنْ عَرَقِهٖ وَشَعَرِهٖ، فَجَمَعَتْهُ فِي قَارُورَةٍ، ثُمَّ جَمَعَتْهُ فِي سُكٍّ قَالَ فَلَمَّا حَضَرَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الوَفَاةُ، أَوْصَى إِلَيَّ أَنْ يُجْعَلَ فِي حَنُوطِهٖ مِنْ ذَلِكَ السُّكِّ، قَالَ فَجُعِلَ فِي حَنُوطِهٖ" (بخاری)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کے ناخن کے ٹکڑے بطور تبرک محفوظ کر رکھے تھے (مسند احمد بن حنبل)۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے چاندی کی جلجل میں حضور ﷺ کے موئے مبارک رکھ چھوڑے تھے، جب کوئی بیمار ہوتا تو اس کا غسالہ مریض کو دیا جاتا اور وہ شفا پاتا (بخاری) یہ تمام حدیثیں نیل الاوطار میں شوکانیؒ نے بھی ذکر کی ہیں۔ جن سے آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہوتا

Marfat.com

ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے آثار شریفہ، نشان قدم، موئے مبارک اور تمام ان اشیاء کا جن کو آپ ﷺ سے نسبت ہوگئی ہے ادب واحترام کرنا واجب ہے اور ان کو حفاظت سے رکھنا، ان سے برکت چاہنا، انہیں متبرک سمجھنا، ان سے شفا حاصل کرنا جائز ہے اور سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہے، شفاء میں علامہ قاضیؒ نے لکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر مسجد نبوی میں حضور ﷺ کے منبر مبارک کے اس مقام پر جہاں حضور ﷺ جلوہ فرما ہوتے تھے، ہاتھ لگاتے اور پھر اس کو بوسہ دیتے تھے۔

علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے نسیم الریاض میں اس کے تحت لکھا ہے کہ:

"هَذَا يَدُلُّ عَلَى جَوَازِ التَّبَرُّكِ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَآثَارِهِمْ وَمَا يُتَعَلَّقُ بِهِمْ"

(کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وحضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس فعل سے انبیاء کرام علیہم السلام واولیاء عظام کے آثار شریفہ سے اور ان اشیاء سے جن کو ان سے نسبت ہوگئی ہے برکت حاصل کرنے کا جواز نکلتا ہے۔ (حاشیہ الشفاء: جلد ۲، صفحہ ۱۲۷)

اور بڑی حیرت کی بات ہے کہ اس حدیث زیر بحث کی تشریح کرتے ہوئے مشہور غیر مقلد مولوی وحید الزمان نے لکھا کہ اس باب کی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے موئے مبارک ہمیشہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لیتے رہے ہیں حضور ﷺ نے دو بار سارے سر کے بال اتروائے اور سارے بال تقسیم فرمائے اور یہ بھی ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی تو بال بھی آپ کے زمین نہیں کھا سکتی، لہٰذا اس زمانہ میں جن بالوں کے متعلق ہمیں بطور تواتر یا شہرت یہ معلوم ہو کہ وہ حضور ﷺ کے ہیں ان کی تکذیب نہیں کرنی چاہئے بلکہ ہم پر ایسے بالوں کی عزت وحرمت لازم ہے، اگرچہ اس میں شبہ بھی ہو پھر بھی ان کی تکریم وتعظیم ضروری ہے کیونکہ اگر وہ بال واقع میں آپ ﷺ کا

Marfat.com

نہیں ہے تو اس کی تعظیم کرنے سے ہم گنہگار نہ ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہماری نیت کو جانتا ہے کہ ہم نے اس کا ادب اس وجہ سے کیا ہے کہ اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے یہ حضور ﷺ کے موئے مبارک ہیں اور تعجب ہے ان لوگوں پر جو اتباع سنت کا دعویٰ کرتے ہیں اور پھر خواہ مخواہ اس قسم کے آثار شریفہ (یعنی نشان قدیم وموئے مبارک وغیرہ) کی تکذیب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غلو اور تعصب سے بچائے، باوجود علم کے بعض لوگوں نے ایسے کلمات منہ سے نکالے ہیں کہ ان کی نوبت کفر تک پہنچ جاتی ہے۔ وہ غافل ہیں اور نہیں جانتے کہ حضور ﷺ کے سارے فضلات یہاں تک کہ آپ ﷺ کا بول و براز بھی اور آپ ﷺ کے جسم مبارک کی ہر چیز طیب وطاہر، مقدس ومحترم ہے اور اس پر تمام علمائے حدیث کا اتفاق ہے اور حق بھی یہی ہے کہ حضور ﷺ کے بال مبارک کیا آپ ﷺ کی جوتی کی خاک بھی مومن کے لیے تو دنیا و مافیہا سے افضل و برتر ہے، اللہ تعالیٰ ادب کی توفیق عطاء فرمائے۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

(تسہیل القاری، جلد ا صفحہ ۴۸۲)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو جہل

مستملی کی روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ''انت ابو جھل'' تو ابو جہل ہے جب کہ اکثرین کی روایت میں ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ''أنت ابا جھل'' تو؟ اے ابو جہل! یعنی تو پچھاڑا ہوا ابو جہل ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ اس لئے کہا کہ ابو جہل مکہ میں مسلمانوں کو بہت زیادہ اذیتیں دیتا تھا، ابو اسحاق، حاکم کے نزدیک حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ''پس میں نے اسے پایا اس حال میں کی اس میں زندگی کی آخری رمق باقی تھی، تو میں نے اس کی گردن پر اپنا پاؤں رکھا، اور میں نے اسے کہا اے اللہ دشمن اللہ تعالیٰ تجھے

Marfat.com

ذلیل کرے، تو اس نے کہا کہ کیسے ذلیل کرے کیا کسی آدمی کو اس کی قوم کا قتل کرنا عجیب ہے، قاضی عیاض نے کہا بے شک ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنا پاؤں ابو جہل کی گردن پر رکھا تا کہ اس کے خواب کی تصدیق ہو جائے، کیونکہ اس نے یہ خواب میں دیکھا تھا، پھر اس کا سر کاٹ دیا اور وہ سر لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابو جہل کا سر ہے، تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا وَاللہ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اور کہا گیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گزرے ابو جہل کے پاس سے تو کہا سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں جس نے تمہیں رسوا کیا اور اسلام کو عزت دی، تو ابو جہل نے کہا کیا تم مجھے گالیاں دیتے ہو اے۔۔۔۔۔ تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم میں تجھے قتل کروں گا تو انہوں نے ابو جہل کو پکڑا اور قتل کر دیا اور حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے ابو جہل کو قتل کر دیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا وَاللہ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ، پھر آپ ﷺ نے اس کے سر کو پکڑا اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ کے ساتھ اس جگہ آئے اور اسے وہاں دیکھا اور اس کے پاس کھڑے ہو کر کہا، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَعَزَّ الْاِسْلَامَ وَاَھْلَہٗ تین مرتبہ ابن اسحاق نے کہا کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کی ابو جہل کے قتل کی بشارت دینے والے نے بشارت دی تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ اس سے اس ذات کی قسم لی جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، تو اس نے کہا واللہ میں نے اسے مقتول دیکھا تو حضور نبی کریم ﷺ سجدے میں چلے گئے۔ (عمدۃ القاری، ج ۱۷، ص ۱۱۴)

ابو جہل کا قتل

حضرت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی کے دن فرمایا، کون دیکھ کر آئے گا کہ ابو جہل کا کیا ہوا؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ معلوم کرنے گئے تو دیکھا کے عفراء کے دونوں لڑکوں نے اسے قتل کر دیا تھا اور اس کا جسم

Marfat.com

ٹھنڈا پڑا ہے۔ انہوں نے اس کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا، تو ہی ابو جہل ہے؟ اس نے کہا، کیا اس سے بھی بڑا کوئی آدمی ہے جسے آج اس کی قوم نے قتل کر ڈالا ہے، یا (اس نے یوں کہا کہ) تم لوگوں نے اسے قتل کر ڈالا ہے؟ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ بدر کی لڑائی میں وہ ابو جہل کے قریب سے گزرے، ابھی اس میں تھوڑی سی جان باقی تھی، اس نے ان سے کہا، اس سے بڑا کوئی اور شخص ہے جس کو تم نے مارا ہے؟ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قبلہ رو ہو کر قریش کے کچھ افراد (سرداروں) کی ہلاکت کے لئے دعا کی یعنی شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ اور ابو جہل بن ہشام کے لئے پس اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں نے میدان بدر کے اندر پڑے ہوئے دیکھا کہ دھوپ سے ان کی لاشیں پھول گئی تھیں اور وہ گرم ترین دن تھا۔ (بخاری)

امیہ بن خلف کا قتل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے سورت نجم کی تلاوت فرمائی پھر اس کے ساتھ سجدہ کیا اور آپ ﷺ کے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی سجدہ کیا سوائے ایک بوڑھے (امیہ بن خلف) کے کہ اس نے ذرا سی مٹی اٹھا کر پیشانی پر لگائی اور کہا میرے لئے یہی کافی ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے (میدان بدر) کے اندر اسے حالت کفر میں مقتول دیکھا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا عہدِ صحابہ میں اجتہاد اور خدمت افتاء

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ عہد صحابہ میں اجتہاد کرتے تھے اور ان کے فتووں کو مانا جاتا تھا، چنانچہ امام ابو اسحاق الشیرازی الشافعی رحمہ اللہ متوفی ۴۷۶ھ تحریر فرماتے ہیں:

Marfat.com

"أصحاب عبدالله بن مسعود رضی الله عنه کشریح و الأسود رحمه الله وعقلمة کانوا یجتهدون فی زمن الصحابة ولم ینکر علیهم أحد"۔

(کتاب اللمع)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد جیسے قاضی شریح، اسود اور علقمہ رحمہم اللہ عہد صحابہ میں اجتہاد کرتے تھے اور کسی نے ان پر نکیر نہیں کی۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا روایتی وثقاہتی معیار

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو فقہ وحدیث میں جو مرتبہ ومقام حاصل تھا، ان کا اندازہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس بیان سے کیا جاسکتا ہے، موصوف لکھتے ہیں: "اور لیکن اہل حدیث جیسے شعبہ رحمہ اللہ اور یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ اور اربابِ صحاح ستہ وسنن' حفاظ اور غیر ثقات میں تمیز کرتے تھے، چنانچہ وہ کوفہ اور بصرہ کے ایسے ثقہ راویوں کو جن کی ثقاہت شک وشبہ سے بالاتر ہے، خوب جانتے تھے اور ان میں بہت سے ایسے راوی بھی ہیں جو بہت سے حجازی راویوں سے بھی افضل وبرتر تھے۔ اور کوئی عالم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی ثقاہت کے متعلق شک وشبہ میں پڑتا ہی نہیں تھا، جیسے علقمہ رحمہ اللہ، اسود رحمہ اللہ، عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ، حارث تیمی رحمہ اللہ، شریح قاضی رحمہ اللہ، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ، ان کے بعد انہی جیسے حفاظ روات سب سے زیادہ معتبر اور سب سے بڑھ کر حافظ موجود تھے۔ چنانچہ علماء اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شناسانِ حدیث نے جن حدیثوں کو صحیح قرار دیا ہے، ان سے استدلال اور حجت پیش کرنا درست ہے۔ ان اہل علم کا تعلق خواہ کسی شہر سے ہو، اور ابوداؤد سجستانی رحمہ اللہ نے ایسی حدیثوں کو جن کی روایت میں ہر شہر کے علماء منفرد ہیں، انہیں ایک کتاب میں جمع کیا ہے جو "مفاریدأھل الأمصار" کے نام سے مشہور ہے۔" (مجموع الفتاویٰ)

Marfat.com

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی کوفہ میں تعلیمی خدمات کا فیضان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعلیمی خدمات کے متعلق محمد بن سیرین رحمہ اللہ متوفی ۱۱۰ھ کے بھائی نامور عالم انس بن سیرین بصری رحمہ اللہ (۳۴۔۱۲۰ھ) کا بیان قاضی حسن بن خلاد رحمہ اللہ متوفی ۳۶۰ھ نے بسند متصل ''المحدث الفاصل'' میں زینتِ کتاب کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''قدمت الكوفة قبل الجماجم فرأيت فيها أربعة آلاف يطلبون الحديث وأربع ماءة قد تفقهوا''۔(المحدث الفاصل، ص:۵۶۰۔)

''میں دیر جماجم کے واقعہ یعنی ۸۲ھ سے پہلے کوفہ میں گیا تو میں نے دیکھا کہ یہاں چار ہزار طلبۂ حدیث پڑھتے تھے اور چار سو طلبہ فقیہ بن چکے اور فقہی بصیرت حاصل کر چکے تھے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد تابعین میں صرف کوفے میں چار سو فقیہ موجود تھے۔ دوسرے اسلامی قلمرو کے بلاد اور دیہات کا کیا ذکر؟ ذرا نظر کو بلند کیجئے! عہد صحابہ میں کسی صحابی کے شاگردوں کو کہیں ایسے القاب سے یاد کیا گیا ہے اور کیا کسی مجتہد کی تعلیمی و تدریسی خدمات کو خلافت راشدہ میں ایسے شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کو پیش کیا ہے؟ یہ نتیجہ و ثمرہ اس فقہی بصیرت کا ہے جو انہیں حاصل تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعلیمی و تدریسی خدمات کے عہد اموی میں جو شاندار نتائج و ثمرات اور ان کے دیرپا اثرات کوفہ میں نکلے، اس کی نظیر اسلامی قلمرو کے وسیع و عریض قطعہ میں کہیں اور مشکل سے ملے گی۔

ایک ظرف جو علم سے بھرا ہوا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تبحر علمی و ملکہ اجتہاد کے تمام صحابہ کرام

Marfat.com

رضی اللہ عنہم اجمعین معترف تھے' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ان کو دیکھتے تو چہرہ بشاش ہوجاتا اور فرماتے: ''ایک ظرف ہے جو علم سے بھرا ہوا ہے'' ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چند کوفیوں نے ان کے تقویٰ' حسن خلق اور تبحر علمی کی بے حد تعریف کی' انہوں نے پوچھا: ''کیا تم سچے دل سے کہتے ہو؟'' بولے ''ہاں!'' فرمایا: ''تم لوگوں نے عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جو کچھ تعریف کی ہے' میں ان کو اس سے بھی بہتر خیال کرتا ہوں۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کا فقہی مقام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں کو اجتہاد و فقہی بصیرت میں ایسا پختہ کیا تھا کہ دور فاروقی و عثمانی اور عہد مرتضوی میں کوفہ کا قاضی حضرت شریح رحمہ اللہ (۷۸ھ) کو بنایا گیا تھا، جنہوں نے بعض مقدمات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف فتویٰ دیا تھا اور انہیں عہدۂ قضا سے معزول نہیں کیا گیا، چنانچہ ابوبکر الجصاص رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما نے حضرت شریح رحمہ اللہ کو کوفہ کا قاضی بنایا اور ان کے فیصلوں پر اعتراض نہیں کیا، باوجودیکہ قاضی شریح رحمہ اللہ نے بہت سے مسئلوں میں ان سے اختلاف کیا۔'' (اُصول الجصاص، ج:۲، ص:۱۵۶۔۱۵۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو آتے دیکھا تو حاضرین مجلس سے فرمایا: ''کنیف ملی علما'' --- ''یہ علم بھرا باڑا ہے'' دوسری مرتبہ فرمایا: ''کنیف ملیء فقھا'' ''تفقہ و فقہی بصیرت سے بھرا باڑا ہے''۔

(الطبقات الکبری، ج:۲، ص:۳۴۴۔)

خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

شاگردوں کو: ''أصحاب سراج هذه القرية'' (تاریخ الثقات للعجلی، طبع ۱۴۰۵ھ، ص:۲۷۶)

یہ اس بستی (کوفہ) کے علمی چراغ ہیں'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اس سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے علمی مقام کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

❖❖❖❖❖

Marfat.com

4-سید القراء سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

نام ونسب

ابوالمنذر ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ الانصاری الخزرجی آپ کی کنیت ابوالمنذر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ (اسد الغابہ ج ا ص ۸۹)

ابتدائی حالات

سید القراء، سید الانصار اور سید المسلمین القاب ہیں، قبیلہ نجار (خزرج) کے خاندان معاویہ سے تھے جو بنی حدیلہ کے نام سے مشہور تھا (حدیلہ معاویہ کی ماں کا نام تھا جو جشم بن خزرج کی اولاد میں تھی سلسلہ نسب یہ ہے: ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زیاد بن معاویہ بن عمر بن مالک بن نجار، (مسند احمد) والدہ کا نام صہیلہ تھا جو عدی بن نذر کے سلسلہ سے تعلق رکھتی تھیں اور ابوطلحہ انصاری کی حقیقی پھوپھی تھیں اس بنا پر ابوطلحہ اور ابی پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ابی کی دو کنیتیں تھیں، ابوالمنذر اور ابوالطفیل، پہلی کنیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھی تھی اور دوسری سیدنا عمر نے ان کے بیٹے طفیل کے نام کی مناسبت سے پسند فرمائی۔

(مسند احمد: ۵/ ۱۱۳)

والدہ کا نام صہیلہ تھا جو عدی بن نذر کے سلسلہ سے تعلق رکھتی تھیں اور ابوطلحہ انصاری کی حقیقی پھوپھی تھیں اس بنا پر ابوطلحہ اور ابی پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ابی کی دو کنیتیں تھیں، ابوالمنذر اور ابوالطفیل، پہلی کنیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھی تھی اور دوسری سیدنا عمر نے ان کے بیٹے طفیل کے نام کی مناسبت سے پسند فرمائی۔

حضرت ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار

Marfat.com

انصاری خزرجی نجاری، ان کی کنیت ابو المنذر اور ابو طفیل ہے اور یہ سابقین انصار میں سے ہیں یہ عقبہ اور اس کے بعد حاضر ہوئے انہوں نے ۳۰ ہجری کو وفات پائی ایک قول کے مطابق اس سے پہلے مدینہ میں وصال فرمایا۔ (عمدۃ القاری: ج۱۶، ص۳۷۳)

قبول اسلام

مدینہ کے جن انصار نے مکہ جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر عقبہ ثانیہ میں بیعت کی تھی ان میں ابی بھی تھے آپ ان چھ صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے زمانہ نبوی میں قرآن مجید حفظ کیا اور ان فقہا صحابہ میں سے ہیں جو زمانہ نبوی میں فتویٰ دیتے تھے صحابہ میں بڑے قاری تھے۔ (مرأۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۸ صفحہ ۵۸۳)

مواخات

ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار میں برادری و مواخات قائم ہوئی تھی، اس میں سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے جو عشرہ مبشرہ میں تھے ان کی مواخات ہوئی۔

غزوات میں شریک

بدر سے طائف تک کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

تدوین قرآن

حضرت ابوبکر کے عہد خلاف میں قرآن مجید کی ترتیب و تدوین شروع ہوئی تو اس خدمت پر جو لوگ مامور ہوئے ان میں آپ بھی شامل تھے۔ عمر کے زمانے میں مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ ابتدا میں قرآن کی قرات میں بعض فروعی اختلافات تھے۔ آخر میں عثمان نے قرات قرآنی کے ممتاز ماہرین کی جانچ کے بعد اُبی بن کعب کے طریقہ کو پسند فرمایا۔ اور اسی قرات کے مطابق کلام مجید کے چار نسخے لکھو کر مختلف شہروں میں بھجوا دیئے۔ انہی نسخوں کی آج تک پیروی کی جارہی ہے۔

Marfat.com

وصال

۳۲ھ میں عمر طبعی کو پہنچ کر عثمان غنی کے زمانہ خلافت میں جمعہ کے دن مدینہ میں وفات پائی۔عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ منورہ میں دفن گئے گئے۔

فضائل ومناقب

جن خوش نصیب صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں قرآن کو جمع کیا حضرت ابی ان میں سرفہرست ہیں۔چنانچہ حضرت قتادہ فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ أُبَيٌّ بْنُ كَعْبٍ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَبُو زَيْدٍ۔ (صحیح البخاری: ح ۵۰۰۳)

میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کس نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: چار آدمیوں نے اور وہ سارے کے سارے انصار میں سے تھے یعنی ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابو زید رضی اللہ عنہم اجمعین۔

خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب سے قرآن سیکھنے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری: ح، ۳۸۰۸)

حضور ﷺ کی ایک طویل حدیث ہے جس میں آپ نے مختلف صحابہ کی مختلف نمایاں صفات کو بیان فرمایا۔اس میں حضرت ابی بن کعب کے تذکرے کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وأقرؤهم لكتاب الله أبي بن كعب۔ (جامع ترمذی: ح ۳۷۹۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی کو فرمایا:

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ {لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ} قَالَ وَسَمَّانِي قَالَ نَعَمْ فَبَكَى (بخاری: ح۳۸۰۹)

مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ تمھیں سورت (لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ سناؤں۔ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے، فرمایا: ہاں۔ تو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ رو پڑے۔

آپ کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے شاگرد تھے جن میں سیدنا عمر، سیدنا ابوایوب انصاری، سیدنا عبادہ بن صامت، سیدنا سہل بن سعد، سیدنا ابوموسیٰ، سیدنا ابن عباس، سیدنا ابوہریرہ، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہم وغیرہم شامل ہیں۔) (تہذیب التہذیب ج۱ ص۱۷۷، الاصابہ ج۱ ص۲۰)

مقام فقہ واجتہاد

آپ چند ایسے خوش نصیب فقہاء صحابہ میں سے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وعدہ مسروق فی الستة من اصحاب الفتیا۔ (الاصابہ ج۱ ص۲۰)

کہ مشہور تابعی حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ ان صحابہ میں شمار کیا کرتے تھے جو فتویٰ دیا کرتے تھے۔

امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہی نقل کیا ہے:

كان اصحاب القضاء من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة عمر وعلى وعبدالله وابى وزيد ابو موسىٰ (اسد الغابہ ج۱ ص۹۰)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جو چھ صحابہ فتویٰ دیا کرتے تھے وہ چھ تھے یعنی حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم۔

Marfat.com

ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں پہلا نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے مگر سیدنا ابی کی فقاہت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بسا اوقات مسائل کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے تا کہ امت کو ان کی فقاہت کا احساس دلایا جاسکے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۸، الاصابہ ج ا ص ۲۰)

تراویح کے متعلق آپ کا اجتہاد

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان المبارک کی تین راتوں میں تراویح پڑھائی اور مسلسل نہ پڑھانے کی وجہ بیان فرمائی:

خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ (بخاری و مسلم)

فرضیت کے ڈر سے میں نے جماعت نہیں کرائی کہ امت تنگی میں مبتلا نہ ہو۔

لیکن حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے تراویح کی جماعت کو باقی رکھا۔ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، تراویح کی جماعت کو دیکھ کر فرمایا:

مَا هَؤُلَاءِ فَقِيلَ هَؤُلَاءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمْ قُرْآنٌ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّي وَهُمْ يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَصَابُوا وَنِعْمَ مَا صَنَعُوا۔ (سنن ابی داؤد: ح ۱۳۷۹)

یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ تو کہا گیا کہ ان لوگوں کو قرآن یاد نہیں ہے ابی بن کعب نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ ان کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے اچھا کیا اور صحیح کیا۔

چونکہ آپ علیہ السلام نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اس اجتہاد کی تصویب فرمادی، اس لئے اب تراویح کی جتنی رکعات حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے ملیں گی وہ بھی گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید شدہ ہوں گی۔

روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں بیس

Marfat.com

رکعات ہی پڑھایا کرتے تھے۔ چنانچہ عبدالعزیز بن رفیع کہتے ہیں۔

كَانَ أُبَيّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ (مصنف ابن ابی شیبہ، ح ۷۷۶۶)

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جب تمام لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں باجماعت تراویح پڑھنے کا حکم دیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں بھی بیس رکعت تراویح پڑھائی۔ خود آپ ہی سے مروی ہے:

عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ عُمَرَ أَمَرَ أُبَيًّا أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي رَمْضَانَ فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ يَصُومُونَ النَّهَارَ وَلَا يُحْسِنُونَ أَنْ يَقْرَأُوا فَلَوْ قَرَأْتَ الْقُرْآنَ عَلَيْهِمْ بِاللَّيْلِ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! هٰذَا شَيْءٌ لَمْ يَكُنْ۔ فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتُ وَلٰكِنَّهُ أَحْسَنُ۔ فَصَلّٰى بِهِمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً۔

(مسند احمد بن منیع بحوالہ اتحاف الخیرۃ المہرۃ ج ۲ ص ۴۲۴)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان شریف کی رات میں نماز (تراویح) پڑھاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور (رات) قرأت (قرآن) اچھی نہیں کرتے۔ تو قرآن مجید کی رات کو تلاوت کرے تو اچھا ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے امیر المومنین! یہ تلاوت کا طریقہ پہلے نہیں تھا۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں جانتا ہوں لیکن یہ طریقہ تلاوت اچھا ہے'' تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھائی۔

Marfat.com

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے کہ:

ان عمر بن الخطاب جمع الناس علی ابی بن کعب فی قیام رمضان فکان یصلی بھم عشرین رکعۃ۔ (سنن ابی داؤد ج ا ص ۲۱۱ باب القنوت فی الوتر)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی امامت پر جمع فرمایا۔ وہ لوگوں کو بیس رکعات نماز تراویح پڑھاتے تھے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ پورا مہینہ باجماعت بیس رکعت تراویح پڑھنا سنت ہے، یہی بات حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔

وفات حسرت آیات

آپ کی وفات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج مسلمانوں کا سردار دنیا سے رخصت ہوگیا۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ا ص ۱۸)

ہجرت نبوی سے چند سال بعد کا ذکر ہے کہ ایک دن میانہ قد اور اکہرے بدن کے ایک گورے چٹے پاکیزہ صورت آدمی بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بڑے ادب سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور پھر آپ کی خدمت میں بیٹھ کر ارشادات نبوی سے مستفیض ہونے لگے۔ یکا یک سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آثار وحی طاری ہوئی اور زبان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن حکیم کی ایک سورۃ جاری ہوگئی۔ وہ صاحب وحی الٰہی کا ایک ایک لفظ بغور سنتے اور اس کو لکھتے جاتے تھے۔ جب جبریل امین علیہ السلام پیغام الٰہی پہنچا کر واپس چلے گئے تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا:

مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو قرآن سنایا کروں (تا کہ تمہیں یاد ہو) ان صاحب نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔

Marfat.com

یہ سن کر وہ صاحب فرطِ مسرت سے بے خود ہو گئے اور بے اختیار رونے لگے۔

یہ صاحب رسول جن کا خود رب ذوالجلال والاکرام نے نام لے کر اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کو قرآن سنائیں۔ سید المسلمین حضرت اُبیؓ بن کعب انصاری تھے۔

حضرت حضرت ابی بن کعب انصاری صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شمار تاریخ اسلام کی ان مہتم بالشان شخصیتوں میں ہوتا ہے جن کو دربار رسالت میں نہایت ممتاز درجہ حاصل تھا اور جن کی جلالت قدر اور تبحر علمی پر مسلمانوں کے سبھی مکاتب فکر کا کامل اتفاق ہے۔ حضرت اُبیؓ کا تعلق انصار کی نہایت معزز شاخ نجار (خزرج) کے خاندانی بنی جدیلہ سے تھا۔

والدہ کا نام صہیلہ تھا جو خاندان عدی بن نجار سے تھیں۔

حضرت اُبیؓ دو کنیتوں سے مشہور تھے ایک کنیت ابوالمنذر تھی جو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھی تھی۔ دوسری کنیت ابوالطفیل جو ان کے بیٹے طفیل کے نام کی نسبت سے حضرت عمر فاروقؓ نے رکھی تھی۔ سید الانصار، سید المسلمین اور سید القراء حضرت اُبیؓ کے القاب تھے۔

حضرت اُبی کے لڑکپن اور جوانی کے حالات کتب سیر میں نہیں ملتے۔ البتہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اوائل عمر میں ہی لکھنا پڑھنا سیکھ گئے تھے اور ان کا شمار انصار کے تعلیم یافتہ لوگوں میں ہوتا تھا۔ مولانا سعید انصاری مرحوم نے سیر انصار میں یہ رائے ظاہر کی ہے غالباً حضرت اُبی اسلام سے پہلے توراۃ پڑھ چکے تھے اور اسی کا اثر تھا کہ اسلام کی آواز نے انہیں بہت جلد اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت اُبی عہد شباب میں دُخت رز کا شوق بھی کرتے تھے اور ان کے سوتیلے باپ ابوطلحہؓ کی محافل ناؤنوش کے سرگرم رکن تھے۔ (قبول اسلام کے بعد دونوں کا شمار جلیل القدر صحابہ میں ہوا۔ حضرت ابوطلحہ زید بن سہل انصاری، حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد بھائی تھے اور رزم و بزم میں ان کے ساتھی تھے)

Marfat.com

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کے سعادت اندوز اسلام ہونے کے بارے میں مشہور روایت یہ ہے کہ انہوں نے بیعت عقبہ ثانیہ میں مکہ جا کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ لیکن تاریخ وسیر کی اکثر کتابوں میں اصحاب عقبہ ثانی کی جو فہرست دی گئی ہے۔ اس میں حضرت ابیؓ بن کعب کا نام نہیں ہے۔ اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وہ بیعت عقبہ سے پہلے ہی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ رہی یہ بات کہ وہ بیعت عقبہ میں شریک ہوئے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ بہر صورت ہجرت نبویؐ سے پہلے ان کا شرف ایمان سے بہرہ ور ہونا سب کے نزدیک مسلّم ہے۔

ہجرت کے بعد سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں نزول اجلال فرمایا تو انصار میں سے حضرت ابی بن کعب کو سب سے پہلے وحی لکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس لحاظ سے ان کو انصاری کاتبین وحی میں امتیازی درجہ حاصل ہے۔

ہجرت کے چند ماہ بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے مابین مواخاۃ قائم کرائی تو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو جلیل القدر صحابی (یکے از عشرہ مبشرہ) حضرت سعید بن زید کا اسلامی بھائی بنایا۔

غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ بدر سے لے کر طائف تک تمام غزوات میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو غزوہ اُحد میں ایک تیر ہفت اندام میں لگا جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپؐ نے ان کے علاج کے لیے ایک طبیب بھیجا جس نے رگ کو کاٹ دیا۔ حضورؐ نے اس رگ کو اپنے ہاتھ سے داغ دیا اور حضرت اُبیؓ کا زخم جلد ہی مندمل ہو گیا۔

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی اور کلام الٰہی سے بھی گہرا شغف تھا۔ چنانچہ وہ اپنے وقت کا بیشتر حصہ بارگاہ نبویؐ میں گزارتے تھے۔ حضورؐ ان کو

Marfat.com

قرآن سناتے اور حفظ کراتے تھے اور کتابت وحی کی خدمت بھی لیتے تھے۔ اس طرح ان کو بارگاہ رسالت میں خصوصی تقرب حاصل ہوگیا تھا۔ قرآن حکیم سے حضرت اُبیؓ کا غیر معمولی شغف اس قدر مقبول ہوا کہ خود ذات باری تعالیٰ نے حضرت اُبیؓ کا نام لے کر رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ ان کو قرآن سنایا کریں۔ ارشاد ربانی کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے حضرت اُبیؓ کی تعلیم پر خاص توجہ فرمائیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قرآن حکیم کے حافظ اور قرآنی علوم و معارف کے بہت بڑے عالم بن گئے ان کی قرأت سرور عالم ﷺ کو اس قدر پسند تھی کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں۔

ایک دفعہ حضور ﷺ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ قرآن میں کون سی آیت بے انتہا عظمت کی حامل ہے؟ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "آیۃ الکرسی"

ان کا جواب سن کر حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: اُبی رضی اللہ عنہ تمہیں یہ علم مسرور کرے۔

رحمت عالم ﷺ نے حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو اجازت دے رکھی تھی کہ وہ جو چاہیں اور جب چاہیں آپ ﷺ سے پوچھیں۔ چنانچہ وہ بڑی آزادی کے ساتھ فیضان نبوی سے خوب خوب فیضیاب ہوتے تھے۔ بعض اوقات سرور عالم ﷺ ان کو بغیر پوچھے بھی قرآن حکیم کے اسرار و رموز سے آگاہ فرماتے تھے۔ خود حضرت ابیؓ بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اُبی رضی اللہ عنہ کیا میں تجھ کو ایسی سورت نہ بتاؤں جو نہ توراۃ میں ہے نہ زبور میں اور نہ انجیل اور نہ قرآن ہی میں اس جیسی اتاری گئی۔ میں نے عرض کیا، بے شک ضرور بتایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں اُمید کرتا ہوں کہ تو اس دروازہ سے نکلنے نہ پائے گا یہاں تک کہ تو اس کو جان جائے گا۔ اس کے بعد آپؐ کھڑے ہوگئے اور میں بھی آپؐ کے ساتھ کھڑا ہوگیا، آپؐ مجھ سے بات کر رہے تھے اور میرا ہاتھ آپ کے

Marfat.com

ہاتھ میں تھا تو میں نے پیچھا ہٹنا شروع کیا اس خوف سے کہ آپؐ اس سورۃ کی خبر دینے سے پہلے ہی دروازے سے باہر نہ چلے جائیں۔ جب میں دراوزے کے قریب ہوا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ سورۃ جس کا آپؐ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہو تو کس طرح پڑھتے ہو؟ میں نے سورہ فاتحہ پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ سورۃ یہی ہے اور یہ سبع مثانی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔ وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ (سورہ ۱۵ رکوع ۶) اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کے حفظ قرآن اور حافظہ پر پورا اعتماد تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ حضور فجر کی نماز پڑھاتے ہوئے ایک آیت پڑھنا بھول گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر حضور کو خود اس آیت کا خیال آ گیا، صحابہؓ سے پوچھا کہ کسی نے میری قرأت پر خیال کیا تھا، تمام صحابہؓ خاموش رہے لیکن حضرت اُبیؓ بن کعب نے فوراً عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؐ نے فلاں آیت نہیں پڑھی، کیا یہ منوخ ہو گئی ہے یا سہواً ترک ہو گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں میں پڑھنا بھول گیا۔ میں جانتا تھا کہ تمہارے سوا او رکسی کا دھیان اس طرف نہ گیا ہوگا۔

ایک مرتبہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو ایک آیت کی قرأت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اختلاف پیدا ہوا۔ دونوں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی اپنی قرأت کے مطابق یہ آیت پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں ٹھیک پڑھتے ہو۔ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا اور انہوں نے حیران ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی ٹھیک پڑھتا ہوں اور عبداللہ بھی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

Marfat.com

کہنے کو تو یہ الفاظ کہہ دیئے لیکن رعب نبوت نے جسم پر کپکپی طاری کر دی اور پسینے میں نہا گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی حالت دیکھی تو ان کے سینے پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا: الٰہی اُبی رضی اللہ عنہ کا شک دور کر۔ آناً فاناً ان کا دل وسوسہ سے پاک ہو گیا اور اس معاملہ میں ان کو پورا اطمینان ہو گیا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سحاب لطف و کرم حضرت اُبیؓ پر ایسا جھوم جھوم کر برسا کہ وہ عہد رسالت میں ہی مسند درس و افتاد پر فائز ہو گئے۔ لوگ ان سے قرآن پڑھتے اور مختلف مسائل دریافت کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک ایرانی صاحبؓ رسولؐ نے ان سے قرآن پڑھنا شروع کیا، جب اس آیت پر پہنچے إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْأَثِيمِ تو ایرانی صحابیؓ کی زبان سے اثیم کی بجائے یتیم نکلتا تھا۔ بہت کوشش کی لیکن ان سے صحیح تلفظ ادا نہ ہو سکا۔ بالآخر ان کو ساتھ لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مشکل بیان کی۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایرانی سے فرمایا و طعام الظالم انہوں نے یہ الفاظ بالکل صحیح ادا کیے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ان کی زبان درست کرنے کی کوشش کرتے رہو، اللہ تمہیں اس کا اجر دے گا۔

مشہور صحابی حضرت طفیل رضی اللہ عنہ بن عمرو دوسی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے قرآن پڑھا تو انہوں نے ایک کمان ہدیۃ پیش کی حضرت اُبیؓ اس کو لگا کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے پوچھا اُبی رضی اللہ عنہ یہ کمان کس نے دی ہے؟ عرض کیا: طفیل بن عمرو دوسی نے، میں نے اسے قرآن پڑھایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو واپس کر دو ورنہ یہ جہنم کے ایک ٹکڑے کا قلادہ بن جائے گی۔

انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم اپنے شاگردوں کے ہاں کھانا بھی تو کھا لیتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ کھانا بطور خاص تمہارے لیے تیار نہیں کیا جاتا اگر تم کھانے کے موقع پر پہنچ گئے اور اس میں شریک ہو گئے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن جو چیز

Marfat.com

خاص تمہارے لیے تیار کی جائے۔ اگر تم اس کو استعمال کرلو تو اپنی آخرت کے اجر کو ضائع کرو گے۔

ایک اور روایت میں خود حضرت اُبی رضی اللہ عنہ بن کعب کہتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو قرآن کی ایک سورۃ سکھائی اس نے میرے پاس ایک کپڑا ہدیۃً بھیجا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا اگر تو نے اس لے لیا تو تجھے آگ کا کپڑا پہنایا جائے گا۔

حضرت اُبیؓ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کا ایک ایک لفظ بغور سنتے تھے اور اس کو حرز جان بنا لیتے تھے۔ ایک دفعہ بارگاہ رسالت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگ جو بیمار ہوتے ہیں یا دوسری تکلیفیں اٹھاتے ہیں اس میں بھی کچھ ثواب ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں یہ بیماریاں اور تکلیفیں مسلمان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا معمولی تکلیفیں بھی گناہ کا کفارہ ہوجاتی ہیں؟

فرمایا: چھوٹی چھوٹی تکلیفیں کیا، مسلمان کو ایک کانٹا بھی چبھ جائے تو وہ اس کے گناہ کا کفارہ بن جاتا ہے۔

یہ سنتے ہی جوش ایمان کی یہ کیفیت ہوئی کہ بے ساختہ زبان پر یہ دعا جاری ہوگئی۔ الٰہی میں ہمیشہ بخاری میں مبتلا رہوں مگر نماز باجماعت، حج، عمرہ اور جہاد کے قابل رہوں۔

یہ دعا فوراً اجابت پر پہنچ گئی۔ اہل سیر کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو ہر وقت خفیف سے حرارت رہتی تھی شاید اس کی وجہ سے ان کے مزاج میں بھی قدرے حدت پیدا ہوگئی تھی۔

Marfat.com

۹ ہجری میں رحمت عالم ﷺ نے حضرت اُبیؓ کو قبائل بلی، عذرہ اور بنو سعد میں عامل صدقات بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اپنے فرائض نہایت دیانت اور جفاکشی کے ساتھ انجام دیئے۔ ایک دفعہ کسی گاؤں میں گئے تو ایک شخص نے اپنے تمام جانوران کے سامنے لاکر کھڑے کر دیئے کہ ان میں سے آپ جو چاہیں چن لیں۔ انہوں نے اونٹ کا ایک دو سالہ بچہ لے لیا۔ جانوروں کے مالک نے کہا: یہ بچہ آپ کے کس کام کا، یہ جوان اور فربہ اونٹنی لے جائیں۔

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں نہیں یہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے خلاف ہے بہتر یہ ہے کہ تم میرے ساتھ مدینہ منورہ حضور ﷺ کی خدمت میں چلو، آپؐ جو حکم دیں گے اس کی تعمیل کرنا۔

جانوروں کے مالک بڑے مخلص مسلمان تھے وہ حضرت ابیؓ کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور وہی اونٹنی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم یہی اونٹنی بخوشی دینا چاہتے ہو تو دے دو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر دے گا۔ انہوں نے برضا و رغبت یہ اونٹنی صدقہ مین دے دی اور خوش خوش اپنے گاؤں کو مراجعت کی۔

ایک دفعہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے کہیں سے ایک تھیلی پڑی پائی۔ کھول کر دیکھا تو اس میں سو دینار تھے دوڑے دوڑے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سال بھر تک اس کا اعلان کرتے رہو۔ وہ سال بھر ان دیناروں کا اعلان کرتے رہے لیکن کسی نے ان کی ملکیت کا دعویٰ نہ کیا۔ حضرت اُبیؓ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں سال بھر تک لوگوں کو خبر کرتا رہا لیکن کوئی یہ رقم لینے نہیں آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایک سال اور انتظار کرو اگر کوئی شخص رقم کی مقدار اور تھیلی کا نشان بتا کر ان دیناروں کا دعویٰ کرے تو اس کے حوالہ کر دینا

Marfat.com

ورنہ یہ مال تمہارا ہو چکا۔

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو قرأت قرآن میں ایسا کمال حاصل ہوگیا تھا کہ خود حامل وحی و نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے قرآن کا دورہ فرمایا کرتے تھے، اپنے سال رحلت (۱۱ ہجری) میں بھی حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو (آخری بار قرآن سنایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: مجھے جبریل امین علیہ السلام نے آکر کہا کہ اُبیؓ کو قرآن سنا دیجئے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد خلافت کا مسئلہ پیدا ہوا تو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ ان چند صحابہ میں سے تھے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلافت کا مستحق سمجھتے تھے تاہم جب جمہور مسلمانوں کی رائے کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے تو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے خوشدلی سے ان کی بیعت کرلی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ جب انہوں نے قرآن حکیم کی ترتیب وتدوین کا کام اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے سپرد کیا تو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ اس جماعت کا امیر مقرر کیا۔ وہ قرآن کے الفاظ بولتے جاتے تھے اور لوگ ان کو لکھتے جاتے تھے اگر کسی آیت کی تقدیم و تاخیر کے بارے میں اختلاف ہوجاتا تو سب اس کو حل کرلیتے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو انہوں نے حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو مجلس شوریٰ کا رکن نامزد کیا۔ وہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کی جلالت علمی اور اصابت رائے کے بے حد معتقد تھے اور ان کا غیر معمولی اعزاز واکرام کرتے تھے اور اہم ملکی اور دینی معاملات میں ان کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اصابہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ ان (حضرت اُبی رضی اللہ عنہ) کو سید المسلمین کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم سب سے بڑے قاری اُبی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی طرح حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ الاستیعاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے متعدد طرق سے یہ روایت ہم کو پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا، ہم میں علم قضا کے سب سے

Marfat.com

بڑے ماہر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حفظ قرآن میں سب سے بڑے اُبی رضی اللہ عنہ ہیں۔

سید محمد علی ببلاوی نے اپنی کتاب ''التعریف بالنبي بالقرآن الشریف'' میں مستند حوالوں کے ساتھ لکھا ہے کہ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشکل مسائل میں حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور پیچیدہ مقدمات میں ان سے فیصلہ کراتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ انہیں سید المسلمین اور سید القراء کے القاب سے یاد کرتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں نماز تراویح کو باجماعت کیا تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ بن کعب کو مردوں کا اور حضرت سلیمان بن ابی حثمہ کو عورتوں کا امام مقرر فرمایا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ پر بے حد مہربان تھے اور ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے لیکن حضرت اُبی رضی اللہ عنہ دینی معاملات میں مطلق ان کی رُو رعایت نہ کرتے اور جس بات کو حق سمجھتے برملا اس کا اظہار کر دیتے تھے۔ کنز العمال میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک شخص پر گزر ہوا جو یہ آیت پڑھ رہا تھا۔ ''والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم باحسان'' آپ رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے اور کہا ذرا ادھر تو آؤ، وہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا، تمہیں یہ آیت کس نے یاد کرائی ہے۔ اس نے کہا یہ مجھے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یاد کرائی ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ چلو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس۔ وہ آپ کو ساتھ لے کر اُبی کے پاس آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابا المنذر یہ شخص کہتا ہے کہ تم نے اسے یہ آیت تعلیم کی ہے۔ اُبی رضی اللہ عنہ نے کہا سچ کہتا ہے میں نے یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہن مبارک سے سنی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (تعجب سے) کہا ''تم نے اس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہن مبارک سے سنا ہے۔ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے کہا، ہاں تیسری بار پوچھنے پر بڑے غصے سے کہا کہ ہاں خدا کی قسم! اس کو اللہ نے جبریل علیہ السلام پر اور جبریل علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب پر نازل کیا۔ بیشک خطاب اور اس کے بیٹے سے مشورہ نہیں لیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے باہر نکلے اس طرح کہ

Marfat.com

دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے تھے اور کہہ رہے تھے اللہ اکبر اللہ اکبر

اسی سلسلے میں کنز العمال میں اور روایتیں بھی ملتی ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں:

ایک دفعہ ابو درداء رضی اللہ عنہ شام کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ مدینہ منورہ لائے ان لوگوں نے حضرت اُبی رضی اللہ عنہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ ایک دن ان میں سے ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی آیت پڑھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو بھیجا کہ اُبی رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ۔ اس وقت اُبی رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ کو چارہ دے رہے تھے۔ امیر المؤمنین کا پیغام ملا تو قاصد سے پوچھا کہ کیا کام ہے؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا تو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور اس حالت میں دربار خلافت میں حاضر ہوئے کہ ہاتھ میں چارہ تھا اور دامن چڑھا رکھا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ آیت ان سے پڑھوائی اس کے بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہی آیت پڑھیں، انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ تو ان کی قرأت حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کی قرأت سے کس قدر مختلف تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تائید کی اس پر حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے خشمناک ہو کر کہا۔ عمر رضی اللہ عنہ خدا کی قسم! آپ رضی اللہ عنہ جانتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اندر ہوتا تھا اور آپ لوگ باہر کھڑے رہتے تھے۔ اب آج میری یہ قدر افزائی کی جا رہی ہے کہ۔ خدا کی قسم اگر آپ کہیں تو میں خانہ نشین ہو جاؤں نہ کسی سے کلام کروں اور نہ لوگوں کو قرآن پڑھاؤں یہاں تک مجھ پر موت وارد ہو جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہرگز نہیں جب اللہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو علم دیا ہے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ شوق سے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں۔

ایک اور موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ پر کسی آیت کی قرأت کے متعلق اعتراض کیا تو انہوں نے برہم ہو کر کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود سنا ہے اور آپ کو بقیع کے بازار میں خرید و فروخت سے فرصت نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (جن کو اُبی رضی اللہ عنہ کا بڑا لحاظ تھا اور وہ ان سے الجھنا نہیں چاہتے تھے، فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں مدینہ کی ایک گلی میں قرآن مجید کی ایک آیت پڑھتا ہوا جارہا تھا، اتنے میں پیچھے سے آواز آئی سند بتاؤ! اے ابن عباس رضی اللہ عنہما سند بتاؤ میں نے مڑ کر دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے، میں نے کہا، میں آپ رضی اللہ عنہ کو اُبی بن کعب کا حوالہ دیتا ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے اپنے ایک غلام سے کہا کہ اُبی رضی اللہ عنہ کے پاس جا اور ان سے دریافت کر کہ کیا تم نے ان کو یہ آیت یاد کرائی ہے۔ ہم اُبی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے ابھی ہم ان کے دروازے پر پہنچے کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ اُبی رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ ہم لوگ اُبی رضی اللہ عنہ کے پاس ایسی حالت میں پہنچے کہ ان کی کنیز ان کے سر میں کنگھی کر رہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے چمڑے کا ایک ٹکڑا ڈال دیا گیا۔ وہ اس پر بیٹھ گئے۔ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ دیوار کی طرف منہ کیے بیٹھے تھے وہ اسی طرح بیٹھے رہے اور ان کی پشت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہماری طرف رخ کیا اور کہا دیکھو تو اس (اُبی رضی اللہ عنہ) کو ہماری پرواہ ہی نہیں، تھوڑی دیر بعد اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف رُخ کیا اور کہا: خوش آمدید امیر المؤمنین اس وقت کیسے تشریف آوری ہوئی؟ صرف ملاقات کے لیے یا کسی اور غرض سے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں کسی غرض ہی سے آیا ہوں۔ آخر تم لوگوں کو اللہ کی رحمت سے کیوں مایوس کرتے ہو؟

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا شاید کوئی آیت آپ رضی اللہ عنہ نے سنی ہے جو سخت ہے۔ آپ کو علم ہونا چاہیے کہ میں نے قرآن اس ہستی سے سیکھا جس نے تازہ تازہ اس کو جبریل سے حاصل کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے، خدا کی قسم تم احسان جتانا چاہتے ہو لیکن میری تشفی نہیں ہوئی۔ تم کس طرح (اپنی بات کہنے سے) باز نہ آؤ گے اور مجھے کس طرح تاب نہ آئے گی۔

کبھی کبھی اختلاف رائے ہو جانے کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

دل سے قدردان اور مداح تھے۔شام کے مشہور سفر میں انہوں نے جابیہ کے مقام پر جو خطبہ دیا اس میں فرمایا:

من أراد القرآن فليأت أبيا

جس کو قرآن کا شوق ہو وہ اُبی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ بھی حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کے تبحر علمی کے معترف تھے۔ انہوں نے اپنے دور خلافت میں محسوس کیا کہ بعض صحابہ کی قرأت میں اختلاف ہے۔چنانچہ انہوں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ تمام مسلمانوں کو ایک قرأت پر جمع کروں گا۔اس مقصد کے لیے انہوں نے انصار اور مہاجرین میں سے بارہ ایسے صحابہ منتخب کیے جن کو قرآن پر پورا عبور تھا اور پھر انہیں یہ کام سونا کہ باہمی مشورہ سے قرأت کا اختلاف دور کریں۔اس مجلس کے امیر حضرت اُبی رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔وہ بولتے جاتے تھے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ لکھتے جاتے تھے۔جہاں اختلاف پیدا ہوتا سب آپس میں مشورہ کر کے اس کو دور کر لیتے۔ کنزالعمال میں ہے کہ اس کے بعد قرآن حکیم کے تمام نسخے حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق ہو گئے۔

لیکن بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں (۱۹ یا ۲۰ یا ۲۲ ہجری) میں وفات پا چکے تھے۔سب سے مشہور روایت یہ ہے کہ انہوں نے بزمانہ حضرت عثمان ۳۲ ہجری میں وفات پائی۔

اختلاف قرأت دور کرنے والی روایت اسی صورت میں صحیح ہو سکتی ہے جب حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کی وفات ۳۲ ہجری میں تسلیم کی جائے۔واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے اپنے پیچھے جو اولاد چھوڑی اس میں سے طفیل، محمد، ربیع، عبداللہ اور اُم عمر کے نام معلوم ہیں ان کی اہلیہ اُم طفیل بھی صحابیہ تھیں۔

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ علم و فضل کا مجمع البحرین تھے۔وہ نہ صرف قرآن اور جملہ علوم قرآنی

Marfat.com

میں درجہ تبحر رکھتے تھے بلکہ حدیث اور فقہ کے بھی بہت بڑے عالم تھے۔امام ذہبی کا بیان ہے کہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث کا بہت بڑا حصہ سنا تھا تاہم حضرت اُبی رضی اللہ عنہ روایت حدیث میں بے حد محتاط تھے۔چنانچہ ان سے صرف ۱۶۴ احادیث مروی ہیں۔

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کی جلالت علمی کی یہ کیفیت تھی کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے حلقہ درس میں شامل ہوتے تھے۔ان میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، خیر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک جیسے اساطین امت بھی شامل ہیں۔ان بزرگوں کو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر مسائل دریافت کرنے سے بھی اجتناب نہ تھا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ انہیں انصار میں سب سے بڑا عالم تسلیم کیا جاتا تھا۔ان کو اسلامی علوم کے علاوہ تورات اور انجیل پر بھی عبور حاصل تھا۔ان کتابوں میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بشارتیں مذکور ہیں وہ انہیں بڑے لطف و انبساط کے ساتھ لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ذات ایک ایسا چشمہ فیض کی حیثیت رکھتی تھی جس سے ہر مسلمان بقدر ظرف فیضیاب ہوتا تھا۔وہ لوگوں کو شرعی مسائل بھی بتاتے تھے اور قرآن حکیم کے حقائق و معارف کی تعلیم بھی دیتے تھے ان کے نزدیک قرآن کریم پر عمل کر کے ہی مسلمان اپنی دنیا اور آخرت سنوار سکتے تھے۔ایک دفعہ کسی شخص نے عرض کی کہ مجھے کوئی وصیت کیجئے۔فرمایا:

۲ قرآن کریم کو اپنا امام بنالو، اس کے فیصلوں اور احکام پر راضی ہو جاؤ، بے شک یہ قرآن وہی ہے جو تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوڑا ہے اور یہ ایسا شاہد ہے جس پر

Marfat.com

کوئی حرف گیری نہیں کرسکتا۔اس میں تمہارا تذکرہ بھی ہے اور تم سے پہلی امتوں کا بھی۔یہی تمہارے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرنے والا ہے۔اس میں تمہارا بھی اور تمہارے بعد آنے والوں کا بھی حال درج ہے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''حلیہ'' میں لکھا ہے کہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مومن میں چار صفتیں ضرور ہوتی ہیں۔

- ❖ اگر مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے۔
- ❖ اگر اسے کوئی نعمت عطا ہو تو اللہ کا شکر کرتا ہے۔
- ❖ اگر کوئی فیصلہ دیتا ہے تو پورا انصاف کرتا ہے۔
- ❖ اگر وہ بولتا ہے تو ہمیشہ سچ بولتا ہے۔

اور جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے کوئی چیز ترک کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اسے اس سے بہتر چیز ایسی جگہ سے دیتا ہے جہاں سے اسے ملنے کا گمان تک نہیں ہوتا اور جب کوئی بندہ اللہ کی دی ہوئی نعمت کی قدرت نہیں کرتا اور اسے اس طرح استعمال کرتا ہے جو شرعاً اس کے لیے جائز نہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے بدلے میں ایسے طریقے سے سزا دیتا ہے جو اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

بعض شرعی مسائل میں حضرت اُبی رضی اللہ عنہ اپنا خاص مسلک رکھتے تھے۔مثلاً وہ ظہر او رعصر کی نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے اور دوسری نمازوں میں خاموش رہتے تھے۔زنا کی سزا تین قسم کی بتاتے تھے متاہل بڈھے کو تازیانہ ورجم دونوں، متاہل جوان کو محض رجم اور غیر متاہل جوان کو فقط تازیانہ۔

مزاج میں کس قدر تکلف تھا۔حلقہ درس میں گدے پر بیٹھ کر تعلیم دیا کرتے تھے اور تلامذہ کو اپنی تعظیم کے لیے سروقد کھڑے ہونے سے منع نہیں فرماتے تھے۔بڑھاپے میں جب سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے پراگندہ مُو ہونا پسند نہیں فرماتے تھے۔ایک

Marfat.com

لونڈی کے ذمہ یہ کام تھا کہ وہ آپ کے بالوں کو بنا سنوار دیا کرے۔ دیوار میں ایک آئینہ لگا ہوا تھا جب کنگھی کرتے تھے تو اس کی طرف منہ کر لیتے تھے۔

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کی شخصیت علم اور عمل دونوں کی جامع تھی۔ بدعات سے اجتناب کرتے تھے۔ اور اپنے ہر کام میں سنت نبوی کو ملحوظ رکھتے تھے۔ عبادات میں خاص لطف حاصل ہوتا تھا نہایت خشوع وخضوع سے نماز پڑھتے تھے۔ اکثر شب بیدار رہتے تھے۔ تلاوت اور نماز میں آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے۔ عموماً تیسری رات کو قرآن مجید ختم کر لیا کرتے تھے۔ رات کے ایک حصے میں درود وسلام میں مصروف رہتے تھے۔

تقدم فی الاسلام، حب رسول ﷺ، شوق جہاد، شغف قرآن وحدیث اور جذبہ اصلاح وتبلیغ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ بن کعب کی کتاب سیرت کے نمایاں ابواب ہیں ان میں سے کسی باب پر بھی نظر ڈالیں، ان کی شخصیت منارہ نور نظر آتی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ابی بن کعب انصاری کاتب وحی، فاضل قرآن نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک ہیں۔ (انسائیکلوپیڈیا قرآنیات، قسط ۵، صفحہ ۱۵)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ احادیث بخاری کی روشنی میں

عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ ذُكِرَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ عِنْدَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَ ذَاكَ رَجُلٌ لَا أَزَالُ أُحِبُّهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يقولُ خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُود فَبَدَأَ بِهِ وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ایسے آدمی ہیں جن سے میں ہمیشہ محبت رکھتا ہوں میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چار آدمیوں سے قرآن کریم حاصل

Marfat.com

کرو چنانچہ سب سے پہلے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیا پھر سالم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام کا پھر معاذ بن جبل اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کا۔

عنْ أَنَسِ بنِ مالِكٍ رَضِيَ الله تَعَالَى عَنهُ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلمَ لِأُبَيِّ بنِ كَعْبٍ إِنَّ الله أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عليْكَ {لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا} (الْبَيِّنَة: ۱). قَالَ وسَمَّانِي قَالَ نَعَمْ قَالَ فبَكَى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں سورت "لم یکن الذین کفروا" پڑھ کر سناؤں عرض کی: کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ فرمایا: ہاں (یہ سن کر) آپ رضی اللہ عنہ رو دیئے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں یہ سورۃ "لم یکن الذین کفروا" آپ کے سامنے پڑھوں، احمد کی روایت میں علی بن زید سے عمار بن ابوعمار نے انہوں نے ابوحیہ سے روایت کی ہے کہ

لما نزلت لم يكن قَالَ جِبْرَائِيل عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام لرَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: إِن رَبك أمرك أَن تقرئها أُبَيا. فَقَالَ لَهُ: إِن الله أَمرنِي أَن أقرئك هَذِه السُّورَة. فَبكى

جب سورۃ "لم یکن الذین" نازل ہوئی تو جبریل علیہ السلام حضور رسول کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا بے شک آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ اس سورۃ کو ابی کے سامنے پڑھیں تو آپ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بے شک میرا رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں

Marfat.com

یہ سورۃ آپ کے سامنے پڑھوں تو انہوں نے رونا شروع کر دیا۔

پس حضور نبی کریم ﷺ کا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے سامنے اس سورت کا پڑھنا ان کی تعلیم کے لئے تھا نہ کہ ان سے سیکھنے کے لئے اور اس لئے تا کہ قرآن کا حفاظ پر پڑھنا سنت ہو جائے، خواہ وہ نسب، دین اور فضیلت میں ان سے کم درجہ کے ہوں یا اس سے حضرت ابی کی فضیلت کا اظہار تھا اور حضور نبی کریم ﷺ کے بعد وہ امام اور سردار مشہور ہو گئے۔

سورۃ لم یکن الذین کی تخصیص

اس سورۃ کی تخصیص کی حکمت یہ ہے کہ یہ سورۃ اختصار کے باوجود جامع اصول قواعد اور مہمات عظیمہ پر مشتمل ہے، علامہ قرطبی نے کہا کہ اس سورۃ کی تخصیص بایں وجہ ہے کہ یہ سورت توحید، رسالت، اخلاص اور صحف اور انبیاء پر نازل ہونے والی کتابوں پر مشتمل ہے اور اس میں نماز کا ذکر ہے، زکاۃ اور معاد کا ذکر ہے اہل جنت اور اہل دوزخ کا بیان ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس میں ہے: ''رسول من اللہ یتلو صحفا مطھرۃ'' مذکور ہے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اپنے اصحاب میں سے ایک کے سامنے پڑھئے اور آپ ﷺ نے مجھے اختیار فرمایا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام لیا ہے، طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ابی بن کعب سے فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں آپ کا اور آپ کے نسب کا بھی نام لیا ہے، قرطبی کہتے ہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے، یہاں ہمزہ استفہام للتعجب ہے کیونکہ یہ بعید تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کا نام لے اور یہ تعیین کرے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ان کے سامنے پڑھیں، پس اس وجہ سے حضرت ابی رضی اللہ عنہ خوشی اور سرور کی شدت کی وجہ سے رونے لگے، علامہ نووی نے کہا کہ ان کا رونا خوف سے تھا کہ کہیں

Marfat.com

اس نعمت عظمیٰ کے شکر میں کوئی تقصیر نہ ہو جائے۔ ''واللہ اعلم'' (عمدۃ القاری: ج۱۶، ص ۳۷۴)

نماز تراویح کے پہلے امام

لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو روایت میں آتا ہے بخاری شریف باب فضل من قام رمضان امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تراویح کے عنوان کے تحت حدیث نقل کی ہے حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری کہتے ہیں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف لائے تو دیکھا فاذا الناس اوزاع متفرقون لوگ تراویح پڑھتے اور تراویح کیسے پڑھتے یصلی الرجل بصلوۃ ایک آدمی الگ تراویح پڑھتا ویصلی الرجل ویصلی الرھط بصلوتہ ایک آدمی الگ تراویح پڑھتا اور ایک جماعت الگ تراویح پڑھتی یصلی الرجل بنفسہ ایک آدمی اکیلا پڑھتا ویصلی الرھط بصلوتہ ایک آدمی الگ ہوتا لوگ اس کے پیچھے ہوتے الگ الگ نماز پڑھتے اور دو دو چار ٹولیوں کی صورت کی میں نماز پڑھتے تو صحابہ الگ الگ تراویح پڑھتے جماعت کا اہتمام نہیں تھا۔ (بخاری)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: واللہ انی لاری لوجمعت ھؤلاء علی قاری واحد لکان امثل اگر یہ لوگ الگ الگ تراویح نہ پڑھیں امام ایک ہو جائے اور سارے مل کر تراویح پڑھیں جماعت کے ساتھ پڑھیں مل کر پڑھیں تو کتنی زبردست تراویح ہو جائے۔ کیسا عمدہ ہو کہ لوگ الگ پڑھنے کی بجائے جماعت کے ساتھ پڑھیں۔

حضرت عمر بن خطاب نے پھر ان کو جمع کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ثم عزم عمر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پختہ ارادہ کیا فجمعھم اور لوگوں کو جمع کر دیا علی ابی ابن کعب ابی بن کعب صحابی رسول ﷺ کو عمر بن خطاب نے امام بنایا باقی صحابہ کو پیچھے کھڑا کر دیا ایک امام باقی سارے مقتدی اب اکٹھے تراویح شروع ہوئی۔

بخاری شریف میں یہ نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کتنی پڑھائی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات تو فرمادی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی ابن

Marfat.com

کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر دیا تراویح کی نماز کتنی تھی یہ روایت ابوداؤد میں موجود ہے، یہ روایت سیر اعلام النبلاء میں موجود ہے۔ (سیر اعلام النبلاء جلد ۳ صفحہ ۱۷۶)

جامع المسانید وسنن ابن کثیر کے اندر موجود ہے حضرت حسن بصری تابعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی بھم عشرین رکعة ویوتر بثلاث

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی ابن کعب کے پیچھے جمع کر دیا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تراویح بیس رکعات پڑھاتے تھے وتر تین پڑھاتے۔

یہ عمر بن خطاب کا عمل تھا تراویح بیس رکعت شروع ہوگئی اور وتر تین رکعات شروع ہوگئے۔

حضرت عمر اور حضرت ابی بن کعب کے مابین تنازع دوران خلافت عدالت میں پیشی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی چیز سے متعلق آپس میں جھگڑا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ اپنے اور میرے درمیان کسی کو ثالث مقرر کر لیں، چنانچہ دونوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا فیصل مقرر کر لیا۔ پھر دونوں ان کے پاس چل کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں تا کہ تم ہمارے درمیان فیصلہ کر دو۔ جب دونوں حضرات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بچھونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے جگہ چھوڑ دی اور بولے: اے امیر المومنین! یہاں آیئے، حضرت عمر بے شک خلیفہ وقت تھے مگر اس وقت ایک سائل کی طرح حاضر تھے۔ حضرت

Marfat.com

زید کے اس طرز عمل پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هذا أول جورك جرت فی حکمك أجلسنی وخصمی (ابن جعد، المسند، الحدیث ۱۷۲۸)

"یہ پہلا ظلم ہے (جو تم نے اپنے فیصلے میں ظاہر کیا ایسی صورت میں) میں اپنے فریق کے ساتھ بیٹھنا پسند کروں گا"۔

اس کے بعد آپ دونوں حضرات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کسی چیز کے متعلق دعوی ظاہر کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ قاعدہ کے مطابق ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر گواہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قسم آتی تھی لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو فرمایا: امیر المؤمنین کو قسم اٹھانے سے تم معاف رکھو اور ان کے علاوہ میں کسی اور کے لئے ایسا مطالبہ کبھی نہ کرتا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے از خود قسم اٹھا لی۔ معاملہ حل ہو جانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ جب تک عمر زندہ ہے زید کبھی عہدہ قضاء پر فائز نہیں ہو سکتا کیونکہ عمر کے نزدیک تمام مسلمانوں کی عزت و آبرو برابر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عدل و انصاف کرنے میں کسی سے بھی رعایت نہ برتتے تھے۔ آقا و غلام اور اپنے پرائے سب کے ساتھ یکساں سلوک ہوتا تھا۔ شروع شروع مین انتظامی اور عدالتی عہدے ایک ہی شخص کے ماتحت ہوتے تھے مگر بعد میں انصاف کا محکمہ الگ کر دیا گیا۔ اس محکمہ کو قضاء کا محکمہ کہتے تھے۔ تمام ضلعوں میں عدالتیں قائم کی گئیں اور قاضی مقرر ہوئے۔ مقدمات کا فیصلہ قرآن و سنت کی روشنی میں کیا جاتا اور اگر کسی معاملہ میں قرآن و سنت خاموش ہوں تو ایسی صورت میں اجتہاد سے کام لے کر فیصلہ کر دیا جاتا تھا۔

❖❖❖❖❖

Marfat.com

5-حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

نام ونسب

کنیت ابوسعید، انصاری قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔

نسب نامہ یوں ہے: زید بن ثاب بن ضحاک بن زید بن وذان بن عمرو بن عبدعوف الانصاری الخزرجی۔ (الاصابہ: ج۱، ص۶۴۱، اسد الغابہ، ج۲، ص۱۸۵)

ولادت باسعادت

حافظ ابن اثیر جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو اس وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ کی عمر گیارہ سال تھی۔ اس حساب سے آپ کا سن ولادت تقریباً ۲ نبوی بنتا ہے۔ (اسد الغابہ: ج۲، ص۱۸۵)

بچپن سے ہی قرآن سے محبت وتعلق

حضرت زید رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ تشریف لائے تو لوگ مجھے آپ کی خدمت میں لے گئے اور حضور کو بتایا:

هذا من بنی النجار وقد قرأ سبع عشرة سورة فقرأت عليه فأعجبه ذلك

(الاصابہ: ج۱، ص۶۴۲)

کہ قبیلہ بنی نجار کے اس لڑکے کو قرآن مجید کی ۱۷ سورتیں یاد ہیں، میں نے وہ سورتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنائیں تو آپ بہت خوش ہوئے۔

آپ کی ذہانت، قوت حافظہ اور دینی علوم کے شوق کو دیکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا:

Marfat.com

تعلم کتاب یھود فإنی ما آمنھم علی کتابی (الاصابہ ج ا ص ۶۴۲)

تم یہود کی زبان سیکھو، مجھے اپنے خطوط میں ان پر بھروسہ نہیں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضور کے حکم کو مانتے ہوئے خوب محنت کر کے صرف دو ہفتوں میں یہود کی زبان سیکھ لی اس کے بعد آپ حضور علیہ السلام کی طرف سے یہود کو خطوط لکھتے اور ان کی طرف سے آنے والے خطوط پڑھ کر حضور کو سناتے۔

فضائل ومناقب

خیر القرون میں قرآن کریم کے حوالے سے تین اہم مرحلے پیش آئے۔ ان تینوں میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے کردار کی مثال نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی کاتب وحی رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عہد صدیقی میں جمع قرآن کا مرحلہ پیش آیا تو آپ رضی اللہ عنہ قرآن جمع کرنے پر مامور ہوئے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جب قرآن کو ایک لغت پر جمع کر کے اطراف عالم میں پھیلایا گیا تو اس کام کے لیے بھی ایک نمایاں نام حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی کا تھا۔ گویا کتابت قرآن، جمع قرآن اور نشر قرآن تینوں میں حضرت زید کا اہم کردار رہا ہے۔

علمی حیثیت

❖ حضور علیہ السلام نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو علم وراثت کا سب سے بڑا عالم قرار دیا ہے۔ فرمان نبوی ہے:

وأفرضھم زید بن ثابت (جامع ترمذی: باب مناقب معاذ بن جبل وزید بن ثابت)

❖ آپ رضی اللہ عنہ کے علمی کمال کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ مشہور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے جن حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوسعید۔ حضرت ابوہریرہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل ہیں۔

(اسد الغابۃ: ج ۲ ص ۱۸۶)

Marfat.com

❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے علم تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نام ایک نمایاں مقام رکھتا ہے مگر آپ رضی اللہ عنہ بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ کے علم کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سواری پر سوار ہو کر جانے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ان کی سواری کی رکاب پکڑ کر چلنے لگے، حضرت زید نے منع کیا کہ اس طرح نہ کریں۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

قال لا هكذا نفعل بالعلماء والكبراء (الاصابہ ج ۱ ص ۶۴۲)

ہم تو اپنے علماء اور بڑوں کا یوں ہی احترام کرتے ہیں۔

جس شخصیت کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسی ہستی علماء اور اکابرین میں سے تسلیم کرے تو اس کے علم کا کیا مقام ہوگا؟!

فقہی مقام

❖ حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما آپ رضی اللہ عنہ کی فقیہانہ حیثیت کی بڑی قدر کرتے تھے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ماكان عمر وعثمان يقدمان على زيد أحدا في الفتوى والفرائض والقراءة

(تذکرۃ الحفاظ)

کہ حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما فتوی (یعنی علم فقہ) وراثت اور قرآت قرآن میں حضرت زید کو سب سے مقدم سمجھتے تھے۔

❖ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ وہ چھ صحابہ رضی اللہ عنہم جو صاحب فتوی شمار ہوتے ہیں، ان میں ایک نام زید بن ثابت کا ہے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج ۲ ص ۶۴۲)

نیز یہ بھی نقل کرتے ہیں:

Marfat.com

كان زيد رأسا بالمدينة فى القضاء والفتوى والقراءة والفرائض۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج ۲ ص ۶۴۲)

حضرت زید کو مدینہ منورہ میں قضاء، فتویٰ، قرآت اور فرائض میں بڑا مقام حاصل تھا۔

❖ آپ کے فقہی مقام کا یہ حال تھا کہ اہل اسلام کی ایک کثیر جماعت آپ کے قول وفتویٰ کے مقابلے میں کسی اور فقیہ کی بات عمل نہیں کرتی تھی۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مدینہ والوں نے حضرت ابن عباس سے ایک مسئلہ پوچھا، اس میں حضرت ابن عباس کا قول اور تھا حضرت زید کا اور۔ مدینہ والوں نے کہا:

لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ (صحیح بخاری: بَاب إِذَا حَاضَتْ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ)

کہ ہم آپ کے فرمان کو لیں اور حضرت زید کے فتویٰ کو چھوڑ دیں، ایسا نہیں کر سکتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس دور میں اہل مدینہ ایک متعین فقیہ کی تقلید کرتے تھے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی وفات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تاثرات

۴۵ھ میں علم وفقہ کا یہ عظیم چراغ کئی سالوں تک دنیا کو علم کی روشنی سے منور کرنے کے بعد قبر کی زینت بن گیا۔ آپ کی وفات پر اکابر صحابہ نے انتہائی دردناک جملوں میں غم کا اظہار فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ نے فرمایا:

اليوم مات حبر هذه الأمة وعسى الله أن يجعل فى ابن عباس منه خلفا۔

(أسد الغابۃ ج ۱ ص ۱۸۷)

آج اس امت کا بہت بڑا عالم دنیا سے چلا گیا۔ امید ہے اللہ تعالیٰ ابن عباس کو ان کا جانشین بنا دیں گے۔

شاعر دربارِ نبوت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

Marfat.com

فمن للقوافی بعد حسان وابنه ومن للمعانی بعد زید بن ثابت

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ)

حسان اور اس کے بیٹے کے بعد ایسے اشعار کون پڑھ سکے گا اور قرآن کا مطلب ومفہوم زید کے بعد کون بیان کر سکے گا۔

مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

من سرہ أن یعلم کیف ذهاب العلم فهکذا ذهاب العلم والله لقد دفن الیوم علم کثیر (تہذیب الکمال ج ۳ ص ۶۷۱)

جو شخص جاننا چاہتا ہے کہ علم کیسے دنیا سے جاتا ہے وہ دیکھ لے کہ زید جیسے شخص کے جانے سے علم جاتا ہے، آج زید کے دفن ہونے سے علم کا بہت بڑا حصہ دفن ہو گیا۔

نام ونسب اور ابتدائی حالات

اہل مدینہ میں یوم بعاث سب سے زیادہ مشہور ہے، زید کے والد اسی لڑائی میں قتل ہوئے، یہ واقعہ ہجرت سے ۵ سال قبل کا ہے اس وقت ان کی عمر کل ۶ برس کی تھی۔

قبولِ اسلام

اسلام مدینہ میں مسافر کی حیثیت سے تھا مصعب بن عمیر مبلغ اسلام، توحید ورسالت کا وعظ کہہ رہے تھے، زید نے اسی صغر سنی میں اسلام قبول کیا، کسی انسان کا اگر بلوغ سے قبل ایمان لانا باعث فخر ومباہات ہوسکتا ہے، تو زید نے گیارہ سال کی عمر مین یہ فخر حاصل کیا اور ابتداء ہی سے ان کا دامن شرک کے داغ سے پاک رہا۔

غزوات میں شرکت

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا سن ۱۳ سال کا تھا کہ غزوہ بدر پیش آیا، انصار ومہاجرین کا مجمع جب میدان جنگ کو روانہ ہوا تو ۱۳ برس کے اس بچہ نے بھی لڑائی کا عزم بالجزم کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو بچوں کی ایک جماعت کے ساتھ پیش ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی

Marfat.com

کم سنی پر نظر فرما کر واپس کر دیا۔ غزوۂ احد کی شرکت کے متعلق بھی اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ غزوۂ خندق جو ۵ھ میں واقع ہوا تھا، حضرت زید رضی اللہ عنہ کا پہلا غزوہ تھا، اس وقت ان کا سن ۱۶ سال کا تھا اور وہ شرکت جہاد کی عمر کے مطابق ہو چکے تھے۔

غزوۂ خندق میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ معرکہ کارزار میں موجود تھے اور خندق کھودنے والی جماعت میں شامل تھے اور مٹی نکال کر باہر لاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر پڑی تو فرمایا کیسا اچھا لڑکا ہے؟ اتفاق سے ان کو نیند آ گئی، عمارہ بن حزم نے دیکھا تو مذاق سے ان کے ہتھیار اتار لئے، زید کو خبر نہ ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس تھے مزاحاً فرمایا "یا ابارقاد" یعنی اے نیند کے باپ اٹھ اور لوگوں کو منع فرمایا کہ اس قسم کا مذاق نہ کیا کریں۔ غزوۂ تبوک میں ان کے قبیلہ مالک بن نجارہ کا علم عمارہ بن حزم کے ہاتھ میں تھا، بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے لے کر زید کو عطا فرمایا، عمارہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے کون سی خطا ہوئی، فرمایا کچھ نہیں مجھے قرآن کا لحاظ مدنظر ہے، زید تم سے زیادہ قرآن پڑھ چکے ہیں۔ جنگ یمامہ میں جو ابوبکر کے عہدِ مبارک میں مسیلمہ کذاب سے ہوئی تھی زید شامل تھے اس میں ان کو ایک تیر لگا، لیکن جس کا کوئی صدمہ نہیں پہنچا۔

قرآن کا علم

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہوتے ہی قرآن پڑھنا شروع کیا، اس بناء پر لوگ ان کو نہایت عزت کی نظر سے دیکھتے تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے، تو یہ ۱۷ سورتوں کے حافظ ہو چکے تھے، لوگ ان کو آپ کی خدمت میں لے گئے اور کہا کہ یہ بنی نجار سے ہیں اور ۱۷ سورتیں پڑھ چکے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن کر بہت خوش ہوئے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے قرآن سنایا تو آپ کو بڑا تعجب ہوا۔ علم میراث کے امام ہیں، قرآن مجید جمع کرنے والی جماعت کے امیر ہیں کہ آپ نے اپنی جماعت کے ساتھ خلافت صدیقی میں قرآن مجید جمع کیا اور عہد عثمانی میں اسے مصاحف میں نقل فرمایا، آپ سے بڑی مخلوق

Marfat.com

نے احادیث روایت کیں، پچاس سال عمر پائی ۴۵ ہجری میں وفات ہوئی۔

(مرأۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، مفتی احمد یار خان، جلد ۸، صفحہ ۶۰۵)

امارت مدینہ منورہ

حضرت زید رضی اللہ عنہ میں علمی و دینی کمالات کے ساتھ انتظامی قابلیت بھی تھی اور ان پر اتنا اعتماد تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مدینہ سے سفر کیا تو اپنا جانشین انہی کو مقرر کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی یہی طرز عمل رہا، وہ جب حج کو مکہ معظمہ روانہ ہوتے تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کو کاروبار خلافت سپرد کر جاتے تھے۔ خلافت فاروقی میں زید کو تین مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہم نشینی کا فخر حاصل ہوا۔ ۱۶ھ اور ۱۷ھ میں دو مرتبہ عمر کے حج کے موقع پر تیسری مرتبہ ان کے شام کے سفر کے زمانہ میں شام پہنچ کر زید کو آپ نے جب خط لکھا تو اس میں زید کا نام اپنے نام سے پہلے تحریر کیا یعنی "الی زید بن ثابت من عمر بن الخطاب" ہر دفعہ زید نے خلافت کی ذمہ داریوں کو نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے انجام دیا، عمر ان کے انتظام سے بہت خوش ہوتے اور واپس آ کر ان کو کچھ جاگیر دیا کرتے تھے۔

وفات

پچپن، چھپن سال کا سن مبارک تھا کہ پیام اجل آ گیا اور 45ھ میں وفات پائی اس وقت تخت حکومت پر امیر معاویہ متمکن تھے اور مروان بن حکم مدینہ منورہ کا امیر تھا وہ زید سے دوستانہ تعلقات رکھتا تھا، چنانچہ اسی نے نماز جنازہ پڑھائی تمام لوگ سخت غمگین تھے، ابو ہریرہ نے موت کی خبر سن کر کہا آج حبر الامۃ اٹھ گیا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تعارف

حضرت زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار انصاری نجاری، کنیت ابو سعید، اور ایک قول کے مطابق ابو خارجہ مدنی ہے ان کی والدہ کا نام النوار بنت مالک بن نجار تھا جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف

Marfat.com

لائے تو اس وقت ان کی عمر ۱۱ سال تھی اور یہ وحی لکھتے تھے، اور یہ فضلاء اور اہل فتویٰ صحابہ کرام میں سے تھے، ان کا وصال ۴۵ ہجری میں ہایا ۵۶ ہجری میں ہوا۔

(عمدۃ القاری: ج ۱۶، ص ۳۷۴)، الاصابہ: ج ۱، ص ۶۴۱، ج ۲، ص ۱۸۵)

ولادت باسعادت

حافظ ابن اثیر جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو اس وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ کی عمر گیارہ سال تھی۔ اس حساب سے آپ کا سن ولادت تقریبا 2 نبوی بنتا ہے۔ (اسد الغابہ ج، ۲ ص ۱۸۵)

بچپن سے ہی قرآن سے محبت و تعلق

حضرت زید رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ تشریف لائے تو لوگ مجھے آپ کی خدمت میں لے گئے اور حضور کو بتایا: ''هذا من بنی النجار وقد قرأ سبع عشرة سورة فقرأت عليه فأعجبه ذلك'' کہ قبیلہ بنی نجار کے اس لڑکے کو قرآن مجید کی ۱۷ سورتیں یاد ہیں، میں نے وہ سورتیں حضور علیہ السلام کو سنائیں تو آپ بہت خوش ہوئے۔ (الاصابۃ: ج ۱ ص ۶۴۲)

آپ کی ذہانت، قوت حافظہ اور دینی علوم کے شوق کو دیکھتے ہوئے حضور علیہ السلام نے ان کو حکم فرمایا: ''تعلم كتاب يهود فإني ما آمنهم على كتابي'' تم یہود کی زبان سیکھو، مجھے اپنے خطوط میں ان پر بھروسہ نہیں۔ (الاصابہ: ج ۱، ص ۷۴۲)

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضور کے حکم کو مانتے ہوئے خوب محنت کر کے صرف دو ہفتوں میں یہود کی زبان سیکھ لی اس کے بعد آپ حضور علیہ السلام کی طرف سے یہود کو خطوط لکھتے اور ان کی طرف سے آنے والے خطوط پڑھ کر حضور رضی اللہ عنہ کو سناتے۔

Marfat.com

فضائل ومناقب

خیر القرون میں قرآن کریم کے حوالے سے تین اہم مرحلے پیش آئے۔ ان تینوں میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے کردار کی مثال نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں بھی کاتب وحی رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عہد صدیقی میں جمع قرآن کا مرحلہ پیش آیا تو آپ رضی اللہ عنہ قرآن جمع کرنے پر مامور ہوئے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جب قرآن کو ایک لغت پر جمع کر کے اطراف عالم میں پھیلایا گیا تو اس کام کے لیے بھی ایک نمایاں نام حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی کا تھا۔ گویا کتابت قرآن، جمع قرآن اور نشر قرآن تینوں میں حضرت زید کا اہم کردار رہا ہے۔

علمی حیثیت

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو علم وراثت کا سب سے بڑا عالم قرار دیا ہے۔

فرمان نبوی ہے: وأفرضهم زيد بن ثابت

(جامع ترمذی: مناقب معاذ بن جبل وزید بن ثابت رضی اللہ عنہما)

(۲) آپ کے علمی کمال کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ مشہور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے جن حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوسعید۔ حضرت ابوہریرہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل ہیں۔

(اسد الغابہ: ج ۲، ص ۱۸۶)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے علم تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نام ایک نمایاں مقام رکھتا ہے مگر آپ رضی اللہ عنہ بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ کے علم کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سواری پر سوار ہو کر جانے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کی سواری کی رکاب پکڑ کر چلنے لگے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے منع کیا کہ اس طرح نہ کریں۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قال لا هكذا نفعل بالعلماء

Marfat.com

والکبراء۔(الاصابہ:ج۱،ص۶۴۲)

ہم تو اپنے علماء اور بڑوں کا یوں ہی احترام کرتے ہیں۔

جس شخصیت کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسی ہستی علماء اور اکابرین میں سے تسلیم کرے تو اس کے علم کا کیا مقام ہوگا؟!

فقہی مقام

(۱) حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما آپ رضی اللہ عنہ کی فقیہانہ حیثیت کی بڑی قدر کرتے تھے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ما کان عمر وعثمان یقدمان علی زید أحدا فی الفتوی والفرائض والقراءة" کہ حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما فتوی (یعنی علم فقہ) وراثت اور قرآت قرآن میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کو سب سے مقدم سمجھتے تھے۔(تذکرۃ الحفاظ: تحت ترجمۃ أبی ھریرۃ الدوسی الیمانی)

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ وہ چھ صحابہ رضی اللہ عنہم جو صاحب فتوی شمار ہوتے ہیں، ان میں ایک نام زید بن ثابت کا ہے۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابہ: ج۲، ص۶۴۲)

نیز یہ بھی نقل کرتے ہیں: کان زید رأسا بالمدینۃ فی القضاء والفتوی والقراءة والفرائض۔(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ: ج۲ ص۶۴۲)

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں قضاء، فتویٰ، قرآت اور فرائض میں بڑا مقام حاصل تھا۔

آپ کے فقہی مقام کا یہ حال تھا کہ اہل اسلام کی ایک کثیر جماعت آپ کے قول وفتویٰ کے مقابلے میں کسی اور فقیہ کی بات پر عمل نہیں کرتی تھی۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مدینہ والوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک مسئلہ پوچھا، اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اور تھا حضرت زید رضی اللہ عنہ کا اور۔ مدینہ والوں نے کہا: لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِكَ

Marfat.com

وَنَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ (صحیح بخاری: بَاب إِذَا حَاضَتْ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ)

کہ ہم آپ کے فرمان کو لیں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کو چھوڑ دیں، ایسا نہیں کرسکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس دور میں اہل مدینہ ایک متعین فقیہ کی تقلید کرتے تھے۔

وفات حسرت آیات اور تاثرات صحابہ

۴۵ھ میں علم وفقہ کا یہ عظیم چراغ کئی سالوں تک دنیا کو علم کی روشنی سے منور کرنے کے بعد قبر کی زینت بن گیا۔ آپ کی وفات پر اکابر صحابہ نے انتہائی دردناک جملوں میں غم کا اظہار فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ الیوم مات حبر هذه الأمة وعسى الله أن يجعل في ابن عباس منه خلفا۔ آج اس امت کا بہت بڑا عالم دنیا سے چلا گیا۔ امید ہے اللہ تعالیٰ ابن عباس کو ان کا جانشین بنادیں گے۔ (أسد الغابة ج ۱ ص ۱۸۷)

شاعر مصطفیٰ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''فمن للقوافی بعد حسان وابنه ومن للمعانی بعد زيد بن ثابت'' حسان اور اس کے بیٹے کے بعد ایسے اشعار کون پڑھ سکے گا اور قرآن کا مطلب ومفہوم زید کے بعد کون بیان کرسکے گا۔ (الاصابة في تمييز الصحابة)

مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''من سره أن يعلم كيف ذهاب العلم فهكذا ذهاب العلم والله لقد دفن اليوم علم كثير'' جو شخص جاننا چاہتا ہے کہ علم کیسے دنیا سے جاتا ہے وہ دیکھ لے کہ زید جیسے شخص کے جانے سے علم جاتا ہے، آج زید کے دفن ہونے سے علم کا بہت بڑا حصہ دفن ہوگیا۔ (تہذیب الکمال ج ۳ ص ۱۷۱) فرضی الله عنهم بحقهم عنا، آمین بجاه النبی الکریم

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ أُبَيٌّ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَأَبُو زَيْدٍ وَزَيْدُ ابْنُ ثَابِتٍ قُلْتُ لِأَنَسٍ مَنْ أَبُو زَيْدٍ قَالَ أَحَدُ عُمُومَتِي

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں قرآن پاک چار حضرات نے جمع کیا اور یہ چاروں ہی انصار سے تھے یعنی ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابوزید اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔

میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ابوزید کون ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ میرے ایک چچا ہیں۔

یہ حدیث امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے الفضائل میں ابوموسیٰ، یحییٰ بن حبیب سے، امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے المناقب میں بندار سے انہوں نے یحییٰ سے اور امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے المناقب میں محمد بن یحییٰ سے اور فضائل القرآن میں اسحاق بن ابراہیم اور بندار سے انہوں نے یحییٰ سے روایت کی ہے۔

"جمع القرآن" یعنی قرآن کے حفاظت کا اہتمام کیا، "ابوزید" ابن مدینی نے کہا ان کا نام اوس ہے اور یحییٰ بن معین سے روایت ہے کہ وہ ثابت بن زید بن مالک اشہلی ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ سعد بن عبید بن نعمان ہیں۔

استیعاب میں ہے کہ دو قبیلوں نے باہم فخر کیا تو اوس نے کہا ہم میں غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ جن کی حفاظت شہد کی مکھیوں نے کی، اور وہ ہیں جن کی موت کے وقت عرش الٰہی ہلنے لگا، اور وہ ہیں جن کی شہادت دو کی شہادت کے برابر ہے یعنی حضرت حزیمہ رضی اللہ عنہ، اور خزرج نے کہا ہم میں وہ چار ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں قرآن جمع کیا، یعنی حضرت معاذ، ابی، زید اور ابوزید، پس اگر کہا جائے کہ ان کے علاوہ اوروں نے بھی تو قرآن جمع کیا جیسے خلفائے اربعہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تعداد کا مفہوم زائد کی نفی نہیں کرتا، ایک قول یہ ہے کہ ان چاروں نے قرآنِ کریم کو اپنے حافظوں میں جمع کرلیا تھا، تو اگر کہا جائے کہ کیسے سارے کا سارا قرآن جمع کیا جب کہ کچھ قرآن تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے قریب نازل ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ

Marfat.com

انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے قبل بعض قرآن حفظ کرلیا تھا، اگر یہ کہا جائے کہ یہ حدیث، حدیث عبداللہ بن عمرو بن عاص کے خلاف ہے جس میں ہے کہ ان چار سے قرآن سیکھو اور وہ یہ ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعود، سالم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام، حضرت ابی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہاں تعارض نہیں کیونکہ حکم یہ ہے کہ ان چار سے قرأت قرآن سیکھو جب کہ اس حدیث میں ان حضرات کے جمع قرآن کا ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری: ج۱۶، ص۳۷۵)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قابلیت اور سمجھ کو بہت مانتے تھے ویسے انہوں نے عام طور پر فتوی اور دینی باتوں میں رائے دینے سے روک دیا تھا لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ خاص مدینے میں بیٹھ کر مسلمانوں کو فتوے دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہیں کا حاکم بنایا نہ مدینے سے کہیں باہر جانے اور فرماتے کیا کروں شہر والے ان کے محتاج ہیں اور جو دولت ان کے پاس کسی کے پاس نہیں۔

مردوں کی میراث اور ترکے کے حصے بخرے کرنے کو اسلام میں علم فرائض کہتے ہیں، کبھی حساب لگانے میں اور ٹھیک ٹھیک حصے لگانے میں مشکل پڑتی ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ فرائض میں کمال رکھتے تھے۔ اس میں آپ کے بہت سے فتوے ہیں، بڑے بڑے صحابہ ان کی رائے کو آنکھ بند کر کے مانتے تھے اور ان کا ادب کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خود بہت بڑے عالم تھے لیکن وہ بھی ان سے فتوے لیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی تھے۔ وہ ان کا ایسا ادب کرتے کہ ایک بار یہ کہیں جانے کو گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر رکاب تھام لی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر انہوں نے پندرہ دن میں عبرانی اور سریانی زبانیں سیکھ

Marfat.com

لیں اور ایسی مشق پیدا کر لی کہ خط آتے تو یہ انہیں پڑھ کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے آپ کی طرف سے ان کا جواب بھی لکھتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ کام دے رکھا تھا بعد میں بھی یہ کام ان ہی کے پاس رہا مگر اب کام بڑھ گیا تھا اس لیے ایک اور صحابی ان کے مددگار بنائے گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جگہ جگہ باضابطہ قاضی مقرر کیے تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کو مدینے کا قاضی بنایا۔ یہ اپنے گھر ہی پر بڑے بڑے مقدموں کے فیصلے کرتے اور بڑے بڑے صحابی ان کی عدالت میں حاضر ہوتے۔ ایک بار تو امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا مقدمہ پیش ہوا۔

بیت المال جگہ جگہ تھے لیکن مدینے کا بیت المال سب سے بڑا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی دیکھ بھال حضرت زید رضی اللہ عنہ کو دی تھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بڑے بڑے معاملوں میں مہاجرین اور انصار کے خاص خاص بزرگوں سے رائے لیا کرتے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ایک کونسل سی بنائی تو اس میں انہیں شریک رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دینی باتوں میں جہاں ان کی قابلیت کی قائل تھے۔ وہاں انہیں ان کی انتظامی قابلیت پر بھی پورا بھروسا تھا۔

وہ جب جب مدینے سے باہر تشریف لے جاتے تو انہیں اپنا قائم مقام بنا جاتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس دولت میں بہت بڑا حصہ ملا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانے میں غنیمت کا مال خود اپنے ہاتھوں تقسیم فرمایا کرتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ کام انہیں ملا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انصاریوں کے وظیفوں کی تقسیم کا کام انہیں دے رکھا تھا۔ یہ بہت احتیاط سے ٹھیک ٹھیک تقسیم کرتے اور اپنا وظیفہ سب کے آخر میں لیتے

Marfat.com

تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کا معاملہ اٹھا۔ انصار میں سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جلسے کے صدر تھے اور انصار تو سگ ان ہی کو خلیفہ بنانے کو تھے مگر یہ ٹھیک نہ ہوتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ عین وقت پر پہنچ گئے لوگ اپنی اپنی کہہ رہے تھے۔

ایک بار حضرت زید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے چھوٹی سی تقریر کی لیکن ایسی کہ مجلس کا رنگ بدل گیا، بولے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی مہاجر تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین یعنی خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہیے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر ان کی تعریف کی اور دعائیں دیں۔ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انصار سے کہا ان کے ہاتھ پر بیٹھ کرو۔

۴۵ھ ۵۶-۵۵ برس کے تھے کہ مدینے شریف میں وفات پائی مشہور صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سنا تو بولے افسوس آج جرالامتہ بھی اٹھ گیا۔

❖❖❖❖❖

Marfat.com

6-حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

عظیم ہستی جو حیران کن صفات سے لبریز تھی نام عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ۔

آپ اپنی کنیت ''ابوموسیٰ اشعری'' کے نام سے جانے گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جونہی یہ خبر سنی کہ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توحید کا اعلان کر رہے ہیں اور پورے اعتماد و وثوق کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے اور مکارم اخلاق کا حکم دیتے ہیں تو آپؓ فوراً اپنا وطن یمن چھوڑ کر مکہ کی طرف چل پڑے۔ مکہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھ گئے اور ہدایت و یقین کی نعمتِ لازوال سے جھولی بھرنے لگے۔ پھر کلمہ توحید کی دولت دل میں لیے مکہ سے نکلے اور واپس وطن آ گئے۔ دوبارہ فتحِ خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حبشہ سے واپس آئے تھے۔ اس مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اکیلے نہیں آئے تھے بلکہ یمن کے پچاس سے زائد لوگ بھی آپؓ کے ہمراہ تھے جنھیں آپؓ نے دامنِ اسلام سے وابستہ کر دیا تھا۔ ان لوگوں میں آپؓ کے دو سگے بھائی حضرت ابورُہمؓ اور حضرت ابو بُردہ بھی تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وفد بلکہ اس پوری قوم کو ''اشعریُون'' کے نام سے پکارا اور ان کی یہ صفت بیان کی کہ یہ لوگوں میں سب سے زیادہ نرم دل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے سامنے ان لوگوں کی اعلیٰ مثالیں بیان کرتے اور فرماتے:

اشعریوں کا کسی جنگ میں توشہ ختم ہو جائے یا ان کا کھانا کم پڑ جائے تو وہ اس چیز ایک کپڑے میں جمع کرتے ہیں جو ان کے پاس رہ گئی ہوتی ہے پھر اس کو برابر تقسیم کر لیتے ہیں

Marfat.com

معلوم رہے کہ وہ مجھ سے اور میں ان سے ہوں!

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ حیران کن حد تک عظیم صفات سے لبریز تھے۔ آپ جب جنگ پر مجبور کر دیے جاتے تو جرات مند جنگجو اور چٹان صفت بہادر ثابت ہوتے۔ دوسری طرف آپ رضی اللہ عنہ بے ضرر اور ایسے پاکباز انسان تھے کہ پاکبازی اور سادگی کی آخری حدوں کو پہنچے ہوئے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ ایسے ذہین و فطین اور محتاط فقیہ تھے کہ الجھے معاملات کی گتھیاں سلجھانے میں آپ رضی اللہ عنہ کا فہم و فراست بلندیوں کو چھوتا دکھائی دیتا اور فتویٰ و فیصلہ کے موقع پر چمک چمک کر سامنے آتا۔ حتیٰ کہ یہ کہا جانے لگا تھا کہ: اس امت کے فیصلہ ساز چار ہیں: عمر، علی، ابو موسیٰ اور زید بن ثابت!! رضی اللہ عنہم۔

پھر یہی نہیں بلکہ آپ رضی اللہ عنہ بڑی سادہ فطرت کے مالک تھے۔ کوئی اللہ کے معاملے میں آپ رضی اللہ عنہ کو دھوکا دیتا تو آپ رضی اللہ عنہ اس سے دھوکا کھا جاتے! آپ رضی اللہ عنہ اپنی ذمہ داریوں کی ادائی کا حق ادا کرنے والے عظیم انسان تھے۔ لوگوں پر بہت زیادہ اعتماد کر لیتے تھے۔ اگر ہم آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا لب لباب نکالنا چاہیں تو وہ یہ ہو سکتا ہے:

''ہر صورت اخلاص سے کام لینا پھر جو کچھ ہوتا ہے، ہوتا رہے''

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک اعتماد اور محبت کا مقام حاصل تھا۔ خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کے نزدیک بھی آپ رضی اللہ عنہ صاحب مقام و مرتبہ تھے۔

رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی زندگی میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کا والی بنایا۔ وصالِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ رضی اللہ عنہ مدینہ آ گئے تا کہ اس جہادِ کبیر میں اپنی ذمہ داریاں ادا کر سکیں جس میں مسلمان افواج ایران و روم کے خلاف برسرِ پیکار تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں آپ رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی حکمرانی کی ذمہ داری آپ رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر ڈالی۔ جب امیر المومنین حضرت

Marfat.com

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا حاکم بنا کر وہاں بھیجا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کو جمع کیا اور انھیں خطاب کرتے ہوئے کہا:

''امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے تمھاری طرف بھیجا ہے کہ میں تمھیں تمھارے رب کی کتاب اور اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سکھاؤں اور تمھارے لیے راستوں کو صاف ستھرا کروں!''

لوگوں نے جب یہ بات سنی تو تعجب اور حیرانی میں ڈوب گئے کہ ایک حاکم اور امیر کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ یہ لوگوں کو دینی رہنمائی اور کتاب وسنت کی تعلیم کیسے دے سکیں گے اور کیسے ان کے لیے راستوں کو صاف شفاف بنا سکیں گے۔

راستوں کی صفائی ستھرائی اہل بصرہ کے لیے نئی اور عجیب وغریب شے تھی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس حاکم کے بارے میں فرماتے: ''اہل بصرہ کے لیے اس سے بہتر کوئی آنے والا نہیں آیا!''

آپ رضی اللہ عنہ حفظ، فقہ اور عمل کے اعتبار سے فعال تھے۔ قرآن کے بارے میں آپ کے روشن کلمات میں سے ایک جملہ یہ ہے:

''قرآن کے پیچھے چلو اور یہ نہ چاہو کہ قرآن تمھارے پیچھے آئے!''

میدانِ جہاد میں جنابِ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی ذمہ داریوں کو ایسی کمال جرات وبسالت سے ادا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں تک فرما دیا:

''گھوڑسواروں کا سردار، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ہے''۔

آپ ایک سپاہی کی حیثیت سے اپنی زندگی کی تصویر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک غزوے کے لیے نکلے جس میں ہمارے لشکر کے پاؤں گھس کر زخمی ہو گئے اور ناخن اتر گئے، یہاں تک کہ ہم نے قدموں پر کپڑے کے چیتھڑے لپیٹ لیے!!''

Marfat.com

مضبوط جسم اور بے پناہ طاقت کا مالک یہ سپاہی جونہی میدانِ جنگ سے باہر آتا تو ایک مطیع وفرمانبردار اور خشیت سے رو رو کر بے حال ہو جانے والے مومن میں بدل جاتا۔

تلاوت قرآن کرتے تو سننے والے کی دل کی گہرائی تک اس کے اثرات مرتب ہوتے یہاں تک کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابو موسیٰ کو آل داؤد کی سُروں میں سے ایک سُر عطا ہوا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کو تلاوت کے لیے یوں کہتے اے ابو موسیٰ! ہمارے اندر رب کا شوق پیدا کر۔

جناب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مزاج کی پاکیزگی وسادگی اور طبیعت کی سلامتی دشمن کو جنگ پر ابھارنے والی نہیں تھی۔ اس طرح کے مواقع پر آپ رضی اللہ عنہ معاملات کو پوری وضاحت کے ساتھ دیکھتے بھالتے اور پورے عزم کے ساتھ فیصلہ کرتے۔ جب مسلمان ایران کو فتح کر رہے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اہلِ اصفہان سے جزیے پر صلح کر لی حالانکہ ان لوگوں کا مقصد صلح نہیں تھا بلکہ یہ آئندہ حملے کے لیے تیاری کی مہلت چاہتے تھے۔

یہ لوگ صلح میں مخلص نہیں تھے لیکن پھر بھی جناب ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا ذہن ان لوگوں کی طرف سے مطمئن ہو گیا اور انھوں نے اسے کوئی سازش نہ سمجھا۔ پھر جب ان لوگوں نے مسلمانوں پر حملے کا ارادہ کیا تب اس کمانڈر کو ان کی فریب کاری پر کوئی شبہ نہ رہا اور اس نے انھیں میدان میں آنے کی دعوت دے دی۔ پھر دن ابھی آدھا نہیں گزرا تھا کہ یہ عظیم کمانڈر فتح مبین سے ہمکنار ہو گیا!

ایران کی شہنشاہت کے خلاف مسلمان جن جنگوں میں اُترے ہوئے تھے جنابِ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا اس جہاد میں عظیم کردار ہے۔ ٹوسٹر کا وہ مقام جہاں ہُرمُزان اپنے لشکر سمیت پسپا ہو کر قلعہ بند ہو گیا تھا اور اس نے وہاں خوفناک لشکر جمع کر لیا تھا، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس معرکہ کے مردِ میدان تھے۔

Marfat.com

یہ وہ موقع ہے جس میں امیر المومنین جنابِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کی کمک پہنچائی تھی جن میں جنابِ عمار بن یاسر، جنابِ براء بن مالک، جنابِ انس بن مالک اور جناب مجزأۃ البکری رضی اللہ عنہم سرفہرست تھے۔

یہ معرکہ شدت اور سختی میں تمام معرکوں سے بڑھ کر تھا۔ جب ایرانی افواج بھاگ کر ٹوسڑ شہر کے اندر چلی گئیں جو قلعہ نما تھا تو مسلمانوں نے کئی دن تک ان کا محاصرہ کیے رکھا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ نے داؤ کھیلا اور دو سو گھوڑ سواروں کو ایک ایرانی غدار کے ہمراہ بھیجا۔ آپ ؓ نے اس ایرانی کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اس لشکر کے لیے شہر کا دروازہ کھلوا دے۔

پھر شہر کا دروازہ کھلنا تھا کہ لشکرِ اسلام کے ہراول دستے نے ایرانیوں کا حفاظتی حصار توڑ ڈالا۔ پیچھے سے جنابِ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے مسلسل کاری واروں کا سلسلہ جاری رکھا اور چند ہی لمحوں میں مسلمان اس خطرناک قلعے پر قابض ہو گئے۔ ایرانی کمانڈروں نے ہتھیار ڈال دیے اور حضرت ابوموسیٰ ؓ نے انھیں گرفتار کر کے امیر المومنین کے پاس مدینہ بھجوا دیا تا کہ آپ رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کریں۔

جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ صرف اسی جنگ میں حصہ لیتے جس میں مسلمانوں کا مقابلہ ایسی افواج سے ہوتا جو دین کے خلاف برسرِ پیکار ہوتیں اور اللہ کے نور کو بجھا ڈالنے کا ارادہ رکھتی تھیں۔ جب لڑائی ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے ہوتی تو آپ اس سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔

اندرونی جنگوں میں جناب ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے دیکھا تو حق حکمرانی کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ہر فریق اپنے حاکم کے بارے میں تعصب سے کام لے رہا ہے۔ دوسری طرف آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی دیکھا کہ دونوں اطراف کے جنگجوؤں کا موقف ایسی انتہا کو پہنچ گیا ہے جس نے پوری امت مسلمہ

Marfat.com

کو تباہی کے گڑھے کے کنارے لا کھڑا کیا ہے۔ جب صورت حال اس قدر بری انتہا کو پہنچ گئی تو آپ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ہر طرف کا موقف بدل ڈالا جائے اور معاملے کو نئی بنیادوں پر حل کیا جائے۔

طے یہ ہوا کہ دونو فریق اپنے نمائندوں کو معاملہ حل کرنے کے لیے سپرد کر دے

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا نمائندہ بنایا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو دونوں اصحاب نے اپنا موقف رکھا متعدد رائے رکھی گئی لیکن اس مجلس کا جب کوئی حل نہیں نکلا تو آپ بے حد مایوس ہوئے۔

مکہ کی طرف محو سفر ہوئے اور زندگی کے بقیہ ایام بیت اللہ کے پہلو میں گزار دیے۔

جب آپ رضی اللہ عنہ ملاقاتِ رب کے لیے عازم سفر ہوئے۔ وہ الفاظ جو آپ رضی اللہ عنہ ساری زندگی دہراتے رہے، دنیا سے روانگی کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی زبان پر جاری تھے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آپ کا نام حضرت عبداللہ ابن قیس رضی اللہ عنہ ہے مکہ معظمہ میں ایمان لائے پھر حبشہ ہجرت کر گئے پھر کشتی والوں کے ساتھ ہجوت کر کے مدینہ منورہ پہنچے راہ میں خیبر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوگئی، حضرت عمر فاروق نے آپ کو بیس ہجری میں بصرہ کا حاکم بنایا آپ نے اہواز کا علاقہ فتح کیا شروع خلافت عثمانیہ تک آپ بصرہ کے حاکم رہے، پھر حضرت عثمان نے آپ کو معزول کر کے کوفہ کا حاکم بنا دیا، آپ حضرت عثمان کی شہادت تک کوفہ کے حاکم رہے، حضرت علی نے آپ کو امیر معاویہ کے مقابلہ میں اپنا ثالث مقرر کیا تھا، اس کے بعد آپ مکہ معظمہ چلے گئے وہاں ہی (۵۲) باون ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح مفتی احمد یار خان نعیمی جلد ۱ صفحہ ۲۹)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ یمن کے رہنے والے تھے۔ مکہ آکر اسلام قبول کیا اور متعدد غزوات اور جنگوں میں حصہ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بصرہ کے عامل مقرر

Marfat.com

ہوئے۔ اور اہواز، نہاوند اور اصفہان فتح کیے۔ جنگ صفین کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ثالث مقرر ہوئے۔ لیکن جب مصالحت کی کوششیں ناکام ہو گئیں تو گوشہ نشین ہوئے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللهَ لَيَطَّلِعُ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ۔ ''بے شک اللہ رب العزت ماہ شعبان کی نصف شب) پندرہویں رات (کو) اپنی مخلوق کی طرف (متوجہ ہوتا ہے، سو وہ مشرک اور کینہ پرور کے سوا اپنی تمام مخلوق کو معاف کر دیتا ہے۔''

(ابن ماجه، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ماجاء في ليلة النصف من شعبان)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''بے شک میری مثال اور اس کی جس کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا گیا ہے اس شخص جیسی ہے جس نے اپنی قوم کے پاس آ کر کہا: اے قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک فوج دیکھی ہے، میں تمہیں واضح طور پر اس سے ڈرانے والا ہوں لہٰذا اپنے آپ کو بچا لو۔ چنانچہ اس کی قوم کے ایک گروہ نے اس کی بات مانی اور راتوں رات نکل کر پناہ گاہ میں جا چھپے اور ہلاکت سے بچ گئے جبکہ ایک گروہ نے اسے جھٹلایا اور صبح تک اپنے مقامات پر ہی رہے، صبح سویرے لشکر نے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں ہلاک کر کے غارت گری کا بازار گرم کیا۔ پس یہ مثال ہے اس کی جس نے میری اطاعت کی اور جو میں لے کر آیا ہوں اس کی پیروی کی اور اس شخص کی مثال ہے جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اسے جھٹلایا۔

(بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الحدیث: ۷۲۸۳)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ اختیار دیا گیا کہ خواہ میں قیامت کے روز شفاعت کو چن لوں یا

Marfat.com

میری آدھی اُمت کو (بلاحساب وکتاب) جنت میں داخل کر دیا جائے تو میں نے اس میں سے شفاعت کو اختیار کیا ہے کیونکہ وہ عام اور (پوری اُمت کے لئے) کافی ہوگی اور تم شائد یہ خیال کرو کہ وہ پرہیزگاروں کے لئے ہوگی؟ نہیں بلکہ وہ (میری شفاعت) بہت زیادہ گناہگاروں، خطاکاروں اور برائیوں میں مبتلا ہونے والوں کے لئے ہوگی۔"

(الحديث رقم 29 أخرجه ابن ماجه فی السنن، كتاب الزهد، باب ذكر الشفاعة، 2 1441، الرقم 4311، وأحمد بن حنبل عن ابن عمر رضی الله عنهما فی المسند، 2 75، الرقم 5452، والبيهقی فی الاعتقاد، 1 202، والهيثمی فی مجمع الزوائد، 10)

فتنہ

فتنہ کا مادہ فَتْن ہے اس کے لغوی معنی ہیں سونے کو آگ میں تپا کر کھرا کھوٹا معلوم کرنا (راغب اصفہانی) پھر فتنہ کے معنی آزمائش کے ہوگئے اور آزمائش میں چونکہ تکلیف دی جاتی ہے اس لیے ایذاء رسانی اور اس کی مختلف شکلوں اور آزمائش میں جو کھوٹا ثابت ہو اس کے ساتھ جو معاملہ کیا جائے ان سب کے لیے قرآن وحدیث میں فتنہ اور اس کے مشتقات استعمال کیے گئے ہیں، پس فتنہ کے معنی آزمائش، آفت، دنگا فساد، ہنگامہ، دُکھ دینا اور تختۂ مشق بنانا وغیرہ۔

فتنہ کی اقسام

فتنے چھ قسم کے ہیں:

- آدمی کے اندر کا فتنہ اور وہ یہ ہے کہ آدمی کے احوال بگڑ جائیں اس کا دل سخت ہو جائے اور اس کو عبادت میں حلاوت اور مناجات میں لذت محسوس نہ ہو۔
- گھر میں فتنہ اور وہ نظام خانہ داری کا بگاڑ ہے۔
- وہ فتنہ ہے جو سمندر کی طرح موجیں مارتا ہے اور وہ نظام مملکت کا بگاڑ ہے۔
- ملی فتنہ: وہ یہ ہے کہ مخصوص صحابہ وفات پا جائیں اور دین کا معاملہ نااہلوں کے ہاتھ

Marfat.com

میں چلا جائے، پس اولیاء اور علماء، دین میں غلو کریں اور بادشاہ وعوامدین میں سستی برتیں، نہ اچھے کاموں کا حکم دیں نہ برے کاموں سے روکیں، پس زمانہ، زمانۂ جاہلیت ہوکر رہ جائے۔

❖ عالم گیر فتنہ: یہ بددینی کا فتنہ۔

❖ فضائی حادثات کا فتنہ: بڑے بڑے طوفان اٹھتے ہیں، وبائیں پھیلتی ہیں، زمین دھنستی ہے اور بڑے علاقہ میں آگ لگتی ہے اور عام تباہی مچتی ہے، اللہ تعالیٰ ان حادثات کے ذریعہ مخلوق کو ڈراتے ہیں تاکہ وہ اپنی بداعمالیوں سے باز آئیں۔

(الواسعۃ مع حجۃ اللہ البالغہ)

فتنہ کا ذکر قرآن میں

فتنہ عربی لفظ ہے جس کا عام معنی کسی کا امتحان اور کسی کی جانچ کی جائے، اللہ تعالیٰ نے مختلف جگہوں پر فتنہ کا لفظ استعمال کیا ہے، جیسا کہ قصۂ ہاروت وماروت میں ہے (وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت ومایعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلاتکفر الآیۃ)۔ وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک جادو نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر الآیہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی آزمائش کے لیے یہ دونوں فرشتوں کو بھیجا تھا تاکہ یہ دیکھے کہ کون اللہ کی منع کردہ چیزوں سے بچتے ہیں اور کون غلط کاموں میں ڈوب جاتے ہیں۔

فتنہ عذاب کے معنی میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں استعمال کیا ہے، بُرے کاموں کی پاداش میں اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو عذاب میں مبتلا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی فتنہ کا نام دیا ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے (واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ) اس عذاب سے بچو جب وہ عذاب آجائے گا تو صرف ظالموں ہی کو اپنی لپیٹ میں نہیں لے گا بلکہ جو نیکوکار بھی ہیں وہ بھی ان ظالموں کے بیچ میں انہیں بھی ان کی آگ لگے گی

Marfat.com

یا ان پر بھی اس کی آنچ آئے گی۔اس آیت کی آسان سی تفسیر یہ ہے کہ آدمی کو بُرے لوگوں کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے، کچھ نہ کچھ اُن کے غلط اخلاق کی گندی ہوا ان کو بھی پہنچے گی۔ اِس لیے وسیع پیمانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم بَری ہیں ہر اُس شخص سے جو کافروں کے بیچ میں سکونت پزیر ہوتا ہے، کیونکہ وہ جو وہاں غلط کام ہونگے اس کا اثر آہستہ آہستہ اس کے دل پر بھی ضرور پڑے گا۔خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فتنہ کے لیے یا لوگوں کو ڈرانے کے لیے عذاب بھیجتے ہیں، گویا یہ بھی ایک آزمائش کے معنی سے دور نہیں ہوا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عذاب جو بھیجتے ہیں، انہیں ہلاک کرنے کے لیے نہیں، بلکہ انہیں تنبیہ کرنے کے لیے۔ پیارے رسول نے دعا فرمائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے پیارے رسول سے وعدہ فرمایا ہے کہ ہم تمہاری امت کو عام عذاب میں ہلاک نہیں کریں گے لیکن تنبیہ کے لیے ان کو عذاب میں مبتلا کریں گے، لعلھم یرجعون ،تا کہ وہ اللہ کی طرف لوٹیں۔

فتنہ فساد کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

لقد ابتغوا الفتنة من قبل وقلبوا لك الامور حتى جاء امر الله وهم كارهون

منافقین کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہمیشہ آپ کے خلاف فتنہ وفساد ڈھونڈتے رہے، فتنہ فساد کرتے رہے۔

اسی طرح اللہ کا ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وان اصابته فتنة انقلب على وجه الآية

اللہ کی طرف سے کوئی آزمائش آتی ہے تو اللہ کی عبادت کرتے ہیں، لیکن جب ان پر کوئی مصیبت آن پڑتی ہے تو اللہ کے خلاف شکوے کرنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ آج کل کے لوگ کہتے ہیں کہ وہ لوگ جو روزہ نماز نہیں پڑتے وہ آرام سے ہیں، اور ہم روزہ نماز پڑھتے ہیں پھر بھی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ کچھ ایسے فتنے ہوتے

Marfat.com

ہیں جو آدمی کے درجات بلند کرنے یا اس کے گناہ مٹانے کے لیے اس پر مسلط کر دیے جاتے ہیں تو ایسے میں صبر اور شکر سے کام لینا چاہیے۔

شرک کو بھی فتنہ کہا گیا کیونکہ اس سے بڑھ کے کوئی فتنہ یا آزمائش کی کوئی چیز، یا اللہ کے عذاب کے استحقاق کی کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ شرک گناہوں میں، سب سے بڑا گناہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے نا معاف کرنے کا فیصلہ کیا ہے، {ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء} اللہ تعالیٰ نے شرک کے معاف نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس کے علاوہ وعدہ فرمایا ہے کہ اور دوسرے گناہ کو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا اگر وہ چاہے، لیکن شرک کے بارے میں چاہ لیا ہے، اعلان کر دیا ہے، کسی کے لیے عذر نہیں اس کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (والفتنة اکبر من القتل)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور مکمل طور پر اللہ کا دین نافذ ہوجائے۔ (الانفال:۳۹)

اس سے معلوم ہوا کہ فتنہ دین کے مقابل اور معارض ہے، یہاں فتنہ سے فتنہ شبہات بھی مراد ہے جن میں سب سے بڑا فتنہ شرک اور محکم آیات کو چھوڑ کر متشابہ کے پیچھے لگنا اور صریح اور واضح سنت کو ترک کر دینا ہے۔ (درء اللفتنۃ عن اھل السنۃ)

فتنہ کا ذکر حدیث میں

فتنہ کے تعلق سے جو احادیث بیان کیے گئے ہیں اس کی ہم دو قسم کر سکتے ہیں درء:

- ایک قسم یہ ہے کہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فتنوں کی تعیین نام بنام کر کے وصف بوصف کر کے بتایا اور اُن آزمائشوں یا فتنہ کے اسباب جن کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اس کا علاج بھی بتلا دیا ہے، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ماترکت بعدی فتنة فی أمتی أضر علی الرجال من

Marfat.com

النساء) میں نے اپنے بعد امت کے مردوں کے اوپر سب سے بڑا جو فتنہ چھوڑا ہے وہ عورتوں کا فتنہ ہے، اس فتنہ سے بچاؤ کے لیے بہت سی تدابیر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی ہیں۔ ایک عورت کا فتنہ اس کے بے پردہ نکلنے میں ہے، اور ایک فتنہ اس کے افتراء اور غلط تہمت لگانے میں ہے۔ اور ایک عورت کا فتنہ جیسا کہ پیارے رسول نے بتلایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ زندگی بھر احسان کرے، ایک بار کوئی ملی تو، کہہ دیتی ہے (ما رأیت منك خیرا قط) ہمیں تم سے کوئی بھلائی نہیں ملی، اور یہ ناشکری بھی ہے۔ اور اس طرح کے اور بہت سے فتنے ہین کہ ان عورتوں کے فتنے سے بہت سے لوگ حکومت بھی بیچ گئے، اور بہت سے ان کی زلف گراں گیر کا شکار ہو کر کے حکومتوں سے دستبرداری کر لی۔ اسی طرح دجال کے فتنے سے ڈرایا اور خود آپ اس کے فتنہ سے پناہ مانگتے تھے۔ خاص طور سے نماز میں سلام پھیرنے سے پہلے التحیات اور درود کے بعد جن چار چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے ان میں سے ایک دجال کے فتنہ بھی ہے۔ جس سے پیارے رسول پناہ مانگا کرتے تھے۔

❖ صحیح بخاری کی روایت ہے امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں صحابہ سے دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کی نسبت جو کچھ کہا وہ کس کو زیادہ یاد ہے؟ جس کو یاد ہو وہ بیان کرے، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کے بارے میں زیادہ علم رکھتا ہوں (زیادہ جانتا ہوں) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ (کی شخصیت ایسی تھی کہ وہ خود کہتے ہیں لوگ پیارے رسول سے خیر کی باتیں پوچھتے تھے اور میں فتنہ اور برائی کی باتیں پوچھتا تھا۔ (کان الناس یسئلون النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الخیر وکنت أسئله عن الشر مخافة أن یدرکنی) تاکہ میں اس سے بچوں۔ میں ڈرتا تھا کہ کہیں وہ مجھے نہ لگ جائے۔

Marfat.com

جان لوں کہ کہاں کہاں فتنہ کی جگہ ہے اس سے دور رہوں۔) کہتے ہیں کہ انسان کو اہل وعیال اور مال میں جو فتنے پیش آتے ہیں ان میں سے اکثر نماز روزہ، صدقات اور اچھی باتوں کے کہنے اور بری باتوں سے دور رہنے سے مٹ جاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں گھر کے اندر اگر بیوی بچوں کے سامنے کوئی غلط بات ہوی تو اللہ تعالیٰ نماز روزہ کے ذریعہ سے آدمی کو معاف کردے گا۔ یہ گویا خوشخبری دی فتنے ہونگے لیکن بہت سے فتنے ایسے ہیں جو انشاء اللہ، اللہ کی رحمت سے جلد ہی معاف ہوجانے کی امید ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا میں اس فتنے کی نسبت تم سے نہیں پوچھتا ہوں، میں تو اس فتنہ کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں جو سمندر کی طرح یا سمندر کی موجوں کی طرح لہریں مارتا ہوگا۔ حضرت حذیفہ نے کہا امیر المؤمنین اس فتنے سے آپ کو نقصان نہ پہنچے گا۔ کیونکہ اس کے اور آپ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ دریافت کیا گیا، کیا یہ دروازہ کھولا آسانی سے کھولا جائے گا یا توڑ دیا جائے گا؟ (آسانی سے کھولا گیا دروازہ بند کیا جاسکتا ہے) حضرت حذیفہ نے پھر جواب دیا کہ یہ دروازہ کھولا نہیں جائے گا، توڑ دیا جائے گا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پھر یہ کبھی بند نہیں ہوسکے گا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں، ایسا ہی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ یہ بند دروازہ کون تھا؟ انہوں نے جواب دیا بے شک عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا اُسی طرح سے علم تھا جس طرح اس بات کا علم ہے کہ آج کے بعد دوسرا آنے والا دن کل کا آنے والا ہے، (یعنی یقینی طور پر جانتے تھے کہ ہم ہی فتنہ کے دروازہ ہیں (دروازہ) یہ دروازہ میرے بعد کھلے گا پھر بند نہیں ہوگا۔ یعنی یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں یہ چیز ذکر کی جاسکتی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے فتنہ کا دروازہ بند کیا تھا) لیکن جب سے آپ کی شہادت ہوی فتنوں کا دروازہ کھلا، راوی

Marfat.com

کہتے ہیں کہ میں نے لحاظ میں پوچھ نہیں سکا کہ یہ دروازہ کون تھا، اس لیے مسروق تابعی سے کہا کہ وہ حضرت حذیفہ سے پوچھیں کہ دروازہ کون تھا مسروق نے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ دروازہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وجود تھا۔

❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حقیقت میں اللہ کے فضل سے حکومت کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد جو طاقت دی اور لوگوں میں جو عدل وانصاف قائم کیا وہ ضرب المثال ہے۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ آپ کے بعد خلیفۂ مسلمین ہوے اور پھر آپ کو فتنہ سامانیوں نے غالباً فتنہ سازوں نے آپ کو اللہ کے رسول کے مدینہ میں اور مسجد نبوی کے قریب دارالخلافت میں بکریوں کی طرح ذبح کر دیا ذبحوہ کما تذبح الحملان یہ فتنہ کھڑا ہوا پھر اس کے بعد فتنے آتے رہے، امت میں عقائدی فتنوں کا دروازہ کھلا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو الٰہ کہا گیا، معبود کہا گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو پکڑ کے جلایا۔ پھر خوارج کا فتنہ اٹھا۔ اسی طرح پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں خود فتنہ کے وقوع کی خبر دی، ایک دفعہ آپ اُحد پہاڑ کی طرف مدین منورہ سے باہر کہیں تھے۔ صحابہ کرام سے آپ نے پوچھا کہ کیا میں جو دیکھ رہا ہوں وہ تمھیں بھی نظر آرہا ہے؟ یا میں جو چیز دیکھ رہا ہوں وہ تمھیں نظر آرہی ہے؟ سب نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول ہم کچھ نہیں دیکھ رہے ہیں، آپ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھارے گھروں پر بارش کی طرح فتنے برس رہے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اس کو مصیبت اور ظلم بتاتے ہوے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں خبر دی تھی کہ ایک مرتبہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے کسی باغ میں قضائے حاجت کے لیے گئے وہاں۔ قضائے حاجات سے فارغ ہوکر کے ایک کنویں پر آپ بیٹھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں پیارے رسول کے دروازے کا حارس

Marfat.com

بنوں گا، پش حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے، اجازت چاہی۔ اللہ کے رسول نے ان سے (ابو موسیٰ اشعری سے) کہا کہ انہیں اجازت دے کر انہیں جنت کی خوشخبری دے دو۔۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے بھی دروازہ کھلوایا، اور ان کو جنت کی خوشخبری دی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے ان کو بھی جنت کی خوشخبری دے دی لیکن ساتھ ساتھ آپ نے یہ بھی کہا کہ انہیں جنت فتنہ اور امتحان سے دوچار ہو کر کے حاصل ہوگی۔ (اس کا مطلب یہ کہ فتنوں کا دروازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد کھلا)

❖ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ (آپ کی رسالت کا اقرار کرتے ہوئے کہا)۔ آپ انصاف سے اس مال کو تقسیم کیجئے، آپ نے فرمایا (ویحك) تمہاری خرابی ہو، اللہ کے بندے! میں نہیں انصاف کروں گا تو کون انصاف کر سکتا ہے۔ اُس کی اِس گستاخی کو دیکھ کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کے رسول اجازت دیجیئے میں اس کی گردن اڑا دوں۔ پیارے رسول نے فرمایا جانے دو۔ اس کی کُوکھ سے وہ اور اس کے رفقاء ایسے ہونگے جن کے نماز روزوں کے مقابلے میں تم اپنے نماز روزوں کو ہیچ سمجھو گے۔ تم سمجھو گے کہ ہم کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ قرآن کی تلاوت کریں گے، لیکن حلق سے نیچے وہ تلاوت نہیں اُترے گی، مذہب کے دائرہ سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر ترکش سے نکل جاتا ہے۔ صحابی کہتے ہیں یہ لوگ خوارج تھے جنہوں نے تشدد کا مذہب اختیار کیا اور ہر اس شخص کو کافر گردانا جو کسی بھی، ان کے ذہن میں یا ان کی سمجھ میں کسی بڑے گناہ کا مرتکب ہوا۔ اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہمیشہ کے لیے وہ جھنم میں رہے گا۔ اور اس کو حلال الدم بھی سمجھتے تھے (اس کا خون حلال سمجھتے تھے) اس سے

Marfat.com

وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو انہوں نے قتل کیا۔ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے بقول یہی لوگ تھے جن کا ظہور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے باقاعدہ جنگ کی۔ تو انہیں لوگوں میں سے بہت سے لوگ تھے جو ہم سب سے نہروان کے دن لڑائی کر رہے تھے۔ تو ان سب فتنوں کی پیارے رسول نے خبر دے کر کے لوگوں کو ڈرایا ہے کہ یہ سب اعمال جو فتنہ کے باعث ہیں نہ کیے جائیں۔ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ فتنے کی خبر دے کر عمل نہ کرنے کا یا اپنے آپ کو ڈھیلا چھوڑ دینے کی تلقین کی ہے، نہیں! بلکہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ آدمی فتنہ کو دیکھ کر کے اس فتنہ سے بچنے کی تدبیر کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے اسباب مقرر کر رکھے ہیں۔

❖ دوسری قسم ان فتنوں کی ہے جس کی طرف پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عمومی طور پر اشارہ کیا ہے، جیسے اختلاف کا مسئلہ، یہ سب سے بڑا فتنہ ہے (عقائد اور عملی اختلاف کی بنیاد پر ایک دوسرے سے دشمنی اور دوستی رکھی جاتی ہے) جو حقیقت میں امت کی کمزوری کا سبب بن رہا ہے جس کا تذکرہ عرباض بن ساریہ کی حدیث میں ملتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ہم کو نصیحت کی بڑی فصیح و بلیغ نصیحت کی کہ ہمیں لگا کہ آپ ہمیں رخصت کرنا چاہتے ہیں، یا آپ کا یہ آخری دن ہے، ہم نے طلب نے کیا کہ ہمارے لیے کوئی نصیحت فرما دیجیے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم بالسمع والطاعة، جو حاکم تمھارے اوپر مقرر ہو اُس کی اطاعت کرو، شرط یہ ہے کہ مسلمان حاکم ہو، اسلام پر عمل کرتا ہو، اسلام کے کام کرتا اور کراتا ہو، اسلام کے کام میں روڑا نہ ڈالتا ہو، ہاں! اگر کبھی کچھ ظلم کر رہا ہو، تب بھی اس کے خلاف آواز نہ اٹھاؤ، (وإن تأمر عليكم عبد حبشي)، کوئی ضروری نہیں کہ وہ امام قریش کا ہی ہو، جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے

Marfat.com

بغیر خلافت ہو نہیں سکتی۔ حبشی غلام بھی تمہارے اوپر مسلط ہو جائے تو اُس کی بات سُنو !اور اس کی اطاعت کرو، یعنی اس کے خلاف خروج صحیح نہیں ہے۔ آج کل دیکھا جاتا ہے جہاں کہیں بھی مسلمانوں کی حکومت ہے اُس میں یقینا اس حکومت کو گرانے کی کوشش کی جاتی ہے، اور کفر کا فتوی دیا جاتا ہے، غلط انداز سے اس فتنہ کو دور کرنے سے، اس میں بہت برے مسائل پیدا ہوتے ہیں، یقینا یہ بہت بڑا فتنہ ہے کہ اللہ کے دین اور قانون کی حکومت نہ ہو، اس کا نفاذ نہ ہو، لیکن اس کو جس طرح سے آجکل غلط انداز سے دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، طرح طرح کے دھماکے کیے جاتے ہیں، یہ چیز بھی سب سے بڑے فتنے کی ہے، اس فتنہ میں ساتھ دینا غلط ہو جاتا ہے۔ اگر عام مسلمان امن میں ہیں، اور حاکم وقت اگر اِس طرح کا ہے جس سے کوئی امید نہیں ہے کہ وہ ہمارے دین کی تفید کرے گا یا یہ کہ ہمیں کچھ چھیڑتا بھی نہیں ہے تو اُس وقت اس قسم کے کام کر کے یہ گمان رکھنا کہ اس کے ذریعہ سے ہم اس کو ہٹا دیں گے۔ یہ چیز بھی فتنہ کی ہے، اس کا علماء نے واضح طور پر اعتراف کیا ہے، ہارون اور مامون کے زمانے میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ کو بہت کچھ تکلیف دی گئیں فتنہ خلق قرآن اٹھا تھا جس میں بہت سارے علماء بھی مبتلا ہو گئے تھے جنہوں نے جان بوجھ کر قرآن کو مخلوق کہا امام احمد بن حنبل نے ان پر کفر کا فتوی دیا لیکن ایک جاہل بادشاہ یا خلیفہ پر کفر کا فتوی ہرگز نہیں لگایا بلکہ یہ کہا کہ اللہ تعالی اس کو بخشے اور اللہ تعالی اس کو معاف کرے، اس فتنہ میں آپ کو بہت کچھ ستایا گیا، بہت سوں کو قتل کیا گیا۔ تو یہ مسائل عوام کے لیے نہیں ہیں کہ وہ جیسا چاہیں اس میں فیصلہ کریں، اور اس قسم کی باتوں کی وجہ سے امت کے بے گناہ مارے جاتے ہیں یہ جاہلوں کے عدم تحمل یا جلد بازی سے ہوتی ہے، علماء کی طرف اس بارے میں رجوع کرنا چاہیے اور ہر ایک کو کافر بنانا اور کفر کا فتوی دیکر اس کے خلاف آوازیں اٹھانا، مظاہرے کرنا یہ

Marfat.com

خود بھی کوئی شرعی چیز نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آدمی خود اپنی اصلاح خود کرے اور اسی اصلاح کے درمیان انشاء اللہ اسی میں سے کوئی آدمی نکلے گا جو امت کی قیادت کرے گا۔ پیارے رسول نے عرباض بن ساریہ کو اختلاف سے بچنے کا طریقہ بتایا کہ {إنہ من یعش منکم فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها بالنواجذ} میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ بہت کچھ اختلاف دیکھے گا ایسے میں میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو پکڑ رکھو اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑلو۔ یہ پیارے رسول کی اختلاف کے موقع پر نصیحت رہی اسی وجہ سے ہم تمام مسلمانوں سے یہی کہتے ہیں کہ اللہ کے واسطے اگر کسی چیز میں (چاہے وہ چھوٹی ہو یا بڑی) جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔ فإن تنازعتم فی شئ فردواہ الی اللہ والرسول ہمارے علماء اگر اس بات کو سمجھ لیں اور جو طریقہ پیارے رسول کے زمانے میں کسی بھی مسئلہ کے حل کرنے کا تھا وہ طریقہ اختیار کیا جائے تو انشاء اللہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق ہوسکتا ہے۔

❖ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی بھی ایک دوسری روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے پیارے رسول سے پوچھا اللہ کے رسول ہم جاہلیت میں تھے کیا اِس جاہلیت کی برائی کے بعد کوئی خیر آئے گا، تو پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا جی ہاں! وہ خیر آکر رہے گا، وہ خیر خیر ہی ہوگا جس کو خیر القرون کہا گیا، پھر انہوں نے پوچھا کہ اس خیر کے بعد بھی کوئی شر آئیگا؟ پیارے رسول نے فرمایا کہ ہاں! شر آئے گا پھر دوسرا خیر آئے گا لیکن اس میں شر کی ملاوٹ ہوگی۔ اس شر کی ملاوٹ کی تفصیل علماء نے یہ کی ہے کہ یہ آپس میں عقائدی خرابی ہے جیسا کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری کہا ہے یہ عقائدی خرابی جس سے پیارے رسول

Marfat.com

نے ڈرایا ہے کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی کہ یہ شر سب سے زیادہ اہم ہے اس میں آرہا ہے۔ اس درمیان پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاکید کی ہے کہ اگر امت میں اختلاف ہو اور ایک دوسرے کو قتل کرنے کی کوشش کرنے لگیں تو پھر اس وقت میں تمہیں کیا کرنا چاہیے؟ حضرت حذیفہ بن یمان کہتے ہیں کہ پیارے رسول نے فرمایا کہ اس صورت میں تمہیں تمام فرقوں سے الگ ہو کر کے اور کسی ایسی جگہ میں جا کر کے پناہ لینا ہے جہاں تم تمام فتنوں سے بچ کر کے اور اگر درخت کی چھال بھی کھا کر کے بھی جینا پڑے تو وہاں موت تک جیتے رہو کچھ ایسے فتنے بھی آئیں گے۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ اس میں حق واضح نہ ہو، اگر دو قومیں لڑ پڑیں کسی ایک میں حق اگر واضح ہے تو حق کا ساتھ دینا ضروری ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلو فاصلحوا بينهما فإن بغت احداهما على الأخرى فقاتلوا التى تبغى حتى تفئ الى امر الله) اگر دو مسلمان فرقے لڑ پڑیں تو ان میں صلح کی کوشش کرو اور اگر صلح کرانے کے باوجود جو حق کو قبول نہ کرے تو اس کے خلاف سب مل کر لڑو، لیکن اگر فتنہ ایسا ہو کہ اس میں حق و باطل کا فرق واضح نہ ہو تو پھر کسی فرقے کے ساتھ رہنا جائز نہیں، پیارے رسول نے فرمایا تمام فرقوں سے دور ہو جاؤ یہاں تک کہ تمہاری موت آجائے چھال کھاتے ہوئے۔

(فاعتزل تلك الفرق كلها)

فتنہ دجال

دجال اولاد آدم میں سے ایک مرد ہے جو آخری زمانے میں آئے گا۔ دجال کے کے فتنے سے حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء نے اپنی امتوں کو ڈرایا۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے فتنے سے ڈرانے کے ساتھ اس کی بہت سی نشانیاں بھی بتلائی ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ: تین علامات اگر ظاہر ہو جائیں تو کسی

Marfat.com

کا ایمان قبول نہ کیا جائے گا: مغرب کی طرف سے سورج کا نکلنا، دجال اور دابۃ الارض کا ظہور۔ (مسلم وترمذی)

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدم کی تخلیق سے لیکر قیامت قائم ہونے تک کوئی معاملہ دجال کے فتنے سے بڑھ کر نہیں ہے۔ (مسلم)

علامات دجال

وہ علامات جن کے ذریعے سے دجال کو پہچانا جاتا ہے مندرجہ ذیل ہیں:

دجال ربوبیت کا دعوی کرے گا اور کہے گا اور یہ منوانے کی کوشش کرے گا کہ تمہارا رب اور خدا میں ہی ہوں اس لیے تم میری عبادت کرو۔

خوارق عادت یعنی بہت سے ایسے کارنامے دکھلائے گا جو عام لوگوں کے بس سے بالاتر ہے جس کی وجہ سے لوگ دھوکا میں پڑ جائیں گے۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو دجال کے بارے میں سن لے وہ اس سے دور ہی رہے، اللہ کی قسم ایک شخص اس کے پاس آئے گا وہ سمجھتا ہوگا کہ میں مسلم ہوں لیکن اس کے اعمال کو دیکھ کر شبہ میں پڑ جائے گا اور اس کا پیروکار بن جائے گا۔ (احمد، ابوداود)

وہ ناٹے قد بھاری بھر کم جسم کا ہوگا، بال گھنگرالے ہونگے، اس کی دائیں آنکھ بالکل صاف، یعنی اس کی جگہ صرف چمڑا ہوگا، بائیں آنکھ بھی عیب دار ہوگی جیسے کہ وہ ابھرا ہوا انگور ہو، اس کا سر ایسا ہوگا جیسے کہ کسی بڑے سانپ کا سر، اسکی چال ٹیڑھی ہوگی، اسکی پنڈلیوں میں بھی کجی ہوگی۔

اس کی سب سے واضح نشانی اس کا کانا ہونا ہے جس کے ذریعہ اسے آسانی سے پہچانا جاسکتا ہے: عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم سے دجال کے بارے میں بہت کچھ بیان کیا حتی کہ مجھے

Marfat.com

ڈر ہے کہ تم لوگ سمجھ نہ سکو گے اس لیے یہ اچھی طرح یاد رکھو کہ مسیح دجال ناٹا، ٹیڑھی چال والا، گھنگھرالے بال والا، کانا ہے اور اس کی ایک آنکھ بالکل مٹی ہوئی ہوگی نہ ابھری ہوگی اور نہ ہی اندر دھنسی ہوی، اگر تمہیں شبہ ہوجائے تو یہ جان لو کہ تمہارا رب کانا نہیں ہے اور تم لوگ اس دنیا میں اپنے رب کا دیدار نہیں کر سکتے۔ (ابوداود)

اس کی پیشانی پر (ک، ف، ر) لکھا ہوگا جسے ہر مومن پڑھ لے گا، انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی نے اپنی امت کو دجال کے فتنے سے ڈرایا ہے، یہ بھی سن لو کہ وہ کانا ہے اور تمہارا رب کانا نہیں ہے اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا کافر جسے ہر مومن پڑھ لے گا۔ (متفق علیہ)

اس کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ لاولد ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے جھوٹ کو ظاہر کرنے کے لیے اسے اولاد سے محروم رکھے گا تا کہ ربوبیت میں اس کا جھوٹا ہونا واضح رہے۔ (صحیح مسلم)

دجال کے فتنے

بڑی تیزی کے ساتھ پوری دنیا کی سیر کر لے گا: نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی رویت میں ہے کہ وہ تیزی سے چلے گا گویا بدلی کو تیز ہوا اڑا کر لے جا رہی ہو۔

وہ بدبخت اللہ کی دی ہوئی چھوٹ سے فائدہ اٹھا کر اپنے ساتھ ایک مصنوعی جنت اور دوزخ بھی رکھے گا، اس کے ساتھ پانی کی نہر ہوگی، اور روٹی اور گوشت کے انبار ہونگے: حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی آگ جنت ہے اور اس کی جنت آگ ہے، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹی اور گوشت کا پہاڑ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اللہ کے نزدیک اس سے ذلیل ہے کہ وہ اس کے ذریعہ کسی مسلم کو گمراہ کر سکے۔ معلوم ہوا کہ اس کی عظیم قوت بھی ایک سچے مسلمان کو متزلزل نہیں کر سکے گی۔

Marfat.com

وہ شیطان سے مدد لے گا اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو گمراہ کرے گا، جیسا کہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کا گزر ایک صحرانشین کے پاس سے ہوگا جس سے وہ کہے گا کہ اگر میں تیرے ماں باپ کو زندہ کردوں تو تو میرے اوپر ایمان لائے گا وہ جواب دے گا کہ ہاں اس کے فورا بعد ہی اس کے ماں باپ کی شکل میں وہ شیطان آئیں گے اور اس سے کہیں گے کہ اے پیارے بیٹے یہ تیرا رب ہے اسکی اتباع کر۔

ایک قوم کے پاس سے اس کا گزر ہوگا جنہیں وہ دعوت دے گا۔ وہ لوگ اسے جھٹلائیں گے اور اس کی تردید کریں گے تو ان کے پاس سے اس حال میں رخصت ہوگا کہ ان کا مال اس کے ساتھ ہو چلے گا اور ان لوگوں کے پاس کچھ بھی نہ رہ جائے گا، پھر ایک اور قوم پر اس کا گزر ہوگا جنہیں وہ دعوت دے گا، لوگ اس کی دعوت قبول کرلیں گے اور اس کی تصدیق کریں گے۔ وہ آسمان کو حکم دے گا تو آسمان سے بارش ہوگی اور زمین کو حکم دے گا تو وہ سبزا اگائے گی۔ وہ لوگوں کے پاس اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی، اس کی آگ ٹھنڈا پانی ہوگی اور اس کا پانی آگ ہوگا۔ ایک مومن کو چاہیے کہ ہر نماز کے آخر میں اس کے فتنے سے اللہ کی پناہ چاہے، اور اگر اسے پالے تو سورۂ کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے اور فتنے کے خوف سے اس کی ملاقات سے بچتا رہے، دجال روئے زمین پر چالیس دن رہے گا، ایک دن ایک سال کے برابر، ایک دن ایک مہینے کے برابر، ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی دن ہمارے انہی دنوں کے مثل ہوں گے۔ سوائے مکہ اور مدینہ کے دجال کوئی ایسا شہر اور ایسی زمین نہیں چھوڑے گا جہاں وہ نہ پہنچے، پھر عیسی علیہ السلام نازل ہوں گے اور اس کا قتل کردیں گے۔ (مسلمان کے لیے اہم احکام و مسائل)

اپنے آپ کو فتنوں سے بچاؤ!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی اور موت کے فتنوں سے پناہ مانگا کرتے تھے، آخر تشہد میں

Marfat.com

یہ دعا پڑھا کرتے تھے اللھم انی اعوذ بك من فتنة المحیا والممات۔اور اسلاف کرام میں سے بعض یہ دعا کیا کرتے تھے ((اے اللہ ہم اس بات سے تیری پناہ مانگتے ہیں کہ ہم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائیں یا ہمیں فتنے میں مبتلا کر دیا جائے۔(بخاری)

فتنوں کے ڈر سے موت کی آرزو

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف کی وجہ سے جو اسے پہنچے،موت کی آرزو ہرگز نہ کرے۔اگر اس کو موت کی تمنا کرنا ہی ہے تو ان الفاظ میں کرے۔اللھم احینی ما کانت الحیاۃ خیرالی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرالی،،اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہے اور مجھے موت دے جبکہ میرے لیے بہتر ہو۔

(صحیح مسلم،کتاب الذکر والدعاء،باب کراھۃ تمنی الموت لضر نزل بہ)

اس حدیث میں موت کی آرزو کرنے سے روکا گیا ہے کیونکہ یہ آرزو اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ آرزو کرنے والا اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر پر راضی نہیں ہے،تاہم اگر یہ آرزو کرنا ضروری ہوجائے تو مذکورہ الفاظ میں دعا کی جائے،((کسی فتنے میں مبتلا ہونے کے اندیشے سے موت کی آرزو کرنا جائز ہے۔(ریاض الصالحین اردو ترجمہ جلد اول)

فتنوں کے وقت علحیدگی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:عنقریب ایسا وقت آئے گا کہ مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جن کو لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے گرنے کی جگہوں (جنگلوں) میں جائے گا تاکہ وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچائے۔

(صحیح بخاری،کتاب الایمان،باب من الدین الفرار من الفرار،وکتاب الفتن)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ

Marfat.com

وسلم کے پاس آکر پوچھنے لگا لوگوں میں کون سا شخص سب سے افضل ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مومن جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کرے۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: پھر وہ آدمی افضل ہے جو پہاڑوں کی کسی گھاٹی میں گوشہ نشین ہو کر اپنے رب کی عبادت کرے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد يجاهد بنفسه وماله فی سبيل الله وصحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط)

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ: یہ حدیث اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ جو اپنے دین پر ڈرے اس کے لئے علیحدگی افضل ہے۔ (فتح الباری، ۱۳، ص: ۴۲)

اور امام سندی نے النسائی کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ: اس حدیث میں اس بات کا جواز ہے کہ فتنوں کے دنوں میں علیحدگی اختیار کرنا جائز بلکہ یہ افضل ہے۔

(نسائی حاشیہ سندی، ۸، ص: ۱۲۴)

اور دوسری حدیث جو ابھی ذکر کی گئی ہے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علیحدگی اختیار کرنے والے مومن کو فضیلت میں مجاھد فی سبیل اللہ سے کچھ کم درجہ قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں رقمطراز ہیں کہ: علیحدگی اختیار کرنے والا مومن اس لیے پیچھے ہے کیونکہ وہ جو لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے وہ گناہوں کے ارتکاب سے نہیں بچ سکتا، اور ہو سکتا ہے کہ یہ گناہ اس کی اُن نیکیوں سے زیادہ ہو جائیں جو کہ اسے لوگوں کے میل جول کی وجہ سے حاصل ہوں۔ لیکن علیحدگی کی فضیلت فتنوں کے وقت کے ساتھ خاص ہے۔ (فتح الباری، ۶، ص: ۶)

جب فتنے نہ ہوں

فتنوں کے وقت کے علاوہ اپنے دین کو بچانے کے لئے لوگوں سے علیحدگی اختیار

Marfat.com

کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اس وقت لوگوں سے اختلاط اور میل جول رکھنا علیحدگی اختیار کرنے سے بہتر ہے اور ان کے دلائل یہ ہیں:

❖ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان سے پہلے سب انبیاء علیہم السلام کا یہی حال تھا اور جمہور صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اسی طرح تھے۔

(شرح مسلم للنووی ج ۱۳، ص: ۳۴)

❖ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:- وہ مومن جو لوگوں سے میل جول اور اختلاط رکھتا ہے اور ان سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے، وہ اس مومن سے بہتر ہے جو نہ لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور نہ ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے۔

(صحیح الجامع الصغیر، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ)

امام سندی نے سنن ابن ماجہ پر اپنے حاشیہ میں کہا ہے کہ: حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ لوگوں سے میل جول اور تعلق رکھنے والا اور اس پر صبر کرنے والا علیحدگی اختیار کرنے والے سے افضل و بہتر ہے) (ابن ماجہ حاشیہ سندی)

اور امام صنعانی نے سبل السلام میں کہا ہے کہ: اس حدیث میں اس کی فضلیت ہے جو کہ لوگوں سے ایسا میل جول رکھتا ہے جس میں وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرتا رہے اور ان سے معاملات میں بھی اچھا سلوک کرے تو وہ اس سے افضل ہے جو کہ علیحدگی اختیار کرتا اور اس میل جول پر صبر نہیں کر سکتا۔ (سبل السلام للصنعانی)

❖ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص پہاڑوں کے درمیان گھاٹی میں سے گزرا جہاں پر میٹھے پانی کا چشمہ تھا جو کہ اسے اچھا لگا تو وہ کہنے لگا: اگر میں لوگوں سے علیحدگی اختیار کر کے اس گھاٹی میں رہوں لیکن میں یہ کام اس وقت نہیں کروں گا جب تک کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہ لے لوں تو اس نے اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو نبی

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کرو کیونکہ تمہارا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں رہنا اس کے گھر میں نماز پڑھنے سے ستر برس بہتر اور افضل ہے کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور تمہیں جنت میں داخل کرے؟ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اونٹنی کے دودھ دھونے کے درمیانی وقفے کے برابر بھی قتال و جہاد کیا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔) (سنن ترمذی)

❖ مسلمان کا لوگوں سے میل جول کی وجہ سے شرعی مصلحتیں حاصل ہوتی ہیں جو کہ بہت نفع بخش ہیں مثلاً اسلامی شعائر کا قیام، مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ، انہیں خیر و بھلائی پہنچانا، ان کا تعاون و مدد کرنا، جمعہ اور نماز جنازہ میں حاضر ہونا ذکر و اذکار اور وعظ و نصیحت کی مجالس میں حاضری اور بیمار کی تیمارداری کرنا۔

(فتح الباری۔ ج ۱۳، ص ۴۳، شرح مسلم للنووی)

اور جاہل کی کی رہنمائی اور اسی طرح کے دیگر مصالح کے لیے لوگوں سے ربط و تعلق، بشرطیکہ وہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے پر قادر ہو اور لوگوں کو ایذا دہی سے اپنے نفس کو باز رکھے اور دوسروں کی طرف سے پہنچنے والی ایذا پر صبر کرے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ تم اچھی طرح سے جان لو کہ لوگوں سے میل جول کا وہ طریقہ جس کا میں نے کیا ہے یہی پسندیدہ طریقہ ہے جس پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور اسی طرح خلفائے راشدین اور ان کے بعد صحابہ و تابعین اور ان کے بعد علمائے مسلمین اور دیگر نیک لوگ کاربند رہے اور یہی اکثر تابعین اور ان کے بعد آنے والے لوگوں کا مذہب ہے۔ اسی کے امام شافعی، امام احمد اور اکثر فقہار حمہم اللہ اجمعین قائل رہے ہیں۔

(ریاض الصالحین اردو ترجمہ و فوائد، اول، ص: ۵۲۱)

حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی جس شدت کے ساتھ

Marfat.com

مرتدین کو قتل کیا، محتاجِ بیان نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے مرتد کو زِندہ دیکھنا ناقابل برداشت تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یمن کے دو مختلف حصوں پر حاکم تھے۔ ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبل حضرت ابو موسیٰ اشعری سے ملاقات کے لیے آئے۔ ایک بندھے ہوئے شخص کو دیکھ کر اُنہوں نے پوچھا، یہ کون ہے؟ ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا:

كان يهوديا فاسلم ثمّ تهوّد قال اجلس قال لا اجلس حتّٰى يقتل قضاء الله ورسوله ثلاث مرّات فامربه فقتل۔

یہ یہودی تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد پھر یہودی (ہو کر مرتد) ہو گیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حضرت معاذ بن جبل کو بیٹھنے کے لیے کہا۔ اُنہوں نے تین بار فرمایا: جب تک اِسے قتل نہ کر دِیا جائے، میں نہیں بیٹھوں گا۔ (قتل مرتد) اللہ اور اُس کے رسول کا فیصلہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حکم سے اُسے اُسی وقت قتل کر دِیا گیا۔

رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے یمن کی گورنری پر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا، ان کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بھیجا، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک مجرم کو دیکھا، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سواری سے اترنے کے لئے کہا لیکن انھوں نے مجرم کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون ہے؟ بولے یہودی تھا اسلام لایا پھر مرتد ہو گیا ہے، فرمایا جب تک خدا اور رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق قتل نہ کر دیا جائیگا، میں نہ بیٹھوں گا۔ انھوں نے بیٹھنے پر اصرار کیا، لیکن ان کا ہی جواب تھا، چنانچہ جب وہ قتل ہو چکا تو سواری سے اترے۔

(سنن ابی داود، کتاب الحدود، باب الحکم فی من ارتد، الحدیث: ۴۳۵۴، ج ۴، ص ۱۶۹)

Marfat.com

ایک عجیب قصہ

یہ واقعہ حدیث شریف کی کئی کتابوں میں کچھ فرق کے ساتھ مذکور ہے.....خلاصہ اس کا یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو.....سمندری جہاد کے سفر پر بھیجا، آپ اپنے رفقاء کے ساتھ کشتی پر جارہے تھے کہ.....سمندر سے ایک غیبی آواز آئی.....کیا میں تمہیں وہ فیصلہ نہ سناؤں جو اللہ تعالیٰ نے اوپر فرمایا ہے؟.....حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا.....ضرور سناؤ.....آواز دینے والے نے کہا.....اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ جو شخص خود کو کسی گرم دن.....اللہ تعالیٰ کے لئے پیاسا رکھے گا (یعنی روزہ رکھے گا) تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم فرمایا ہے کہ.....اس کو قیامت کے دن ضرور سیراب فرمائیں گے.....حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے بعد گرم دنوں کی تلاش میں رہتے تھے.....ایسے گرم دن کہ جن میں لوگ مرنے کے قریب ہوں.....آپ ایسے دنوں میں روزہ رکھتے تھے.....(رواہ ابن المبارک وابن ابی شیبہ وعبدالرزاق وفی سندہ کلام)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خوش الحانی

ابوموسی رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:
اے ابوموسی آپ کو آل داود علیہ السلام کی خوش الہانی دی گئی ہے۔
(صحیح بخاری فضائل قرآن)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں کہ مزمار سے مراد اچھی آواز، اور اصل میں مزمار ایک آلہ ہے (جسے ہم بانسری کہتے ہیں) خوش الہانی کی بنا پر اس کا اطلاق آواز پر کیا گیا ہے۔
اور حضرت ابوموسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حفاظ قرآن کریم میں سے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن میں بطور قاضی اور معلم تقرری فرمائی تھی، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرت قرات قرآن اور قیام اللیل میں شہرت رکھتے تھے۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

Marfat.com

خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَ سَالِمٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

قرآن مجید کو چار اصحاب سے حاصل کرو جو عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب ہیں (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھ مفتی رضی اللہ عنہم

اللہ
رسول
محمد

تالیف محمد فیاض چشتی

پروگریسو بکس

Marfat.com